السراجی
فی المیراث
تصنیف
الشیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ
مع اردو حواشی
المحشی
استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث الحافظ القاضی عبدالرزاق بھترالوی حطاروی
مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم شکریال راولپنڈی
مکتبہ امام احمد رضا

السراجی

فی المیراث

تصنیف

الشیخ سراج الدین محمد بن عبد الرشید السجاوندی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی

مع اردو حواشی

المحشی

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث الحافظ القاضی عبد الرزاق بھترالوی حطاروی

مہتمم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم گھریال راولپنڈی

مکتبہ امام احمد رضا

میں نے اپنی تمام تصنیفات کی طباعت کا اختیار اپنے داماد مولانا **محمد اسحاق ہزاروی** ابن محمد بنارس کو دے دیا ہے۔ وہ چاہیں تو کسی کو طباعت کی اجازت دیں، چاہیں تو روک دیں۔ میں اپنی کسی کتاب، کسی رسالے، کسی عربی حاشیہ، کسی اردو حاشیہ کے حقوق کسی پر نہیں فروخت کیے۔

بعض کتب کی کسی ادارے کو چھاپنے کی اجازت دینے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہوں بلکہ تمام تصنیفات کے حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

عبدالرزاق بھترالوی
ابن حافظ عبدالعزیز رحمہ اللہ

حافظ قاضی عبد الرزاق بھترالوی
ناظم جامعہ جماعتیہ مہر العلوم
رحیم ٹاؤن شکریال راولپنڈی

28-9-2010

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

الحمد للہ رب العلمین حمد الشاکرین والصلوٰۃ علی خیر البریۃ
محمد وآلہ الطیبین الطاہرین قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم تعلموا الفرائض وعلموھا الناس فانہا نصف العلم قال علماؤنا
رحمہم اللہ تعالیٰ تتعلق بترکۃ المیت حقوق اربعۃ مرتبۃ الاول یبدأ

ف۱ حمد الشاکرین منصوب بنزع الخافض ہے یعنی اصل میں
کحمد الشاکرین یا مثل حمد الشاکرین ہے۔

ف۲ خیر البریۃ۔ سب مخلوق سے بہتر۔
اعتراض۔ حدیث شریف میں ہے۔ جاء رجل الی رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال یا خیر البریۃ فقال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ذاک ابراہیم علیہ السلام۔
(مسلم شریف۔ کتاب الفضائل)
یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خیر البریۃ کہا گیا تو آپ
نے فرمایا کہ یہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں۔
یہاں مصنف نے آپ کو خیر البریۃ کیوں کہا ؟
جواب۔ قال العلماء انما قال صلے اللہ علیہ وسلم ہذا تواضعا
واحتراما لابراہیم علیہ السلام لخلتہ والبوتہ والا فنبینا صلے
اللہ علیہ وسلم افضل۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت
ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جد امجد ہونے اور اللہ تعالےٰ کا
خلیل ہونے کی وجہ سے احتراما اور اپنے عجز و انکساری کا
لحاظ کرتے ہوئے یہ فرمایا ورنہ آپ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

ف۳ الطیبین الطاہرین کا بظاہر معنے ایک ہی نظر آتا ہے
لیکن ان میں فرق یہ کیا گیا ہے کہ طیبین سے مراد دل کا گناہوں
سے پاک ہونا اور طاہرین سے مراد ظاہری اعضاء کا معصیت
سے پاک ہونا۔

ف۴ الفرائض۔ وراثت کا علم۔

تعریف علم فرائض

یہ وہ علم ہے جس کے قواعد و جزئیات سے وارث کو پہچاننے
کے بعد اس پر وراثت کی تقسیم کا طریقہ پہچاننا۔

موضوع علم فرائض

ترکہ اور وارث۔ کیونکہ اس علم والے ان سے ہی بحث کرتے
ہیں۔

وجہ حاجت

ورثاء کو ان کے حقوق پہچانا۔

غرض

ورثاء کو ان کے حقوق ان کے استحقاق کے مطابق پہچانے کی قدرت
رکھنا۔

وجہ تسمیہ

فرض بمعنے تقدیر لیا گیا ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے حقوق کی
مقدار خود بیان فرمائی جب کہ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ کو مجمل
ذکر فرمایا۔ ان کی تفصیل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

ف۵ علم فرائض (علم میراث) کو نصف علم فرمایا اس کی وجوہ
یہ ہیں۔ (۱) انسان کی دو حالتیں ہیں، موت اور حیات۔ اس علم
کا تعلق ایک حالت یعنے موت سے ہے باقی تمام علوم کا تعلق
حیات سے ہے۔ (۲) حصولِ ملک کے دو سبب ہیں اختیاری
اور اضطراری۔ خرید و فروخت، قبول ہبہ، وصیت، اجارہ
وغیرہ سے ملک اختیاراً حاصل ہوتا ہے۔ وراثت سے اضطراراً یعنے
خود بخود حاصل ہو جاتا ہے اس لیے دو سببوں میں سے ایک سبب
سے جب ملک حاصل ہوا تو نصف علم ہے (۳) اس علم کو حاصل
کرنے کی رغبت دلانے کے لیے نصف علم کہا گیا ہے۔

ف۶ ترکہ سے مراد وہ مال ہے جو میت نے چھوڑا ہے لیکن اس
مال سے بعینہ غیر کے حق کا تعلق نہ ہو اگر بعینہ غیر کے حق کا تعلق ہو
تو وہ تجہیز و تکفین سے مقدم ہو گا جیسے رہن۔ وہ غلام جس نے کوئی
جنایت کی ہو۔ وہ چیز جو خریدی گئی تھی لیکن اس پر قبضہ نہیں ہوا تھا
یا مشتری اس کا ثمن ادا کرنے سے عاجز ہو گیا تھا۔

ف۷ مرتبۃ۔ ترتیب وار یعنے بعض، بعض پر مقدم ہیں۔

بتكفينه وتجهيزه بلا تبذير ولا تقتير ثم تقضى ديونه من جميع ما بقى من ماله ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقى بعد الدين ثم يقسم الباقى بين ورثته بالكتاب والسنة واجماع الامة فيبدأ باصحاب الفرائض وهم الذين لهم سهام مقدرة فى كتاب الله تعالى ثم يبدأ بالعصبات من جهة النسب والعصبة مطلقا كل من

سے ۱ تکفین و تجہیز سب سے مقدم ہے تجہیز سے مراد ہر وہ چیز جس کی میت محتاج ہو قبر تک تمام اخراجات تجہیز میں داخل ہیں۔ تبذیر و تقتیر نہ پائی جائے یعنے خرچ مقدار سے زائد اور کم نہ کیا جائے کفن میں مرد کے تین کپڑے ہوتے ہیں قمیص اور دو چادریں، تین سے زائد تبذیر ہے اور کم تقتیر ہے۔ عورت کے پانچ کپڑے (دو چادریں، قمیص، دوپٹہ، سینہ بند) ہوتے ہیں، پانچ سے زائد تبذیر اور کم تقتیر ہے۔ اسی طرح وہ زندگی میں جیسے کپڑے پہنتا تھا ان سے زائد قیمت خرچ کرنا تبذیر اور کم تقتیر ہے متوسط درجہ کا کفن ہو۔ عیدوں پر استعمال ہونے والا لباس اعلیٰ دوستوں کو ملنے کے لیے استعمال ہونے والا متوسط اور گھر پہننے والا گھٹیا، اگرچہ بعض حضرات نے عیدوں پر پہننے والے کپڑوں جیسا کفن دینا بھی پسند کیا۔ زیادہ حضرات نے متوسط کو پسند کیا ہے۔

سے ۲ تجہیز و تکفین کے بعد قرضے ادا کیے جائیں۔ قرض کو کفن سے مؤخر کیا گیا ہے کیونکہ کفن بعد از موت انسان کا لباس ہے جس طرح زندگی میں لباس پہلے ہے اسی طرح بعد از موت بھی کیونکہ زندگی میں مقروض انسان کے لباس کو اتار کر فروخت کر کے قرض ادا نہیں کیا جائے گا ایسے ہی موت کے بعد بھی ہوگا۔ قرض کا ذکر وصیت سے پہلے کیا حالانکہ نظم آیت میں وصیت کا ذکر پہلے ہے " من بعد وصیۃ توصون بہا او دین "۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے قرض کو وصیت سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا۔ آیت کریمہ میں وصیت کا پہلے اس لیے ذکر کیا کہ وصیت وراثت کے مشابہ ہے کیونکہ موصیٰ لہ کو مال بغیر عوض کے مل جاتا ہے ورثاء پر ادا کرنا شاق ہوتا ہے لیکن قرض کو ادا کرنے میں وہ مطمئن ہوتے ہیں وصیت کو پہلے ذکر کر کے اس پر عمل کرنے کے لیے برانگیختہ کیا گیا ہے۔

نقطہ: میت نے اگر حقوق اللہ کی وصیت کی ہو یعنے نماز دن روزوں کے فدیہ ادا کرنے کی تو اس صورت میں پہلے بندوں کا قرضہ ادا کیا جائے گا پھر بقیہ مال کے تہائی حصہ میں سے وہ فدیہ ادا ہوگا۔ اگر میت نے وصیت نہیں کی تو اس کے ورثاء میں سے کوئی شخص از روئے تبرع، یعنے از خود اس پر مہربانی کرتے ہوئے فدیہ ادا کرے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ فدیہ ہی قبول کرے یا اسے صدقہ کا ثواب عطا فرمائے۔

سے ۳ تجہیز و تکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد جو مال بچے گا اس کے تہائی حصہ پر وصیت جاری ہوگی۔ اور بقیہ دو حصے ورثاء میں اس طرح تقسیم ہوں گے جیسا کہ آیات قرآنیہ میں ذکر کیا گیا ہے یا حدیث شریف میں جدات کے لیے سدس ذکر کیا گیا ہے اسی طرح اجماع امت سے دادا، پوتا، پوتی کا حصہ جس طرح ثابت ہے اس طرح تقسیم کرے۔

سے ۴ تقسیم ترکہ میں سب سے پہلے اصحاب فرائض کو ان کے حقوق کے مطابق مال دیا جائے گا اصحاب فرائض وہ ورثاء ہیں جن کے حصے قرآن پاک، حدیث پاک میں مقرر ہیں یا اجماع امت سے ان کے حصے مقرر کر دیئے گئے ہیں اصحاب فرائض کو مقدم اس لیے رکھا جاتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " الحقوا الفرائض باہلہا فما القبتہ الفرائض فلاولی رجل ذکر "

تمام مقرر شدہ حصص ان کے حقداروں کو دے دو۔ اصحاب فرائض سے جو حصص باقی بچ جائیں وہ مذکر ولیوں عصبہ کو دیئے جائیں عصبہ بنفسہ مذکر ہی ہوگا کوئی مؤنث نہیں ہوگی جیسا آگے واضح طور پر آجائے گا **سے ۵** اصحاب فرائض سے بعد بچ جانے والا مال عصبہ نسبی کو دیا جائے عصبہ نسبی وہ رشتہ دار ہیں جو اصحاب فرائض سے بچنے والا مال لیتے ہیں اگر اور کوئی وارث نہ ہو تو عصبہ کو کل مال دیا جاتا ہے خیال رہے کہ بعض اصحاب فروض بھی اور وارث کے نہ ہونے پر کل مال لے لیتے ہیں لیکن وہ بعض مال مقرر شدہ حصہ کے مطابق لیں گے اور بعض مال بطور رد یعنے بقیہ مال ان پر لوٹا دیا جاتا ہے لیکن عصبہ اور وارث

[فيه ايماء الى ان اصحاب الفرائض لو استغرقوا المال فلا نصيب للعصبات] [اى يأخذ ويجمع]

يأخذ من التركة ما ابقته اصحاب الفرائض وعند الانفراد يحرز جميع المال ثم يبدأ[۱]

[اى بسبب نعمة الاعتاق] [اى عند عدم مولاء المذكورين بعد اذ بالرد] [على اصحاب الفرائض]

بالعصبة من جهة السبب فهو مولى العتاقة ثم عصبته[۲] ثم الرد[۳] على ذوي الفرض

النسبية بقدر حقوقهم ثم ذوي[۴] الارحام ثم مولى[۵] الموالاة ثم المقر[۶] له بالنسب على

الغير بحيث لم يثبت نسبه باقراره من ذالك الغير اذا مات المقر على اقراره ثم

[وان رجع عنه صح الرجوع]

ف۱ اصحاب فرض سے مال بچ گیا اور عصبہ نسبی نہیں تو مال عصبہ سببی پر تقسیم کیا جائے گا۔ عصبہ نسبی کے ہوتے ہوئے عصبہ سببی کو مال نہیں دیا جائے گا کیونکہ عصبہ نسبی نے کل بقیہ مال لے لینا ہے۔ عصبہ سببی مولی العتاقہ کو کہیں گے یعنی آزاد کرنے والا شخص مذکر ہو یا مؤنث ہو خواہ غلام کو آزاد کرے یا غلامہ کو اس کو ولاءِ عتاقہ اور ولاءِ نعمۃ بھی کہا جاتا ہے۔

ف۲ مولائے عتاقہ کے نہ ہونے کی صورت میں مولی کے عصبہ کو مال دیا جائے گا لیکن مولی کے عصبہ (نسبی) میں مذکر وراثت کے حقدار ہوں گے مؤنث نہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔

"ليس للنساء من الولاء الا ما اعتقن او اعتق من اعتقن الخ"

ولاءِ عتاقہ میں عورتوں کا کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ وہ عورتیں جنہوں نے خود کسی کو آزاد کیا ہو یا جس کو ان کے آزاد کردہ نے آزاد کیا ہو۔

خیال رہے کہ مولی کے عصبہ نسبی اس کے عصبہ سببی سے مقدم ہوں گے پہلے اس کا بیٹا پھر پوتا (وان اسفل) پھر باپ، پھر دادا (وان علا) اسی طرح آگے وہی ترتیب ہوگی جو عصبات میں آئے گی۔

ف۳ عصبہ سببی کے نہ ہونے کی صورت میں بقیہ مال ذوی الفروض نسبی پر ان کے حقوق کے مطابق مال لوٹا دیا جائے گا یعنی اگر کسی وارث کا حق سدس ہے تو بقیہ مال میں بھی اس کا حق سدس ہی ہوگا یہی صورت ثلث وغیرہ میں ہوگی ذوی الفروض کے ساتھ نسبی کی قید اس لیے لگائی ہے کہ ذوی الفروض سببی نکل جائیں۔ زوجین ذوالفروض سببیہ میں سے ہیں ان کے مقرر شدہ حصص ان کو دینے کے بعد بقیہ مال ان پر نہیں لوٹایا جائے گا کیونکہ ان کو قرابت حاصل نہیں لیکن ذوی الفروض نسبی کو قرابت حاصل ہے۔

ف۴ اگر ذوی الفروض میں وہ حضرات نہ ہوں جن پر بقیہ مال لوٹانا تھا تو مال ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ذوی الارحام میت کے وہ قرابتدار ہیں جو ذوی الفروض نہ ہوں اور عصبہ بھی نہ ہوں ذوی الارحام کو اصحاب الفرائض پر رد کرنے کے بعد ذکر کیا کیونکہ اصحاب فرائض کو میت سے زیادہ قرب حاصل ہے اور بنسبت ذوی الارحام کے اعلیٰ درجہ حاصل ہے۔

تنبیہ: اصحاب فرائض کو دو طرح میں سے ایک امر حاصل ہوتا ہے۔ باپ کو بنسبت نواسی کے میت سے زیادہ قرب حاصل ہے اور نواسی کو اگرچہ پردادا سے زیادہ قرب حاصل ہے لیکن پردادا کو علو درجہ حاصل ہے کیونکہ جن اصحاب فرائض کا حصہ قرآن پاک یا حدیث پاک یا اجماع امت سے ثابت ہو ان کو بنسبت قرابت کے بُعد حاصل ہونے کے باوجود اعلیٰ درجہ حاصل رہے گا۔

ف۵ مذکورہ بالا ورثاء میں سے جب کوئی وارث نہ ہو تو مال مولائے موالات کو دیا جائے گا بشرطیکہ زوجین میں سے کوئی ایک نہ ہو اگر کوئی ہو تو اس کا حق فرض مولائے موالات سے مقدم ہوگا لیکن وہ اصحاب رد سے نہیں اس لیے بقیہ مال میں زوجین سے مولائے موالات کا حق مقدم ہوگا۔ مولاءِ موالات یہ ہے کہ ایک شخص مجہول النسب دوسرے کو کہے کہ تو میرا مولیٰ ہے میری موت پر تو میرا وارث ہوگا اور میری جنایت پر تو میرا عاقل یعنے جنایت ادا کرنے والا ہوگا اگر دوسرے نے قبول کر لیا تو وہ وارث و عاقل ہوگا دونوں مجہول النسب ہوں اور دونوں طرف سے اسی طرح کا ایجاب و قبول پایا جائے تو ہر ایک دوسرے کا وارث و عاقل ہوگا۔ جنایۃ کے ادا کرنے سے قبل عقد موالاۃ سے رجوع جائز ہوگا۔

ف۶ پھر وراثت میں وہ شخص حقدار ہوگا جس کے نسب کا میت نے اقرار کیا تھا جب تین شرطیں اس میں پائی جائیں ایک یہ کہ وہ نسب غیر کی طرف منسوب ہو جیسے مجہول النسب کو اس نے اپنا بھائی کہا ہو یہ باپ کی طرف نسبت ہے کہ وہ میرے باپ کا بیٹا ہے دوسری شرط یہ ہے کہ باپ نے تصدیق نہ کی ہو اگر تصدیق کر دے تو وہ حقیقۃ بھائی ہوگا۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اقرار کرنے والا موت تک اپنے اقرار پر قائم رہے۔ اگر اقرار سے انکار کر دیا تو وہ وارث نہیں ہوگا۔

الموصیٰ لہ بجمیع المال ثم بیت المال

فصل

المانع من الارث اربعۃ، الاول الرق وافرا کان او ناقصا والثانی القتل الذی یتعلق بہ وجوب القصاص (ای القتل بالعمد) او الکفارۃ (کما فی شبہ العمد او الخطاء) والثالث اختلاف الدینین والرابع اختلاف الدارین اما حقیقۃ کالحربی والذمی او حکما کالمستامن والذمی

(ای الکافر المجاہر المحارب فی دار الکفر)

سلہ مذکورہ بالاتمام حقداروں میں سے جب کوئی بھی نہ ہو تو پھر تمام مال اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لیے میت نے تمام مال کی وصیت کی تھی کیونکہ قرض کی ادائیگی کے بعد بقیہ مال کے تلث میں وصیت کو اس لیے جاری کیا جاتا ہے کہ ورثار کا حق فوت نہ ہو لیکن جب کوئی وارث نہیں تو کل مال کی وصیت کی تکمیل کی جائے گی اس لیے کہ اب کوئی مانع نہیں۔

سلہ۲ جب مذکورین میں سے کوئی بھی نہ پایا جائے تو میت کا مال کسی بیت المال میں جمع کر دیا جائے تاکہ اس مال میں تمام مسلمان حقدار بن سکیں لیکن یہ مال مسلمانوں میں ان کو میت کا بھائی سمجھ کر بطور وراثت تقسیم نہیں کیا جائے گا بلکہ مستحقین کو بیت المال میں حق رکھنے کی وجہ سے دیا جائے گا کیونکہ اس مال میں مذکر و مؤنث برابر ہوں گے حالانکہ وراثت میں ہر جگہ برابری نہیں، اسی طرح ذمی کا جب کوئی وارث نہ ہو تو وہ مال بھی بیت المال میں جمع کیا جائے گا مسلمان اس کے بھی حقدار ہو جائیں گے حالانکہ مسلمان ذمی کے وارث نہیں ہو سکتے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر بیت المال مستحقین کے حقوق کے مصرف کا بہتر انتظام رکھتا ہو تو بیت المال رد یعنے اصحاب فرائض پر مال لوٹانے اور ذوی الارحام سے مقدم ہوگا اور اگر بیت المال کا نظام درست نہ ہو تو اصحاب رد مقدم پھر ذوی الارحام۔ نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مولا ء موالاۃ اور مقرلہ بالنسب علی الغیر اور موصیٰ لہ بجمیع المال وراثت میں کسی طرح بھی حقدار نہیں۔

سلہ۳ وراثت سے مانع چار ہیں پہلا ان میں سے غلام ہونا، رقیۃ کامل ہو یا ناقص، کامل سے مراد قن (غلام) ناقص سے مراد مکاتب، مکاتبہ مدبر، مدبرہ ام ولد، چونکہ اسباب ملک میں سے کسی سے بھی انکو ملکیت حاصل نہیں ہوتی لہذا وراثت سے بھی ان کو مال نہیں ملے گا اس لیے کہ کسی اجنبی کو بلا سبب وراثت کا حقدار بنانا بالاجماع باطل ہے۔ حجب و منع میں یہ فرق ہے کہ حجب میں جلب نفع، دفع ضرر و نقصان پایا جاتا ہے، حاجب اپنی ذات کے لئے نفع حاصل کرتا ہے اور اپنے نقصان و ضرر کی مدافعت کرتا ہے لیکن منع کسی اور امر کی وجہ سے وراثت سے محروم رکھنا ہے منع دراصل کفر، رقیۃ، انقطاع ولایۃ، انقطاع عصمت کی جزا ہے۔

سلہ۴ دوسرا مانع، وراثت کا مورث کو قتل کرنا۔ ایسا قتل جس سے قصاص یا کفارہ لازم آئے۔ قاتل کو وراثت سے اس لیے محروم کیا جائے گا کہ ممکن ہے اس نے مورث کو قتل ہی وراثت کے جلدی حصول کے لیے کیا ہو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے لا میراث لقاتل قاتل کے لئے میراث نہیں۔

فائدہ: قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔ چار میں وراثت سے محرومیت ہوگی اور ایک میں نہیں۔ پانچ قسمیں یہ ہیں۔ عمد، شبہ عمد، خطار، قائم مقام خطار، قتل بسبب، اول۔ کسی کو عمدا ہتھیار (جو عام قتل کے لیے استعمال ہوتے ہیں) سے قتل کرنا یا ہتھیار کے قائم مقام یعنے نوک دار لکڑی، بانس کا چھلکا، نوک دار پتھر سے قتل کرنا۔ عمد چونکہ قصد کا نام ہے بغیر دلیل کے قصد پر مطلع ہونا ممکن نہیں اس لیے ان چیزوں سے قتل کرنا قصد پر دلیلیں ہیں۔ عمدا سے قتل گناہ اور قصاص لازم آئے گا۔ گناہ بوجہ ارشاد باری تعالیٰ کے ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم الخ قصاص پر ارشاد کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ۔ مقتول کے ورثار کو معاف کرنا یا خون بہا لینا بھی جائز ہے۔ ثانی شبہ عمد امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شبہ عمد یہ ہے کہ ایسے آلہ سے قتل کرے جو عام طور پر قتل میں استعمال ہونے والا ہتھیار نہ ہو اور اس کے قائم مقام بھی نہ ہو لیکن امام شافعی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ایسے آلہ سے قتل کیا جائے جس سے عام طور قتل نہ ہو سکتا ہو، وزنی پتھر لیکن نوک دار نہ ہو اس سے قتل کرنا امام صاحب کے نزدیک شبہ عمد ہے اور صاحبین کے نزدیک عمد چھوٹی لاٹھی وغیرہ سے قتل کرنا بالاتفاق شبہ عمد ہے۔ اس قتل سے بالاتفاق گناہ لازم آئے گا، کفارہ لازم آئے گا۔ دیۃ مغلظہ قاتل کے عاقلہ پر لازم آئے گی اور وراثت سے محروم ہوگا۔ ثالث۔ قتل خطار، اسکی پھر دو قسمیں ہیں اول خطار فی القصد، یعنے کسی کو شکار سمجھ کر تیر وغیرہ مارا واقع میں وہ آدمی

بقیہ صفحہ سابقہ :۔ تھا اس کا فر حربی سمجھ کر مارا لیکن وہ مسلمان تھا۔ دوم خطاء فی الفعل۔ شکار کو نشانہ بنایا نشانہ میں خطا ہو گئی کوئی انسان تیر وغیرہ کی زد میں آ گیا یا اتفاقیہ طور پر کوئی انسان از خود سامنے آ گیا اور وہ زد میں آ گیا۔ ان دونوں میں کفارہ لازم ہے اور عاقلہ پر دیۃ مخففہ لازم ہے اور وراثت سے محرومی ہوگی۔ رابع قائم مقام خطاء۔ مثلاً ایک شخص سوئے ہوئے کروٹ بدلے اور اس کے نیچے آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے۔ اس قتل کے تمام احکام قتل خطاء والے ہیں اسی وجہ سے اس کو ما اجری مجری الخطاء کہا گیا ہے۔ خامس قتل بسبب یعنے کوئی شخص غیر ملکیت میں کنواں کھود دے یا پتھر وغیرہ رکھے اس کی زد میں آ کر کوئی شخص ہلاک ہو جائے۔ اس قتل میں عاقلہ پر دیت لازم آئے گی لیکن کفارہ لازم نہیں آئے گا اور وراثت سے محرومیت لازم نہیں آئے گی پہلی چار قسموں میں وراثت سے محرومیت ہے اور اس آخری صورت میں نہیں۔

فائدہ: قتل سے مراد قتل بغیر حق ہے اگر قتل بحق ہو تو وراثت سے محرومیت لازم نہیں آئے گی۔ اگر کوئی شخص مورث کو حداً یا قصاصاً قتل کرے یا اپنے آپ سے اسکو قتل کرنے سے مندفع کرتے ہوئے قتل کر دے یا عادل یعنے امام کا مطیع باغی کو قتل کر دے تو وراثت سے محرومیت لازم نہیں آئے گی۔ اسی طرح قاتل مجنون یا نابالغ بچہ ہو تو وہ بھی ہمارے نزدیک وراثت سے محروم نہیں ہوگا خلافاً للشافعیۃ

اعتراض: اگر باپ نے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا تو باپ پر قصاص یا کفارہ لازم نہیں آتا لیکن پھر وراثت سے اس کو محروم کر دیا جاتا ہے تو قتل کو قصاص یا کفارہ سے مقید کرنا کیسے صحیح ہے؟

جواب: اصل میں اس قتل کا موجب بھی قصاص ہے لیکن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کی وجہ سے اس پر قصاص لازم نہیں آتا وہ ارشاد گرامی یہ ہے۔ لایقتل الوالد بولدہ ولا السید بعبدہ

تنبیہا: کفارہ قتل میں مومن غلام آزاد کرنا ہے غلام نہ پانے کی صورت میں دو ماہ پے در پے روزے رکھنے ہیں لیکن کفارہ قتل میں ساٹھ مسکینوں کو طعام کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا۔

دیۃ مغلظہ: ایک سو اونٹ اس طرح ادا کئے جائیں پچیس بنت مخاض، پچیس بنت لبون، پچیس حقہ، پچیس جذعہ۔

دیۃ مخففہ: ایک سو اونٹ اس ترتیب سے۔ بیس بنت مخاض۔ بیس ابن مخاض، بیس بنت لبون، بیس حقہ، اور بیس جذعہ۔

دیۃ میں رقم کی مقدار: دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار دس ہزار درہم سے مراد ۲۶۲۵ تولے چاندی کی قیمت اور ایک ہزار دینار سے مراد ۳۷۵ تولے سونے کی قیمت۔

عاقلہ: عقل کا لغوی معنے ہے منع کرنا۔ عقل کو عقل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ قبائح سے مانع ہوتی ہے۔ دیت کو بھی عقل کہتے ہیں کہ دیت ادا کرنے کی فکر سے قتل میں رکاوٹ ہوگی۔ انسان احتیاط کرے گا۔ دیت ادا کرنے والوں کو عاقلہ کہا جائے گا۔ اگر قاتل اہل دیوان سے ہے تو دیت اہل دیوان پر لازم آئے گی جب کہ تمام کا ایک ہی دفتر ہو۔ اگر علیحدہ علیحدہ شہروں یا محلوں میں دفاتر ہوں تو دوسرے دفتر والوں پر دیت لازم نہیں ہوگی۔ اگر ایک شخص غازی ہو تو اس دیوان غزاۃ سے تنخواہ حاصل کرنے والے دیت ادا کریں اگر کاتب ہو تو اس کے شعبہ میں شرکاء ادا کریں گے۔ غرضیکہ ایک جگہ واقع ہونے والا دفتر، ایک ڈیپارٹمنٹ مراد ہے۔ اگر قاتل دفتر والوں، اہل صنعت وغیرہ سے نہیں تو اس کے قرابتدار یا دیگر وہ حضرات جو ایک دوسرے کے کسی طرح بھی معاون ہو سکتے ہوں وہ دیت ادا کریں گے غرضیکہ عاقلہ کے لیے قرابتدار ہونا شرط نہیں بلکہ ایک سوسائٹی کے شرکاء ہونا کافی ہے خواہ کسی سوسائٹی سے ان کا تعلق ہو۔ دیت تین سالوں میں ادا کرنی ضروری ہوگی۔ مزید تفصیل فقہی کتب میں دیکھی جائے

۵ کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوگا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی لا یتوارث اہل ملتین شتی، دو مختلف دین رکھنے والے ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ قیاس یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہو جانا چاہیئے کیونکہ حدیث شریف ہے۔ الاسلام یعلو ولا یعلی، مسلمان کا وارث ہونا علو ہے لیکن حدیث پاک نفس اسلام کے علو پر دال ہے نہ کہ توارث پر۔ کافر و مسلمان کا بچہ مسلمان ہوگا خیر الابوین کے تابع ہوگا۔ یہ علو مراد ہے۔ اسی طرح بحسب الحجۃ یا بحسب القہر اسلام کو علو مرتبت حاصل ہے لیکن مسلمان مرتد کا وارث ہو جائے گا کیونکہ مرتد کو کفر پر نہیں رہنے دیا جائے گا بلکہ اسلام پر اس کو واپس لایا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔ اس لیے مسلمان کو نفع پہنچانے کے لیے وراثت میں مسلمان کے حکم میں سمجھا جائے گا۔ لیکن مرتد مسلمان کے مال سے نفع نہیں حاصل کر سکے گا۔ صاحبین کے نزدیک مطلقاً مسلمان کو وراثت حاصل ہوگی۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالت اسلام میں کسب شدہ مال کا مسلمان وارث ہوگا لیکن حالت ارتداد کا کسب شدہ مال فئی ہوگا

۶ جب حربی دار حرب میں مر جائے اس کا کوئی باپ بیٹا دار اسلام میں ذمی ہو تو وارث نہیں ہوگا۔ اسی طرح ذمی دار اسلام میں مر جائے تو اس کا باپ بیٹا وغیرہ دار حرب میں رہنے والا وارث نہیں ہوگا۔ کیونکہ ذمی اہل دار اسلام ہے اور حربی اہل دار حرب ہے، اگرچہ وہ دونوں ملت واحدہ پر ہیں لیکن تباین دارین کی وجہ سے ان کی ایک دوسرے پر ولایت منقطع ہے۔ وراثت کی دار و مدار ولایت پر ہے کیونکہ وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے ملکاً اور یداً اور تصرفاً۔

۷ حربی کو امان دی گئی وہ دار اسلام میں آ کر اگر مر جائے اس کا رشتہ دار دار اسلام میں ذمی ہو تو اس کا وارث نہیں ہوگا اسی طرح وہ ذمی کا وارث نہیں بظاہر ایک ہی دین اور ایک ہی ملک ہے لیکن حکماً علیحدہ علیحدہ ملک کے سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ مستامن کو مدت امن ختم ہونے پر جبراً واپس بھیج دیا جائے گا بخلاف ذمی کے وہ ہمیشہ دار اسلام میں بوجہ ذمہ رہے گا۔

او الحربيين من دارين مختلفين والدار انما تختلف باختلاف المنعة اي العسكر واختلاف الملک لانقطاع العصمة فيما بينهم

باب معرفة الفروض ومستحقيها

اي السهام المعينة

الفروض المقدرة في كتاب الله تعالى ستة النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس تنصيفا وتضعيفا واصحاب هذه السهام اثنا عشر نفرا اربعة من الرجال وهم الاب والجد الصحيح وهو اب الاب وان علا والاخ لام والزوج وثمان من النساء الزوجة والبنت وبنت الابن وان سفلت و

سے ۱ ایک دار (ملک) دوسرے سے اس وقت مختلف ہوگا جب ہر ملک کی فوج اور بادشاہ علیحدہ علیحدہ ہوں کیونکہ ایک دوسرے کی عصمت یعنے حفاظت لازم نہیں ایک دوسرے سے ان کا قتال واقع ہوتا رہتا ہے وراثت کا حصول ولایۃ وعصمۃ پر ہے عصمت کے نہ ہونے کی صورت میں وراثت حاصل نہیں ہوسکے گی۔ لیکن خیال رہے اختلاف دارین سے مراد دار حرب اور دار اسلام ہے دونوں دار اسلام نہیں باوجود اس کے کہ ان کی فوج اور بادشاہ علیحدہ ہو کیونکہ ان کا ایک دوسرے سے قتال منع ہے ان دونوں میں عصمت پائی جاتی ہے۔ سے ۲ وراثہ کے وہ حصے جو کتاب اللہ میں مقرر شدہ مذکور ہیں وہ چھ ہیں۔ اول نصف: یہ تین جگہ مذکور ہے فقط ایک بیٹی ہو اور اولاد نہ ہو۔ وان کانت واحدۃ فلہا النصف۔ زوج ہو جبکہ زوجہ کی اولاد نہ ہو۔ ولکم نصف ما ترک ازواجکم۔ الخ۔ ایک ہی بہن ہو۔ ولہ اخت فلہا نصف ما ترک۔ دوم ربع۔ یہ دو جگہ مذکور ہے۔ زوج کے لیے جبکہ زوجہ کی اولاد ہو فلکم الربع مما ترکن الخ۔ زوجہ کے لیے جب زوج کی اولاد نہ ہو ولہن الربع مما ترکتم الخ۔ سوم ثمن۔ یہ ایک جگہ مذکور ہے۔ زوجہ کے لیے جب زوج کی اولاد ہو۔ فلہن الثمن مما ترکتم الخ۔ چہارم ثلثان۔ یہ دو جگہ مذکور ہیں۔ بیٹیاں جب ایک سے زائد ہوں۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک۔ بہنیں جب ایک سے زائد ہوں۔ فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان۔ پنجم ثلث۔ یہ دو جگہ مذکور ہے۔ ماں کے لیے فلامہ الثلث۔ اولاد ام جب ایک سے زائد ہو۔ فان کانوا اکثر من ذالک فہم شرکاء فی الثلث۔

سے ۳ ششم سدس۔ یہ تین جگہ مذکور ہے۔ ابوین کے لیے ولابویہ لکل واحد منہما السدس۔ اور فرمایا فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس اور ولد ام (مذکر ومؤنث) کے لیے۔ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس۔ سے ۴ تنصیفا اور تضعیفا کو سمجھنے کے لیے پہلے یہ سمجھا جائے کہ مقرر شدہ حصص کل چھ ہیں اور قسمیں ان کی دو ہیں۔ پہلی قسم نصف، ربع، ثمن اور دوسری قسم ثلثان، ثلث، سدس۔ پھر ہر ایک کی تین تین قسمیں بطور تنصیف بنائیں یا بطور تضعیف۔ بطور تنصیف یعنے نصف کو نصف کریں تو ربع اور ربع کو نصف کریں تو ثمن اور تضعیف کا مطلب دوگنا کریں۔ یعنے ثمن کو دوگنا کریں تو ربع اور ربع کو دوگنا کریں تو نصف۔ اسی طرح ۲ قسم میں تنصیف یعنے ثلثان کو نصف کریں تو ثلث اور ثلث کو نصف کریں تو سدس اور تضعیف یعنے سدس کو دوگنا کریں تو ثلث اور ثلث کو دوگنا کریں تو ثلثان سے ۵ ان حصص کے حقدار کل بارہ اشخاص ہیں مردوں میں سے چار باپ، جد صحیح، بھائی جو ماں کا بیٹا ہے لیکن باپ علیحدہ ہیں اور خاوند عورتوں میں سے آٹھ ہیں زوجہ، بیٹی، پوتی اگرچہ نیچے چلی جائیں یعنے پوتے کی بیٹی یا پرپوتے کی بیٹی اسی طرح سلسلہ نیچے جلائے۔ سگی بہن، باپ کی طرف سے بہن، ماں کی طرف سے بہن اور ماں اور جدہ صحیحہ خیال رہے کہ ان مقرر شدہ حصص کے حقداروں کے حقوق قرآن پاک، حدیث پاک، اجماع امت میں سے کسی سے بھی ثابت ہوں وہی اصحاب فروض ہیں کیونکہ فرض یعنے سہم مقدرہ ہے۔ تنبیہ: وہ بہن، بھائی جو ماں اور باپ دونوں طرف سے سگے ہوں ان کو عینی کہتے ہیں اور جو صرف باپ کی طرف سے سگے ہوں وہ علاتی اور جو صرف ماں کی طرف سے سگے ہوں وہ اخیافی ہیں سے ۶ جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف منسوبیت میں ام کا واسطہ نہ ہو، جد صحیح جیسے اب الاب علی ہٰذا

الاختُ لابٍ وامٍّ والاختُ لابٍ والاختُ لامٍّ والامُّ والجدّةُ الصحیحۃُ وھی التی لایدخل فی نسبتھا الی المیّتِ جدٌّ فاسدٌ اَمّا الابُ فلہ احوالٌ ثلٰثٌ الفرضُ المطلق وھو السُدُسُ وذالک مع الابنِ وابنِ الابنِ وانْ سفل والفرضُ والتعصیبُ معًا وذالک مع الابنۃِ اوابنۃِ الابنِ وانْ سفلت والتعصیبُ المحضُ وذالک عندعدمِ الولدِ وولدِ الابنِ وانْ سفل والجدُّ الصحیحُ کالابِ الافی اربعِ مسائلَ وسنذکرھا ان شاءاللہ تعالیٰ فیسقطُ

سلہ جدہ صحیحہ وہ ہے جسکی میت کی طرف نسبت کی جائے، درمیان میں جد فاسد نہ آئے۔ خیال رہے کہ جدہ کا اطلاق دادی نانی دونوں پر ہے۔ جدہ صحیحہ جیسے امُّ الاب۔ اُمّ اب الاب، اُمّ اُب اب الاب۔ فہکذا وان علا۔ جدہ فاسدہ، اُمّ اب اُمّ الاب۔ فہکذا وان علا۔ اسی طرح نانی کی جانب بھی اعتبار کر لیا جائے۔

فائدہ: باپ کو دادا پر مقدم ذکر کیا ہے اس لیے کہ باپ بنسبت دادا کے اقرب ہے اور دادا باپ کے ہوتے ہوئے محجوب ہوتا ہے اور دادا کو اخیافی بھائی سے پہلے ذکر کیا کیونکہ دادا حاجب ہے اخیافی بھائی کے لیے پھر اخیافی بھائی کو زوج سے پہلے ذکر کیا اس لیے کہ اخیافی بھائی کو قربۃ بالنسب حاصل ہے اور زوج کو بالسبب، جبکہ قربۃ نسبی کو سببی پر فوقیت حاصل ہے تو ذکر بھی اسے پہلے کر دیا۔ عورتوں میں زوجہ کو بنت سے مقدم ذکر کیا کیونکہ زوجہ اصل ولادت ہے اولاد اسی سے متولد ہوتی ہے اس لیے پہلے ذکر کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زوجہ کا ذکر زوج کے ذکر کے قریب ہو جائے۔ بنت کا ذکر بنت الابن پر اس لئے مقدم ہے کہ بنت اقرب ہے اور بنت الابن قائم مقام ہے بنت کے جب بنت نہ ہو۔ عینی بہن بنسبت پوتی کے میت سے دور ہے اس لئے اسے مؤخر ذکر کیا۔ عینی بہن کو بوجہ علاتی بہن کے قوت قرابت حاصل ہے اس لئے اس کا ذکر مقدم ہے پھر علاتی بہن عینی کے نہ ہوتے ہوئے اس کے قائم مقام ہوتی ہے اس لئے اس کا ذکر اخیافی سے مقدم ہے۔ اخیافی بہن کا ذکر ماں سے مقدم ہے کیونکہ دو اخیافی بہنیں ماں کے لئے حجب نقصان ہیں اسکے ثلث کو سدس کر دیتی ہیں، ام اقرب الی المیت ہونے کی وجہ سے جدہ سے پہلے ذکر کی گئی۔

سلہ باپ کے تین حال ہیں ایک فرض مطلق یعنے صرف اس کو مقررہ حصہ ملے گا باقی مال نہیں ہوگا کہ اس پر لوٹایا جائے اور وہ عصبہ بھی بنے یہ اس وقت ہوگا جب میت کا باپ ہے اور ساتھ ساتھ بیٹا یا پوتا اگرچہ اسی طرح نیچے چلے جائیں موجود ہوں تو باپ کو سدس ملے گا کتاب اللہ میں ہے ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد۔ خیال رہے کہ ولد کا لفظ مذکر و مؤنث میں مشترک ہے۔ بیٹا، پوتا وغیرہ ہوں یا بیٹی، پوتی وغیرہ باپ کو سدس ہی ملے گا، لیکن مذکر اولاد کی صورت میں باپ کو سدس دے کر بقیہ تمام مال مذکر اولاد کو دے دیا جائے گا لیکن مؤنث اولاد کی صورت میں یہ باپ کا دوسرا حال ہوگا۔ فرض مع تعصیب۔ اگر بیٹی، پوتی وغیرہ بھی ہوں تو باپ کو سدس اور بیٹی کو نصف باقی دو حصے رہیں گے اور کسی وارث کے نہ ہوتے ہوئے وہ بقیہ دو حصے باپ کو بطور عصبہ مل جائیں گے، اگر باپ اور دو بیٹیاں ہوں تو باپ کو سدس اور دو یا دو سے زائد بیٹیوں کو دو ثلث اور بقیہ ایک حصہ پھر باپ کو بطور عصبہ دیا جائے گا یہ ہے فرض مع تعصیب۔ باپ کا تیسرا حال تعصیب محض ہے جب میت کی اولاد نہ ہو صرف ماں باپ رہ جائیں تو کل مال کا تہائی حصہ ماں کو بطور فرض اور باقی تمام باپ کو بطور عصبہ ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث۔ خیال رہے کہ اگر صرف باپ رہ جائے تو پھر بھی اسکو بطور عصبہ ہی کل مال ملے گا۔ دلیل ان سب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی الحقوا الفرائض باہلہا فما بقیہ فلاَ ذٰی رجل ذکر۔ فرائض مستحقین کو ادا کر دو اگر مال باقی رہ جائے تو مذکر (بطور عصبہ) اسکے زیادہ حقدار ہیں۔

سلہ جد صحیح باپ کے نہ ہونے پر احکام میراث میں باپ کی طرح ہے البتہ باپ کے ہوتے ہوئے جد صحیح محروم ہوگا لیکن چار مسائل میں جد صحیح باپ سے مختلف ہے۔ اوّل، ام الاب کو اب کے ہوتے ہوئے وراثت نہیں ملے گی لیکن جد صحیح کے ہوتے ہوئے ملے گی۔ دوم، میت جب ابوین اور زوجین میں سے ایک چھوڑ جائے تو زوجین میں سے ایک کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ مال میں سے ماں کو ثلث دیا جائے گا لیکن اگر اب کی جگہ جد صحیح ہو تو ماں کو کل مال کا ثلث (باقی اگلے صفحہ پر)

لِلجدِّ بِالْاَبِ لِاَنَّ الْاَبَ اَصلٌ فی قرابۃِ الجدِ اِلی المیّتِ والجدُّ الصحیحُ ھو الّذی لاتدخل

(ای نُرمج)

فی نسبتہ اِلی المیّتِ اُمٌّ کابَ الْاَبِ واَمّا الْاَوْلادِ الْاُمِّ فاحوالٌ ثلثٌ السُّدُسُ لِلْواحد

(وللمن تدخل فی نسبتہ الی المیت لتہم الاب فانہ جد فاسد کما مر) (مسئلہ کاب الاب) (ای فی قسمۃ) (ای فی استحقاق کل منہم مثل ما یستحقہ الآخر)

والثلث بین الاثنین فصاعدًا ذُکورُھم واِناثُھم فی القسمۃِ والْاِستحقاقِ سواءٌ

(بقیہ صفحہ سابقہ) دیا جائے گا۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثلث مابقی دیا جائے گا۔ سوم: بنی اعیان و علات تمام باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوں گے لیکن جد صحیح کے ہوتے ہوئے ساقط نہیں ہوں گے، سوائے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے۔ ان کے نزدیک جد صحیح کے ہوتے ہوئے بھی ساقط ہوں گے۔ چہارم امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب المعتق کو ابن المعتق کے ہوتے ہوئے بھی ولاء کا سدس دیا جائے گا لیکن جد صحیح کو نہیں دیا جائے گا۔ البتہ دیگر آئمہ کرام کے نزدیک اب اور جد صحیح دونوں ولاء سے محروم ہوں گے۔ مسئلہ ۴ اب کے ہوتے ہوئے جد ساقط ہوگا کیونکہ اب اصل ہے میت کے ساتھ قرابت میں بنسبت جد کے۔

اعتراض: اس طرح تو ام اصل ہے لیکن ام اولادِ ام کے لیے حاجب نہیں۔ معلوم ہوا تمہاری دلیل درست نہیں۔

جواب: اب ذو الفرض ہونے کے ساتھ عصبہ بھی ہے بقیہ مال اس کو بطور عصبہ دیا جائے گا اس لیے جد کے لئے مال باقی نہیں رہے گا لیکن ام فقط ذو الفرض ہے اسکو سہم مقدر دینے کے بعد بقیہ مال اولادِ ام میں تقسیم ہو جائے گا۔

مسئلہ ۱ اولادِ ام یعنے اخیافی بہن، بھائی وراثت کے احکام میں ایک حکم رکھتے ہیں اس لئے ان کو ایک بحث میں جمع کر دیا ہے ورنہ ابھی تک رجال کے احکام بیان ہو رہے ہیں نساء کی بحث بعد میں ذکر ہو رہی ہے۔ اولادِ ام کے تین احوال ہیں۔

اوّل، سدس جب کہ ایک ہی اخیافی بہن یا بھائی ہو تو وہ سدس کے حقدار ہوں گے لقولہ تعالیٰ وان کان رجل یورث کلالۃ او امرأۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منہما السدس۔ میت مذکر ہو یا مؤنث جب کلالہ ہو تو اس کے اخیافی بہن بھائی میں سے کوئی ایک ہو تو وہ سدس کا حقدار ہوگا۔ اگرچہ آیت کریمہ میں مطلقاً ولہ اخ او اخت ہے لیکن حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ولہ اخ او اخت من الام ہے اس لئے مراد اولادِ ام ہے۔ لفظ کلالہ کا معنے کلت الرحم بین فلان و فلان سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب ان کے درمیان قرابت میں بُعد ہو۔ جمہور کے نزدیک کلالہ کی تعریف یہ ہے انہ المیت الذی لا ولد لہ ولا والد لہ یعنے ایسا میت جس کے باپ دادا یا اولاد یا بیٹے پوتے وغیرہ کی اولاد نہ ہو۔

مسئلہ ۲۔ اولادِ ام کا دوسرا حال یہ ہے کہ جب وہ دو یا دو سے زیادہ ہوں مذکر ہوں یا مؤنث ان کو ثلث دیا جائے گا۔ لقولہ تعالیٰ فان کانوا اکثر من ذالک فہم شرکاء فی الثلث۔

جب وہ ایک سے بڑھ جائیں تو وہ ثلث میں شریک ہوں گے

مسئلہ ۳ اولادِ ام میں مذکر اور مؤنث قسمۃ و استحقاق میں برابر ہیں۔ لیکن قسمۃ میں برابری اس طرح ہے کہ ان میں سے مؤنث کا وہی حصہ ہوگا جو مذکر کا ہوگا۔ یعنے مؤنث کا حصہ بنسبت مذکر کے آدھا نہیں ہوگا۔ فہم شرکاء فی الثلث۔ یہ الفاظ گرامی اس پر دال ہیں۔ استحقاق میں برابری اس طرح ہے کہ ان میں سے ایک خواہ مذکر ہو یا مؤنث سدس کا مستحق ہوگا کوئی تفاوت نہیں ہوگا۔ اسی طرح جب ایک سے زائد صرف مذکر ہوں یا صرف مؤنث یا مذکر و مؤنث مخلوط ہوں وہ ثلث کے مستحق ہوں گے، مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

مدنظر رہے کہ استحقاق و قسمت میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے کیونکہ استحقاق واحد اور متعدد دونوں کو شامل ہے لیکن قسمۃ صرف متعدد میں پائی جائے گی واحد میں نہیں۔

یسقطون[۱] بالولد وولد الابن وان سفل وبالاب وبالجد بالاتفاق واما للزوج[۲] فحالتان

ای الاخوة والاخوات الاخیافیة — ای باتفاق اصحاب ابی حنیفة — ای عند عدمها

النصف عند عدم الولد وولد الابن وان سفل والربع مع الولد او ولد الابن وان سفل

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد — یشمل الذکر والانثی

فصل فی النساء

للزوجات[۳] حالتان الربع للواحدة فصاعدة عند عدم الولد او ولد الابن وان سفل والثمن مع الولد او ولد الابن وان سفل واما البنات[۴] الصلب فاحوال

فی الانفراد احتراز عن بنات الابن فان لها ست حالات

۱ اولادِ ام کا تیسرا حال یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد یا اس کے بیٹے کی اولاد ہو اسی طرح سلسلہ نیچے جائے اس کا حکم بھی یہی ہے۔ یا میت کا باپ، دادا ہو تو اولادِ ام کا حصہ ساقط ہوگا کیونکہ اولادِ ام کلالہ کی وارث ہوگی اور کلالہ وہ ہے جس کے باپ، دادا، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہ نہ ہوں۔ کلالہ کی تعریف پر حدیث شریف دال ہے۔ اخرج ابو الشیخ عن البراء قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکلالۃ قال ما خلا الولد والوالد۔

۲ زوج کے دو حال ہیں۔ اول نصف یہ اس وقت ہوگا جب اس کی فوت ہونے والی زوجہ کی اولاد یا اس کے بیٹے، پوتے یا اس سے نیچے کی اولاد نہ ہو۔ دوم ربع یہ اس وقت ہوگا جب زوجہ کی اولاد یا اس کے بیٹے، پوتے یا اس سے نیچے کی اولاد ہو۔ ان دونوں حالوں پر ارشادِ باری تعالیٰ دلالت کر رہا ہے ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لهن ولد فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن الخ یعنے ہر زوج نصف یا ربع کا اپنی زوجہ کے ترکہ سے مستحق ہوگا۔ آیت کریمہ میں مقابلہ جمع کا جمع سے ہے جو تقسیم الفرد بالفرد کا متقاضی ہے جیسے رکبوا علٰے دوابہم۔ وہ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے۔

فائدہ۔ نصف یا ربع کا فرق زوجہ کی اولاد ہونے یا نہ ہونے سے ہوگا۔ زوج کی اولاد کسی اور زوجہ سے ہو اس سے نہ ہو تو کوئی فرق نہیں ہوگا۔ **۳** زوجات کے دو حال ہیں۔ اول ربع جب زوج کی اولاد نہ ہو اور زوج کے بیٹے کی اولاد بھی نہ اسی طرح پر پوتے وغیرہ کی اولاد بھی نہ ہو تو زوجہ ایک ہو یا دو یا تین یا چار ہوں ان کو زوج کے مال کا ربع دیا جائے گا یعنے حصہ ایک ہی ربع ہوگا زوجہ ایک ہو یا زیادہ تمام اسی ایک حصہ میں شریک ہوں گی۔ دوم ثمن۔ جب زوج کی اولاد ہو یا اس کے بیٹے، پوتے، پرپوتے وغیرہ کی اولاد ہو تو زوجہ ایک ہو یا زیادہ مال کا ثمن ان کا حق ہوگا۔ عجیب صورت یہ ہے کہ اگر ایک زوجہ کے کئی زوج ثابت ہو جائیں تو وہ بھی ایک ہی نصف یا ربع میں شریک ہوں گے مثلاً ایک عورت فوت ہو جائے کئی مردوں نے اس کے زوج ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور ہر ایک نے گواہ پیش کر دیئے تو ہر ایک کو بظاہر زوج سمجھ کر وراثت میں شریک کیا جائے گا **۴** صلبی بنات یعنے بیٹیوں کے تین حال ہیں اول نصف، جب اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو لقولہ تعالیٰ وان کانت واحدة فلها النصف دوم ثلثان۔ جب بنات دو یا دو سے زیادہ ہوں لقولہ تعالیٰ فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ما ترک۔ آیت کریمہ میں دو سے زائد کا حکم تو واضح ہے لیکن دو کا حکم بظاہر نہیں سمجھ آرہا اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک دو کا حکم ایک والا ہے یعنے دو کے لیے نصف ہوگا لیکن جمہور کے نزدیک دو اور دو سے زائد کے لیے ثلثان ہوں گے جمہور کے دلائل۔ اول۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا للذکر مثل حظ الانثیین مذکر کو دو مؤنث کے برابر حصہ دیا جائے۔ کم از کم اختلاط کا مرتبہ یہ ہے کہ ایک بیٹا ہو اور ایک بیٹی اس صورت میں کل مال کے تین حصے ہوں گے دو ثلث بیٹے کے اور ایک ثلث بیٹی کا۔ اس سے اشارۃً یہ سمجھ آیا کہ دو بیٹیوں کے انفرادی حالت میں دو ثلث ہوں گے کیونکہ اختلاط کی صورت میں بیٹیاں عصبہ ہوتی ہیں جیسے تیسرے حال میں مذکور ہے۔ دوم۔ دو بہنوں کا صراحۃً ذکر کیا گیا ہے کہ وہ دو ثلث کی حقدار ہیں قولہ تعالیٰ فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان جب بنات رشتہ میں اخوات سے زیادہ قریب ہیں تو ضروری ہے کہ وہ رحم کرنے میں بھی زیادہ حقدار ہوں، اختین کے جب دو ثلث ہیں تو بنتین پر رحم کرتے ہوئے حق ہے کہ انکو بھی دو ثلث دیئے جائیں کیوں کہ نصف حصہ ثلثان سے کم ہے، سوم بیٹی جب بیٹے کے ساتھ ایک ثلث لیتی ہے جو قوی ہے تو دوسری بیٹی جو ضعیف ہے اس کے ساتھ بطریق اولیٰ

لقولہ تعالیٰ فان کانت واحدۃ فلہا النصف

ثلث النصف للواحدۃ والثلثان للاثنتین فصاعدۃ ومع الابن للذکر مثل حظ الانثیین
وھو یعصبہن وبنات الابن کبنات الصلب ولہن احوال ست النصف للواحدۃ
والثلثان للاثنتین فصاعدۃ عند عدم بنات الصلب ولہن السدس مع الواحدۃ
الصلبیۃ تکملۃ للثلثین ولا یرثن مع الصلبیتین الا ان یکون بحذائہن او اسفل منہن

سے ۱ حالِ سوم ۔ یہاں سے بنات صلبیہ کا تیسرا حال بیان کیا جا رہا ہے کہ جب بنات کے ساتھ ابن بھی ہو تو اب ابن ان کو عصبہ بنا دے گا ۔ للذکر مثل حظ الانثیین کا ضابطہ جاری ہوگا یعنی ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے حصہ کے برابر حصہ دیا جائے گا ۔

سے ۲ بنات الابن (پوتیاں) صلبی بنات کی طرح ہی ہیں تین احوال میں لیکن تین احوال ان کے اور علیٰحدہ بھی ہیں اس طرح بنات الابن کے کل چھ احوال ہیں ۔ حالِ اول نصف ۔ جب ایک ہی پوتی ہو تو اس کا حق نصف ہے ۔ حالِ دوم ، ثلثان جب دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ثلثان بشرطیکہ بنات صلبیہ نہ ہوں اس لیے کہ صراحۃً نص وارد ہے فاذا عدمن قامت بنات الابن مقامہن جب بیٹیاں نہ ہوں تو پوتیوں کو ان کے قائم مقام کیا جائے گا ۔

سے ۳ حالِ سوم ، سدس ۔ بنات الابن کو اس وقت سدس دیا جائے گا جب کہ ایک بنت صلبی بھی ہو کیونکہ بنت صلبیہ نصف کی حقدار ہے اور سدس بنت الابن کو دیا جائے گا اس طرح دو یعنی بنت اور بنت الابن کے دو ثلث ہو جائیں گے ۔ بنت نے نصف بوجہ حق قرابۃ کے لینا ہے ۔ ایک سے زائد کے لیے ثلثان تھے ۔ نصف کے بعد ثلثان سے سدس باقی تھا جو بنت الابن کو دے کر ثلثان کی تکمیل کر دی ، اس صورت میں ایک بنت ، الابن کو جس طرح سدس دیا جائے گا اسی طرح ایک سے زائد بھی سدس میں ہی شریک ہوں گی ۔

سے ۴ میت کی اگر دو صلبی بنات ہوں تو بنت الابن ایک ہو یا زائد ہو محروم ہوں گی ، اس لئے کہ حق بنات دو ثلث تھے وہ بنتین نے لے لئے ہیں اب بنات کے حق سے باقی کوئی حصہ نہیں کہ بنات الابن کو دیا جائے ۔ یہ چوتھا حال ہے ۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک بنتین کو نصف اور بنات الابن کو سدس دیا جائے گا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ۔

سے ۵ حالِ پنجم ۔ بنتین صلبیۃ کے ہوتے ہوئے بنات الابن وراثت کی حقدار نہیں لیکن ان کے برابر یا ان کے نیچے کوئی لڑکا ہو تو وہ ان کو عصبہ بنا دے گا ۔ پس بقیہ مال ان کو للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق مل جائے گا ۔ یعنی بنات ذی سہم ہیں وہ عصبہ اس صورت میں نہیں ہوں گی ان کے دو ثلث ان کو دے کر باقی مال کی تقسیم ہو گی جب کہ بنتین کے ساتھ مثلاً دو بنتِ ابن اور ایک ابنِ ابن ہو تو بقیہ ثلث کے دو حصے ابن الابن کو اور ایک ایک حصہ بنت الابن کو دیا جائے گا ۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ لڑکا ان لڑکیوں کا بھائی ہی ہو بلکہ ان کے چچا کے بیٹے کا بھی یہی حکم ہے ۔ یعنی میت کی دو بیٹیاں اور دو پوتیاں (اس کے بیٹے زید کی بیٹیاں) اور ایک پوتا ، (اس کے بیٹے عمرو کا بیٹا) ہو یا زید کی ہی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہو صورت مسئلہ برابر رہے گی ، ان کے نیچے والا بھی ان کو عصبہ بنا دیتا ہے ۔ جیسے میت کی بنتین اور بنتی الابن اور ایک ابنِ ابنِ الابن ہوں تو تقسیم پہلی طرح ہی ہو گی ثلثان ہوں گے بنتین کے لیے بقیہ مال دو حصے ابنِ ابن الابن کے لیے اور ایک ایک حصہ بنت الابن کے لیے ۔ یہاں بھی ضروری نہیں کہ لڑکا ان کے بھائی کا ہی بیٹا ہو بلکہ ان کے چچا کا لڑکا ہو تو بھی صورت وہی رہے گی ۔

فائدہ

پہلی دو صورتیں نصف اور ثلثان ۔ اور یہ پانچویں صورت یعنی بنات الابن کا عصبہ ہونا مشترک ہیں بنات کے تین احوال کے ساتھ لیکن تیسرا اور چوتھا اور چھٹا حال جو مذکور ہیں یہ بنات الابن کے علیٰحدہ تین احوال ہیں ۔

غلامٌ فیعصبھن وحٍ یکون الباقی بینھم للذکرِ مثل حظ الانثیین ویسقطن بالابن و لو ترک المیت ثلث بنات ابن بعضھن اسفل من بعض وثلاث بنات ابن ابن

۵ میت کا ابن بھی ہو اور اسی ابن یا دوسرے کسی فوت شدہ ابن یا زندہ ابن کی بنات بھی ہوں تو اس صورت میں بنات الابن کو حصہ نہیں دیا جائے گا، حالانکہ ابن کے ساتھ بنات ہوتیں تو ان کو للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق حصہ دے دیا جاتا۔ یہ بنات کا حال ششم ہے جو ان کے تین حالات مختلفہ میں سے تیسرا حال ہے۔ فائدہ: بنتین یا بنتی الابن یا اختین یا بنت وغیرہ کے حال جو بیان کئے گئے ہیں وہ اسی صورت میں ہیں جب اور بھی ورثا ہوں اگر یہ اکیلے ہوں تو بقیہ مال ان پر [illegible] جائے گا اس لیے کہ یہ اصحاب رد ہیں ۲ بنات الابن کا حال پنجم جو بیان کیا ہے یہ اس کی مثال ہے اس مسئلہ کو تشبیب کہا گیا ہے اس لیے کہ اس میں بنات ابن کے اختلاط کے مختلف درجات بیان کئے گئے ہیں گویا کہ یہ ایک حسین صورت ہے تشبیب القصیدہ کہتے ہیں کہ کسی قصیدہ کو عورتوں کے ذکر سے حسین وجمیل بنایا گیا ہو۔ شب النار، آگ جلانا، شب الفرس، گھوڑے کا اگلے دونوں پاؤں اٹھانا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ زید فوت ہو گیا اس کے تین بیٹے تھے عمرو، بکر، زاہد، ہر ایک کی اولاد سے تین تین لڑکیاں رہ گئیں جو مختلف واسطوں سے زید تک منسوب ہیں، عمرو کی اولاد میں تین لڑکیاں ہیں سلمٰی، سہیمہ، سلامہ، تینوں کے مدارج مختلف ہیں۔ سلمٰی زید تک ایک واسطہ سے منسوب ہے سہیمہ دو واسطوں سے، سلامہ تین واسطوں سے۔ یہ فریق اول ہے۔ اسی طرح بکر کی اولاد میں تین لڑکیاں ہیں طیبہ، طاہرہ، طالبہ، تینوں مختلف مدارج کی ہیں طیبہ کی نسبت زید تک دو واسطوں سے، طاہرہ تین واسطوں سے، طالبہ چار واسطوں سے۔ یہ فریق ثانی ہے۔ اسی طرح زاہد کی اولاد میں سے تین لڑکیاں مختلف مدارج کی ہیں۔ ان میں سے عمارہ کی نسبت زید تک تین واسطوں سے ہے عطیہ کی نسبت چار واسطوں سے عاصمہ کی پانچ واسطوں سے۔ یہ فریق ثالث ہے۔ اس تمہید کے بعد یہ واضح ہوا کہ فریق اول کی علیا یعنی سلمٰی کے محاذی اور کوئی نہیں کیونکہ یہ ایک واسطہ سے زید کی طرف منسوب اور کسی کو ایک واسطہ حاصل نہیں لہٰذا اس کو بنت کے نہ ہونے کی وجہ سے مقام بنت حاصل ہے اس لیے اس کو نصف مال دیا جائے گا۔ اس کے بعد فریق اول کی وسطٰی یعنی سہیمہ اور فریق ثانی کی علیا یعنی طیبہ دونوں ایک دوسری کی محاذیہ ہیں۔ دونوں ہی دو دو واسطوں سے زید کی طرف منسوب ہیں اس لئے ان دونوں کو سدس دیا جائے گا تاکہ دو ثلث کی تکمیل ہو سکے باقی تمام محروم رہیں گی سوائے اس کے کہ ان کے محاذی یا ان کے نیچے لڑکا ہو پھر وہ ان کو عصبہ بنا دے گا۔ لیکن یہ خیال رہے کہ لڑکا اپنی محاذیات اور مافوق کو عصبہ بنائے گا لیکن ماتحت کو عصبہ نہیں بنائے گا۔ اسی طرح جو ذات سہم ہیں یعنی فریق اول کی علیا جو نصف کی حقدار ہے اور فریق اول کی وسطٰی اور فریق ثانی کی علیا جو سدس کی مستحق ہیں ان کو بھی ماتحت والا لڑکا عصبہ نہیں بنائے گا البتہ ان کا اپنا محاذی ان کو عصبہ بنائے گا۔

مذکورہ بالا بحث کے بعد تفصیلاً مسئلہ سمجھا جائے۔ اجمال کی تفصیل یہ ہے اگر فریق اول کی علیا یعنی سلمٰی کا بھائی ہو تو کل مال کے تین حصے ہوں گے ایک سلمٰی کو اور دو اس کے بھائی کو دیئے جائیں گے باقی سب محروم رہیں گی اگر فریق اول کی وسطٰی یعنی سہیمہ یا فریق ثانی کی علیا یعنی طیبہ کا بھائی ہو یا دونوں کے بھائی ہوں تو سلمٰی کو نصف، باقی نصف سہیمہ اور طیبہ اور ان کے بھائی میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ فریق اول کی سفلٰی سلامہ، فریق ثانی کی وسطٰی طاہرہ، فریق ثالث کی علیا عمارہ سب محاذیات ہیں کیونکہ تینوں زید تک تین تین واسطوں تک منسوب ہیں اگر ان میں سے کسی کا بھائی ہو تو ذات سہم کو تو عصبہ نہیں بنائے گا اس لئے سلمٰی کو نصف اور سہیمہ اور طیبہ دونوں سدس میں شریک ہوں گی بقیہ ایک ثلث سلامہ، طاہرہ، عمارہ اور ان کے محاذی لڑکے میں للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق تقسیم ہوگا باقی تمام محروم ہوں گی۔ فریق ثانی کی سفلٰی طالبہ اور فریق ثالث کی وسطٰی عطیہ دونوں ایک دوسری کے محاذیہ ہیں اگر ان میں سے کسی کا بھائی ہو تو وہ ذات سہم کے بغیر اوپر والی تمام کو عصبہ بنائے گا لیکن فریق ثالث کی سفلٰی عاصمہ محروم ہوگی کیونکہ وہ ان میں سے کسی کے محاذیہ بھی نہیں۔ اور مافوق بھی نہیں بلکہ ماتحت ہے اس لئے سلمٰی بدستور نصف کی حقدار اور سہیمہ اور طیبہ سدس میں شریک۔ اور بقیہ ثلث طالبہ، عطیہ اور ان کے محاذی لڑکے اور ان کے مافوق غیر ذی سہم یعنی سلامہ، طاہرہ، اور عمارہ میں للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق مال تقسیم کیا جائے گا۔ اس صورت میں بقیہ ثلث میں پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے اس لئے بقیہ ثلث کے سات حصے ہوں گے ایک ایک ہر لڑکی کو اور دو لڑکے کو۔ اگر فریق ثالث کی سفلٰی عاصمہ کا بھائی ہو تو ذات سہم کے بغیر اوپر والی تمام کو اور اپنی بہن عاصمہ کو عصبہ بنا دے گا اس صورت میں فریق اول کی علیا سلمٰی نصف کی حقدار اور فریق اول کی وسطٰی سہیمہ اور فریق ثانی کی علیا طیبہ دونوں ہی سدس میں شریک ہوں گی (باقی اگلے صفحہ پر)

آخر بعضهن اسفل من بعض وترک ایضا ثلث بنات ابن ابن ابن آخر بعضهن اسفل من بعض بهذه الصورة ۔
(ابن الابن وبنت ابن ابن الابن وبنت ابن ابن)

میت ——— زید

عمرو — الفریق الاول			بکر — الفریق الثانی			زاهد — الفریق الثالث		
بنتُ ابنٍ	سلمیٰ	العلیا	بنتُ ابنِ ابنٍ	طیبه	العلیا	بنتُ ابنِ ابنِ ابنٍ	عماده	العلیا
بنتُ ابنِ ابنٍ	سہیمه	الوسطیٰ	بنتُ ابنِ ابنِ ابنٍ	طاهره	الوسطیٰ	بنتُ ابنِ ابنِ ابنِ ابنٍ	عطیه	الوسطیٰ
بنتُ ابنِ ابنِ ابنٍ	سلامه	السفلیٰ	بنتُ ابنِ ابنِ ابنِ ابنٍ	طالبه	السفلیٰ	بنتُ ابنِ ابنِ ابنِ ابنِ ابنٍ	عاصمه	السفلیٰ

العُلیا مِن الفریقِ الاوّلِ لا یُوازیہا اَحدٌ والوسطیٰ مِن الفریقِ الاوّل یُوازیہا العلیا مِن الفریقِ الثانی والسُفلیٰ مِن الفریقِ الاوّلِ یوازیہا الوُسطیٰ مِن الفریقِ الثانی والعُلیا مِن الفریقِ الثالثِ والسُفلیٰ مِن الفریقِ الثانی یُوازیہا الوُسطیٰ مِن الفریقِ الثالثِ والسفلیٰ مِن الفریقِ الثالثِ لا یُوازیہا اَحدٌ اِذا عرفتَ هذا فنقول لِلعُلیا مِن الفریقِ الاوّلِ النصفُ ولِلوسطیٰ مِن الفریقِ الاول مع من یوازیہا (وہی العلیا من الفریق الثانی) السُدُسُ تکملۃً للثلثَین

(بقیہ صفحہ سابقہ) باقی چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے یعنے فریق اول کی سفلیٰ سلامہ اور فریق ثانی کی وسطیٰ طاہرہ اور فریق ثانی کی سفلیٰ طالبہ اور فریق ثالث کی علیا عمارہ اور فریق ثالث کی وسطیٰ عطیہ اور فریق ثالث کی سفلیٰ عاصمہ ہیں اس لئے بقیہ ثلث کے آٹھ حصے بنائے جائیں گے ایک ایک حصہ ہر ایک لڑکی کو اور دو حصے لڑکے کو دیئے جائیں گے؛

ضروری توجہ صرف بقیہ ثلث کے حصے آسانی کے لیے بیان کر دیئے گئے کل مال کے کتنے حصے ابتدائی طور پر بنالئے جائیں تاکہ ذات سہم ہیں اور عصبہ میں تقسیم بغیر کسر کے درست ہوسکے یہ طریقہ باب التصحیح کے بیان کے بعد خود بخود واضح ہو جائے گا۔

عہ قال استاذی المکرم شرف قادری، ای اذا کانت البنات ثنتین فبنات الابن مع غلام فی درجتہن او اسفل منہن یاخذن الثلث الباقی علی طریقۃ للذکر مثل حظ الانثیین وان کانت الصلبیۃ واحدۃ فیاخذن النصف الباقی وان لم تکن الصلبیۃ موجودۃ فالکل، واللہ اعلم

ولاشیٔ للسفلیات الا ان یکون معھن غلام فیعصبھن من کانت بحذائہ ومن
کانت فوقہ ممن لم یکن ذات سھم فانھا تاخذ سھمھا ولا تصیر بہ عصبۃ ویسقط
من دونہ واما للاخوات لاب وام فاحوال خمس النصف للواحدۃ والثلثان للاثنتین
فصاعدۃ ومع الاخ لاب وام للذکر مثل حظ الانثیین یصرن عصبۃ بہ لاستوائھم
فی القرابۃ الی المیت ولھن الباقی مع البنات اومع بنات الابن لقول علیہ السلام

ف۱ عینی بہنوں کے پانچ حال ہیں مصنف نے یہاں چار ذکر کئے ہیں اور ایک حال کو علاتی بہنوں کے ساتھ ہی ذکر کیا گیا اختصار کے پیش نظر۔ حال اول نصف جب ایک اخت عینی ہو لقولہ تعالیٰ ولہ اخت فلہا نصف ما ترک۔ ف۲ حال دوم ثلثان۔ لقولہ تعالیٰ فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان۔ جب دو بہنیں ہوں تو انکے لیے دو ثلث ہیں یہاں سے مراد عینی یا علاتی بہنیں ہیں کیونکہ اخیافی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ آیۃ کریمہ سے جب دو کا استحقاق واضح ہو گیا تو دو سے زائد کا استحقاق خود بخود واضح ہو جائے گا کہ وہ بھی دو ثلث ہی ہیں بعض نے اس طرح دلیل دی کہ اختین کا حصہ صراحۃً ذکر کیا تاکہ بنتین کو ان پر قیاس کر لیا جائے اور ما فوق اثنتین بنات کا ذکر صراحۃً کیا تاکہ ما فوق اثنتین اخوات کو ان پر قیاس کر لیا جائے۔

ف۳ حال سوم عصبہ۔ جب عینی اخوات کے ساتھ عینی بھائی بھی ہو تو یہ اس کی وجہ سے عصبہ ہو جائیں گی کیونکہ میت کے ساتھ قرابت میں سب برابر ہیں۔ لہٰذا للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق مال تقسیم ہوگا۔ لقولہ تعالیٰ وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔ اختلاط کی صورت میں اخوات اور اخوۃ میں سے کسی کا حصہ بھی مقدر نہیں بلکہ عصبہ ہیں۔

تنبیہ۔ بعض حضرات نے اس صورت میں اختلاف کیا ہے کہ میت کی جب ایک بیٹی اور ایک عینی بھائی اور ایک عینی بہن رہ جائے تو بیٹی کو نصف دینے کے بعد صرف بھائی کو بقیہ تمام مال بطور عصبہ دیا جائے گا کیونکہ ذی الفروض کو ان کے سہام مقدرہ دے کر مذکر کو بقیہ مال بطور عصبہ دیا جائے گا لیکن جمہور کے نزدیک عینی بہن اور عینی بھائی دونوں کو مال ایک، دو کی نسبت سے دیا جائے گا۔ کیونکہ میت کے ورثاء میں جب بنت اور ابن الابن اور بنت الابن ہوں تو بنت کے نصف کے بعد ابن الابن اور بنت الابن [illegible] تقسیم ہوگا اس میں اجماع لیکن

مسئلہ اخت لاب وام بنت

بخلاف اس کے اگر ورثاء بنت اور عم اور عمۃ ہوں تو بالاجماع بنت کے نصف کے بعد بقیہ صرف چچا کو دیا جائے گا۔ پھوپھی کو نہیں دیا جائے گا۔ اس لئے بہن، بھائی کو پوتے، پوتی پر قیاس کرنا بہتر ہے بنسبت چچا اور پھوپھی پر کیونکہ بیٹی کے نہ ہوتے ہوئے کل مال پوتے، پوتی میں بالاجماع تقسیم ہوگا اسی طرح اجماع ہے کہ بیٹی کے نہ ہوتے ہوئے کل مال بہن اور بھائی میں تقسیم ہوگا لیکن بخلاف اس کے جب بیٹی نہ ہو تو کل مال چچا کو ملتا ہے پھوپھی کو نہیں۔ اس طرح واضح ہوا کہ پوتے، پوتی پر ہی قیاس کرنا درست ہے۔

ف۴ حال چہارم باقی۔ میت کی جب بیٹیاں اور پوتیاں بھی اخوات کے ساتھ ہوں تو بیٹیوں یا پوتیوں کا سہم مقدر ان کو دے کر باقی مال اخوات کو دیا جائے گا۔ ذہن میں رہے کہ یہاں سے مراد جنس بنت اور جنس اخت ہے جمع کا مقابلہ جمع سے ہے تقسیم احاد علے الاحاد ہے۔ ایک بیٹی اور ایک بہن ہو تو بیٹی کو نصف بطور فرض اور بہن کو بقیہ۔ دو بیٹیاں یا دو پوتیاں ہوں تو ان کو دو ثلث بطور فرض بقیہ بہن کو خواہ ایک ہو یا زیادہ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک بنات کے ساتھ اخوات کو تعصیب حاصل نہیں۔ ان کی دلیل ارشاد باری تعالیٰ۔ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک۔ آیۃ کریمہ میں ولد کے نہ ہونے پر بہن کا حصہ نصف بیان کیا گیا ہے۔ ولد کا لفظ مشترک ہے مذکر و مؤنث میں جیسے ام کے ثلث کو سدس اور زوج کے نصف کو ربع اور زوجہ کے ربع کو ثمن کرنے میں ولد کا ذکر ہے لیکن وہ مذکر و مؤنث کو شامل ہے اسی طرح یہاں بھی۔ جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں ولد کا لفظ بالاجماع مذکر کے لیے خاص ہے نیز حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بنت کے لیے نصف بنت الابن کے لئے سدس اور باقی اخت کو دینے کا فتویٰ دیا۔

إِجعلوا الأخواتِ مع البناتِ عصبةً والأخواتُ لِأبٍ كالأخواتِ لِأبٍ وأمٍ ولهن أحوال

سبعٌ النصفُ للواحدةِ والثلثانِ للاثنتينِ فصاعدةً عند عدمِ الأخواتِ لِأبٍ وأمٍ ولهن

السدسُ مع الأختِ لِأبٍ وأمٍ تكملةً للثلثينِ ولا يرثنَ مع الأختينِ لِأبٍ وأمٍ إلا أن يكون

معهن أخٌ لِأبٍ فيعصبهن والباقي بينهم للذكر مثل حظ الأنثيين والسادسة أن

ف۱ علاتی بہنیں عینی بہنوں کی طرح پانچ احوال میں اور ان کے دو حال اُن سے زائد بھی ہیں اس طرح ان کے کل احوال سات ہیں حالِ اول نصف جبکہ ایک ہو، حالِ ثانی، ثلثان، جب کہ دو یا دو سے زیادہ ہوں اس میں شرط یہ ہے کہ عینی بہنیں نہ ہوں بطور دلیل ان میں وہی آیات ہیں جن کا تذکرہ عینی بہنوں کی بحث میں آچکا ہے۔

ف۲ حال سوم، سدس جبکہ میت کی عینی ایک بہن ہو اور علاتی بھی ایک یا زیادہ ہوں تو عینی کو نصف مال اور سدس علاتی کو دیا جائے گا۔ تعداد ان کی جو بھی ہو اس طرح دو ثلث کی تکمیل ہو جائے گی کیونکہ دو یا دو سے زیادہ کے لیے دو ثلث ہیں۔

ف۳ حال چہارم، محرومیت۔ یہ اس وقت ہوگا جبکہ میت کی دو یا زیادہ عینی بہنیں ہوں ان کے ہوتے ہوئے علاتی بہنیں کسی چیز کی بھی وارث نہیں ہوں گی کیونکہ عینی بہنوں کو دو ثلث دیئے جائیں گے جب دو ثلث کی تکمیل ہو چکی ہو تو علاتی بہنوں کے لئے کوئی چیز باقی نہیں رہتی حالِ پنجم، التعصیب فی الباقی جب میت کی دو یا دو سے زائد عینی بہنیں ہوں اور علاتی بہنیں بھی ہیں جتنی تعداد میں ہوں انکے ساتھ علاتی بھائی بھی ہو تو دو ثلث عینی بہنوں کو دینے کے بعد باقی مال علاتی بہن، بھائیوں میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہو جائے گا، ان تمام صورتوں میں وجہ یہ ہے کہ عینی بہن، بھائیوں کی وراثت کا درجہ صلبی اولاد کی وراثت کا ہے اور علاتی بہن، بھائیوں کا مقام اولاد ابن کی طرح ہے ان میں سے ہر ایک کے مذکر و مؤنث کو ان کے مذکر و مؤنث کے احکام حاصل ہوں گے۔

ف۴ حال ششم، عصبہ، جب کہ میت کی بنات یا بنات ابن ہوں اور علاتی بہنیں بھی ہوں تو علاتی بہنیں عصبہ ہوں گی، اگر ایک بیٹی اور ایک علاتی بہن ہو تو نصف بیٹی کو بطور فرض بقیہ نصف علاتی بہن کو بطور عصبہ۔ بیٹی کے نہ ہونے پر پوتی کا حکم بیٹی والا ہی ہوگا۔ اگر دو یا زیادہ بیٹیاں اور علاتی بہن ایک یا ایک سے زیادہ ہوں تو بیٹیوں کو ثلثان اور بقیہ بطور عصبہ علاتی بہن ایک یا زیادہ کو دیا جائے گا، بیٹیوں کے نہ ہونے پر دو یا زیادہ پوتیوں کا یہی حکم ہے ایک بیٹی اور ایک پوتی اور علاتی بہن ایک یا زیادہ ہوں تو بیٹی کو نصف پوتی کو سدس اس طرح دو ثلث کی تکمیل ہو جائے گی بقیہ مال علاتی بہن ایک یا زیادہ کو بطور عصبہ دیا جائے گا

توجہ رہے کہ اس میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اسی طرح اختلاف ہے جیسے عینی بہنوں میں بیان کیا جا چکا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتوٰے جو بالاختصار ذکر کیا تھا وہ مکمل واقع اس طرح ہے حضرت ہذیل ابن شرجیل سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوموسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ میت کی ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہو تو ترکہ کیسے تقسیم کیا جائے آپ نے فرمایا کہ نصف بنت کو باقی اخت کو دے دیا جائے لیکن سائل کو یہ بھی کہا کہ اس کا سوال حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی کرنا کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں آپ سے سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ بنت کو نصف بنت الابن کو سدس تاکہ دو ثلث کی تکمیل ہو جائے باقی اخت کو، جب سائل نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ جب تک تمہارے درمیان یہ محقق عالم موجود ہیں تو مجھ سے اس طرح کے مسائل نہ پوچھو جمہور کے نزدیک حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسی فتوٰے کے مطابق عمل ہے کہ اخوات مع البنات اور مع بنات الابن عصبہ ہیں۔

کاش آج کے علماء کو بھی یہ سبق حاصل ہوتا کہ غلطی کو غلطی سمجھ لیتے اور اختلاف کا شکار نہ ہوتے، تحقیق و تدقیق کا اختلاف رہے تو باعث رحمت ہے لیکن غلط بات پر اصرار کرنا نادانی ہے۔

ف۵ سادسہ کا صراحۃً ذکر اس لیے کیا ہے کہ اِلّا ان یکون کے استثناء سے کسی کو وہم نہ ہو کہ یہ چوتھی صورت کا تتمہ ہے بلکہ وہ مستقل پانچواں حال بیان کیا گیا ہے۔

يكون عصبة مع البنات او مع بنات الابن لما ذكرنا وبنو الاعيان[1] وبنو العلات كلهم يسقطون بالابن وابن الابن وان سفل وبالاب بالاتفاق وبالجد عند ابى حنيفة[2] ويسقط بنو العلات ايضا بالاخ لاب وام وبالاخت لاب وام[3] اذا صارت عصبة[4] واما للام فاحوال ثلث السدس مع الولد او ولد الابن وان سفل او مع الاثنين[5] من الاخوة

[1] بنو الاعیان یعنے عینی بھائی، بہنیں اور بنو العلات یعنے علاتی بھائی بہنیں تمام کو وراثت میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا جب کہ ان کے ساتھ مورث کا بیٹا ہو یا پوتا، پر پوتا وغیرہ نیچے اسی طرح ہو۔ اس حکم کی طرح ہی میت کے باپ کے ہوتے ہوئے بھی عینی اور علاتی بہن، بھائی ساقط ہوں گے البتہ جد صحیح کے ہوتے ہوئے صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ ساقط ہوں گے۔ صاحبین کے نزدیک جد صحیح مسقط نہیں۔ ابن کے ہوتے ہوئے بھائی عینی یا علاتی کا سقوط اس آیۃ کریمہ سے ثابت ہے وھو (ای الاخ) یرثہا ان لم یکن لہا ولد۔ یہاں ولد سے مراد ابن ہے بنت نہیں جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ولد اگرچہ مذکر و مؤنث میں مشترک ہے لیکن یہاں بالاجماع صرف مذکر کے لیے ہے۔ البتہ سقوط اخوات دوسری آیۃ کریمہ سے ثابت ہے۔ لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک۔ یہاں بھی بالاجماع ولد سے مراد ابن ہے۔ ابن الابن سے ان کا سقوط اس لیے ہے کہ ابن کے نہ ہونے پر ابن الابن اس کے قائم مقام ہوتا ہے۔ جب ابن کی وجہ سے انکی محرومیت ہے تو یقیناً ابن الابن سے بھی ہو گی۔ باپ کے ہونے پر ان کا حصہ اس لیے ساقط ہے کہ بہن، بھائیوں کا متعلق وراثت میں حصہ اس وقت ہے جب میت کلالہ ہو کلالہ کی تعریف پہلے گذر چکی ہے کہ اس کا باپ بھی نہیں ہوتا۔ جد صحیح کی مکمل بحث ان شاء اللہ باب مقاسمۃ الجد میں آئے گی البتہ اختلاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باپ کے نہ ہونے پر جد صحیح باپ کے قائم مقام لہذا باپ کی طرح ان کیلئے مسقط ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مسقط نہیں۔

تنبیہ۔ عینی بہن، بھائیوں کا یہ پانچواں حال ہے جس کے متعلق ذکر کیا تھا کہ ایک حال عینی اور علاتی کا مشترک ذکر کیا جائے گا تا کہ اختصار ہو جائے۔ اسی طرح ماقبل ذکر کیا تھا کہ جد صحیح باپ کے حکم میں ہے سوائے چار صورتوں کے۔ ان مستثنےٰ صورتوں میں سے ایک یہ ہی ہے۔

[2] علاتی بہن بھائیوں کو عینی بھائی ساقط کر دے گا جیسا ماقبل ذکر کیا جا چکا ہے کہ علاتی اولاد ابن کی طرح ہیں اور عینی اولاد صلبیہ کی طرح ہیں جس طرح ابن کے ہوتے ہوئے اولاد ابن ساقط ہے اسی طرح عینی بھائی کے ہوتے ہوئے علاتی بہن بھائی ساقط ہوں گے۔

اعتراض: یہ آٹھواں حال ہے سات پہلے مکمل ہو چکے ہیں کل سات احوال کیوں بیان کئے ہیں۔؟ جواب: یہ ساتویں حال کا تتمہ ہی ہے کیونکہ حال ایک ہی ہے کہ بنو العلات کب ساقط ہوتے ہیں۔

[3] بنو العلات عینی بہن کے ہوتے ہوئے بھی ساقط ہوتے ہیں بشرطیکہ عینی بہن عصبہ ہو اور وہ بنات یا بنات الابن کے ہوتے ہوئے عصبہ ہوتی ہے۔ میت کی عینی بہن اور بیٹی اور علاتی بہن ہوں تو بنت کو نصف بطور فرض اور باقی عینی بہن کو بطور عصبہ اور علاتی بہن ساقط

[4] ماں کے تین احوال ہیں۔ ایک سدس جب میت کی اولاد ہو یا ابن کی اولاد ہو اسی طرح نیچے ابن الابن وغیرہ کی اولاد ہو اس پر دلیل قولہ تعالیٰ ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد۔ آیۃ کریمہ میں لفظ ولد مشترک ہے۔ مذکر و مؤنث دونوں کو شامل ہے تخصیص پر کوئی قرینہ موجود نہیں۔ لفظ ولد، اولاد صلبیہ اور اولاد ابن کو بھی شامل ہے یا اجماع امت ہے کی اولاد ابن کے ہوتے ہوئے ماں کے لیے سدس ہے

[5] ماں کا حصہ ثلث سے محجوب ہو کر سدس ہو جائے گا جبکہ میت کے دو یا دو سے زائد بہن، بھائی ہوں وہ بہن، بھائی جس جہت سے بھی ہوں یعنے عینی (ماں، باپ کی طرف سے) علاتی (باپ کی طرف سے) اخیافی (ماں کی طرف سے) ماں کے سدس ہونے پر دلیل ارشاد باری تعالیٰ فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس۔ بہن بھائیوں کے ہوتے ہوئے ماں کا سدس ہے۔ لفظ اخوۃ بوجہ اشتراک تمام یعنے عینی، علاتی، اخیافی کو شامل ہے۔ جمہور کے نزدیک ماں کا سدس دو یا دو سے زائد بہن بھائیوں کے ہونے پر ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین یا تین سے زائد کے ہونے پر یہ حکم ہے دو کے ہونے پر یہ حکم نہیں کیونکہ لفظ اخوۃ جمع ہے جمع کے کم از کم تین افراد ہوتے ہیں لیکن جمہور کا قول یہ ہے کہ میراث میں جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے جیسے بنتین اور اختین کا حکم اور بنات اور اخوات کا حکم ایک ہی ہے بلکہ زیادہ حضرات نے یہ جواب پسند کیا ہے کہ جمع کا صیغہ اثنین اور ما فوقہما میں مشترک ہے۔ اسی طرح جمہور کے نزدیک بہن بھائی دو یا زائد جب ماں کے ثلث سے سدس کے لیے حجاب ہوں گے تو بقیہ تمام باپ کا ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک (باقی اگلے صفحہ پر)

وَالْاَخَوَاتِ فَصَاعِدًا مِنْ اَیِّ جِهَةٍ کَانَا وَلِلْاُمِّ ثُلُثُ الْکُلِّ عِنْدَ عَدَمِ هٰؤُلَاءِ الْمَذْکُوْرِیْنَ

ای سواء کانا من بنی الاعیان او العلات او الاخیاف

فَلَهَا ثُلُثُ مَا یَبْقٰی بَعْدَ فَرْضِ اَحَدِ الزَّوْجَیْنِ وَذٰلِکَ فِیْ مَسْاَلَتَیْنِ زَوْجٍ وَاَبَوَیْنِ اَوْ زَوْجَةٍ

المسئلتان لکن یلزم الواجب فیهما ثلث ما بقی مسئلة واحدة ای هو عمدتان لان عدهما مسئلتین حقیقة یوجب زیادة المسائل المستثناة فیها

وَاَبَوَیْنِ وَلَوْ کَانَ مَکَانَ الْاَبِ جَدٌّ فَلِلْاُمِّ ثُلُثُ جَمِیْعِ الْمَالِ اِلَّا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَ فَاِنَّ

فی ما بین المسئلتین — مسئلہ زوج ام جد

(بقیہ صفحہ سابقہ) جتنا کم کیا ہے اس کے حق دار وہی بہن بھائی ہوں گے صورت مسئلہ اس طرح ہے جب میت کے صرف والدین ہوں تو ماں کو ثلث باقی تمام باپ کے لیے۔ اور اگر میت کے ابوین کے ساتھ دو یا دو سے زائد بہن، بھائی بھی ہو تو کل مال کے چھ حصے ہوں گے ماں کا سدس یعنی ایک اور باقی پانچ تمام ہی باپ کے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک چھ سے ثلث دو حصے ہیں وہ ماں کے تھے اور باقی چار باپ کے لیکن اخوۃ واخوات کے ہونے پر ماں کا سدس یعنی ایک، باقی تمام باپ کو دیئے جائیں گے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک باپ کے وہ چار رہی ہوں گے سدس یعنی ایک ماں کا، اور باقی سدس وہ بہن، بھائیوں کا ہوگا جو حاجب بنے ہیں۔ جمہور کے نزدیک دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس، صدر کلام سے پتہ چلا کہ اولاد کے نہ ہونے پر کل مال کے حقدار ابوین ہیں جس میں ماں کا ثلث باقی باپ کا۔ آخر کلام کا مطلب بھی یہی ہے کہ اخوۃ واخوات کے ہونے پر کل مال کے حقدار ابوین ہی ہوں گے البتہ ماں کا ثلث کے بجائے سدس ہوگا۔

سلہ ماں کا دوسرا حال یہ ہے کہ اس کا کل مال کا تہائی دیا جائے گا جب مذکورہ بالا (اولاد، اولادِ ابن وان سفل اور دو یا دو سے زائد بہن، بھائی) نہ ہوں دلیل ما قبل گذر چکی ہے فان لم یکن لہ ولد الخ

سلہ ماں کا تیسرا حال یہ ہے کہ ماں کو ثلث ما بقی دیا جائے گا یعنی کل مال کا ثلث مشروط ہو گیا کہ زوجین میں سے کوئی ایک نہ ہو اور اگر ان میں سے کوئی ایک ہے تو باقی کا ثلث دیا جائے گا۔ میت عورت ہو اس کا زوج اور ابوین ہوں تو اس کے زوج کو نصف (اولاد نہیں) اور باقی کا ثلث ماں کو اور بقیہ باپ کو اسی طرح میت زوج ہو اس نے چھوڑے ہیں زوجہ اور ابوین۔ تو زوجہ کو ربع (میت کی اولاد نہیں) اور باقی کا ثلث ماں کو اور بقیہ باپ کو دیا جائے گا۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک کل مال سے ہی ثلث دیا جائے گا کیونکہ اولاد کے ہوتے ہوئے ابوین میں سے ہر ایک کو اصل مال سے سدس دیا جاتا ہے لقولہ تعالیٰ ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد، اس لیے اولاد کے نہ ہونے پر بھی مطلقاً کل مال سے ثلث دیا جائے گا کل مال سے ثلث کو عدم زوج و زوجہ سے مقید نہیں کیا جائے گا۔ قول باری تعالیٰ مطلق فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث۔ حضرت ابو بکر اصم فقیہ کے نزدیک ماں کو مع الزوج ثلث ما بقی اور مع الزوجہ ثلث الاصل دیا جائے گا کیونکہ مع الزوج ثلث الاصل کی صورت میں ماں کا حصہ باپ سے زیادہ ہو جاتا ہے اس طرح مؤنث کو مذکر پر فضیلت لازم آئے گی یہ درست نہیں اس لئے کہ کل مال کے چھ حصے ہوں گے ان سے زوج کے نصف یعنی تین اور ماں کے اصل سے دو باقی ایک باپ کو ملے گا یہ درست نہیں لیکن مع زوجہ مال کے کل بارہ حصوں سے ربع یعنی تین زوجہ کے کل مال کا ثلث یعنی چار ماں کے باقی حصے پانچ باپ کے یہ درست ہے۔ جمہور کے نزدیک آیۃ کریمہ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث کا مطلب یہ ہے کہ جس مال کے ابوین وارث ہوں گے اس کا ثلث ماں کو دیا جائے گا برابر ہے کہ کل مال کا ثلث ہو یا جمیع مال کا۔

سلہ اگر میت کے ورثاء میں زوجین سے ایک اور ابوین سے ماں لیکن باپ کی جگہ جد صحیح ہو تو طرفین کے نزدیک اس صورت میں ماں کو کل مال کا ثلث دیا جائے ماں کا حصہ کسی صورت میں جد صحیح سے زائد ہو جائے تو کوئی حرج نہیں البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی ماں کو زوجین میں سے کسی ایک کا حصہ دینے کے بعد ثلث ما بقی دیا جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک جد صحیح ماں کو اسی طرح عصبہ بنائے گا جیسے باپ کیونکہ اگر کل مال سے ماں کو ثلث دیا جائے تو زوج کی صورت میں جد صحیح کا حصہ ماں سے کم ہو جائے گا اس طرح مؤنث کو مذکر پر فضیلت لازم آئے گی یہ درست نہیں۔ طرفین کی طرف سے جواب یہ دیا جائے گا کہ مذکر پر مؤنث کی افضلیت اس وقت منع ہے جب ایک ہی درجہ کے ہوں جب درجہ میں تفاوت ہو تو منع نہیں ماں اور باپ ایک درجہ کے ہیں لیکن ماں اور جد صحیح میں تفاوت ہے، جیسے میت کے ورثاء میں زوجہ، عینی بہن اور علاتی بھائی ہو تو زوجہ کو چار میں سے ربع یعنی ایک عینی بہن کو بھائی پر حصہ میں فضیلت لازم آ گئی لیکن کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کو بنسبت مذکر کے میت سے زیادہ قرب حاصل ہے۔ طرفین کے نزدیک صورت مسئلہ اس طرح ہے زوجہ فوت ہو جائے ورثاء اس کے زوج، ماں اور جد صحیح ہوں تو زوج کو چھ میں سے نصف یعنی تین، ماں کو ثلث یعنی دو اور باقی ایک جد صحیح کو۔ اگر زوج فوت ہو جائے ورثاء اس کے زوجہ، ماں، جد صحیح ہوں تو زوجہ کو بارہ میں سے ربع یعنی تین اور ماں کو ثلث یعنی چار اور جد صحیح کو باقی یعنی پانچ دیئے جائیں گے۔

لہا ثلث الباقی وللجدۃ السدس لام کانت او لاب ولحدۃ کانت او اکثر اذا کن ثابتات

متحاذیات فی الدرجۃ ویسقطن کلہن بالام والابویات ایضا بالاب۔ وکذالک بالجد الا

۵۱ جدہ کے لیے سدس ہے خواہ وہ جدہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی جانب سے ایک ہی سدس ہوگا خواہ ایک ہو یا زیادہ لیکن جدہ کا حصہ دو شرطوں سے مشروط ہے، ایک یہ کہ جدہ صحیحہ ہو فاسدہ نہ ہو۔ جدہ صحیحہ وہ جو میت کی طرف منسوب ہو درمیان میں اب کا واسطہ نہ ہو جیسے اُمِّ اُمّ یا اُمِّ اُمِّ اُمّ۔ ہکذا الی النہایۃ۔ لیکن ام اب الام فاسدہ ہے اسی طرح جد صحیح وہ ہے جو میت کی طرف منسوبیت میں بواسطہ مؤنث نہ ہو، اگر ہو تو جد فاسد۔ اسی طرح جس جدہ میں جد فاسد کا واسطہ ہو وہ جدہ فاسدہ ہے مثلاً اُمّ الاب یا ام اب الاب۔ الی النہایہ صحیحہ ہے۔ اُمّ اب اُمّ الاب فاسدہ ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ متحاذیات ہوں یعنے میت کی طرف منسوبیت میں ایک جیسے واسطے ہوں ام الام اور ام الاب دونوں سدس میں مشترک ہیں لیکن ام ام الام، اور ام الاب میں سے ام الاب کے لیے سدس لیکن ام ام الام ساقط، اسی طرح ام الاب اور ام اب الاب میں سے ام الام کے لئے سدس ام اب الاب ساقط۔ ایک جدہ کو سدس دینے پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری اور مغیرہ بن شعبہ اور قبیصہ بن ذؤیب رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جدہ کو سدس دیا۔ جب زیادہ اور متحاذیات ہوں تو ایک ہی سدس میں شریک ہوں گی اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ام الام آئی اس نے اپنی بیٹی کی وراثت کا مطالبہ کیا آپ نے فرمایا تم صبر کرو میں صحابہ کرام سے مشورہ کرتا ہوں کیونکہ تمہارا ذکر کتاب اللہ میں نہیں میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہیں سنا۔ پھر آپ نے صحابہ کرام سے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ام الام کو سدس دیا ہے آپ نے فرمایا کہ کوئی اور بھی گواہ ہے کہ محمد بن مسلمہ نے اس کی شہادت دی تو آپ نے اس کو سدس دیا پھر ام الاب آئی اس نے میراث کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں تم بھی اسی سدس میں شریک ہو تم میں سے جو بھی اکیلی ہو وہ مکمل سدس لے لے گی۔ دونوں ہوں تو دونوں سدس میں مشترک ہونگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ایسے ہی فیصلہ فرمایا تو ام الاب نے کہا میں زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے بیٹے کی اولاد میری وارث ہے لیکن ام الام کو یہ مقام حاصل نہیں کیونکہ اس کی بیٹی کی اولاد اس کی وارث نہیں لیکن آپ نے وہی فیصلہ برقرار رکھا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ **۵۲** جدات ماں کے ہونے پر ساقط ہیں خواہ وہ ماں کی طرف (امیات) سے ہوں یا باپ کی طرف سے (ابویات) ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ ماں وارثہ ہو اسی

پر اجماع ہے۔ امیات کا سقوط اس وجہ سے ہے کہ وہ ماں کی وجہ سے میت کی طرف منسوب ہیں اور دونوں کا سبب یعنے امومۃ ایک ہی ہے اسلئے اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد ساقط ہوتا ہے لہذا ام کے ہوتے جدات امیات ساقط ہوں گی لیکن جدات یعنے ابویات اگرچہ ادلاء یعنے منسوبیۃ میں ماں کے واسطہ کی محتاج نہیں لیکن سبب یعنے امومۃ میں متحد ہیں، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ابویات من وجہ امیات سے اضعف حال بھی ہیں کیونکہ حضانۃ (پرورش) میں امیات مقدم ہیں اور ابویات مؤخر **۵۳** ابویات باپ کی موجودگی سے بھی ساقط ہو جاتی ہیں یہ قول حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا ہے اسی پر جمہور علما ہیں۔ حضرت عمر و بن مسعود اور حضرت ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہما اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ جدہ (ام الاب) اب کے ہوتے ہوئے بھی سدس کی وارث ہوگی جیسے ام الام کو اب کے ہوتے ہوئے سدس کا وارث بنایا جاتا ہے ان حضرات کے نزدیک جدات کی وراثت بوجہ ادلاء (انتساب) کے نہیں بلکہ ان کا استحقاق بوجہ اسم جدہ کے ہے اور جب کہ ام الام کا نام جدہ ہے وہ اب کے ہوتے ہوئے وارث ہے تو ام الاب بھی جدہ ہے لہذا ام الام کی طرح اسکو بھی وراثت ملے گی ساقط نہیں ہوگی۔ جمہور کی طرف سے اس کا اس طرح رد کیا گیا ہے کہ دو وجہ (یعنے اتحاد سبب اور انتساب) حجب میں مؤثر ہیں۔ اسی طرح اتحاد سبب جب انتساب سے منفرد ہو تو اسکے ساتھ بھی حجب کا تعلق ہوگا جیسے بنات ابن بنتین کے ہوتے محجوب ہیں یہاں اتحاد سبب یعنے بنتیت ہے لیکن انتساب نہیں کیونکہ اولاد ابن بسبب بنت، میت کی طرف منسوب نہیں بلکہ بسبب ابن ہے، اسی طرح جب انتساب منفرد ہو تو پھر بھی حجب ثابت ہوگا جیسے جدہ یعنے ام الاب میت کی طرف باپ کی وجہ منسوب ہے لیکن جدہ اور اب میں اتحاد سبب یعنے امومۃ نہیں لہذا باپ کے ہوتے ہوئے بوجہ انتساب کے ام الاب محجوب ہوگی لیکن ام الام کو انتساب اور اتحاد سبب میں ام سے ہی شرکت ہے اب سے نہیں جبکہ ام الام بوجہ اب کے میت سے منسوب نہیں اور نہ ہی سبب میں متحد ہیں تو اب کے ہوتے ہوئے امیات ساقط نہیں ہونگی **اعتراض**: اخیافی بھائی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہے حالانکہ وہ میت کی طرف ماں کے واسطے سے ہی منسوب ہے؟ **جواب**: حجب کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک اتحاد سبب وہ تو ظاہر ہے کہ نہیں پایا گیا کیوں کہ اخیافی بھائی کو وراثت بوجہ اخوۃ کے حاصل ہوتی ہے امومۃ کی وجہ سے نہیں دوسری وجہ ہے ادلاء یعنے انتساب وہ مشروط ہے مطلق نہیں، شرط یہ ہے کہ مدلی یعنے منتسِب اور مدلی بہ (منتسب بہ) ایک حصہ میں مشترک ہوں پھر منتسب بہ کے ہوتے منتسب محجوب ہوگا لیکن اخیافی بھائی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

أُمَّ الأبِ وَإن علَتْ[۱] فَإنّها ترِثُ مع الجَدِّ لِأنّها لَيست مِن قِبَلِهِ وَالقُربىٰ[۲] مِن أيِّ جهةٍ كانت تحجبُ البُعدىٰ مِن أيِّ جهةٍ كانت وارثةً[۳] كانتِ القُربىٰ او محجوبةً وإذا كانتِ الجدّة[۴]

واحترز بقی الظہیریۃ ان المحجوبۃ لاتحجب اصلا

(بقیہ صفحہ سابقہ) اور ماں ایک ہی نصیب میں مشترک نہیں اخیافی بھائی عصبہ ہے اور ماں ذی الفروض ہے۔ ماں کے ہونے کے باوجود اس کا سہم مقدر ادا کرنے کے بعد اخیافی بھائی کو عصبہ کے طور پر مال دیا جائیگا لیکن بخلاف ام الاب اور اب کے وہاں معاملہ بالعکس ہے کیونکہ باپ منتسب ہے اور عصبہ ہے جبکہ ام الاب منتسب اور ذی فرائض سے ہے عصبہ نے دوسرے وارث کے نہ ہونے پر کل مال لینا ہے لہذا یہاں ام الاب شریک ہے اب کے نصیب میں اس لئے اب کے ہوتے ہوئے ام الاب محجوب ہو گی۔

۴ اسی طرح ابویات کو جد صحیح کے ہونے پر بھی ساقط کر دیا جائے گا سوائے ام الاب کے وہ ساقط نہیں ہو گی کیونکہ وہ جد کی زوجہ ہے جس طرح باپ کے ہوتے ہوئے ماں ساقط نہیں کیونکہ وہ اس کی زوجہ ہے چونکہ زوجہ بوجہ زوج کے میت کی طرف منتسب نہیں۔

---

۱ اگرچہ یہ سلسلہ اوپر چلا جائے جیسے اُمِّ اُمِّ الأب یا اُمِّ اُمِّ اُمِّ الأب۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امویات اب کے ہونے پر ساقط نہیں۔ اب الاب کے ہونے پر اگرچہ ام الاب نہیں ساقط لیکن ام اب الاب یا ام اب اب الاب اسی طرح اوپر چلنے والا سلسلہ ساقط ہو گا۔ یہ صورت اس وقت ہے جبکہ جد کا بُعد میت سے ایک درجہ ہو۔

۲ جدہ قربیٰ جس جہت سے بھی ہو جدہ بعدیٰ کے لیے حجاب بنتی ہے۔ جیسے جدہ لام جب قریب تو دونوں طرف کی جدہ بعیدہ کے لیے حاجب ہے جیسے ام الام حاجب ہے ام ام الام کے لیے اور ام اب الاب کے لئے بھی۔ اسی طرح جدہ لاب جب قریب ہو تو دونوں کے لئے حاجب ہو گی جیسے ام الاب حاجب ہے ام اب الاب کے لئے اور ام ام الام کے لئے بھی۔

۳ جدہ قریبہ ہر لحاظ سے جدہ بعیدہ کے لئے حاجب ہے خواہ وہ قریبہ وارث ہو یا محجوبہ ہو جس طرح ام الاب وارث ہے جب اب نہ ہو یہ حاجب ہے ام ام الام کے لیے اور ام اب الاب کے لیے بھی۔ اسی طرح قریب والی محجوبہ ہونے کے باوجود بھی بعیدہ کے لئے حاجب ہے جیسے ام الاب وارث نہیں ہوتی جب کہ اب ہو، (ابویات اب کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتی ہیں امویات نہیں ساقط ہوتیں) لیکن یہ جب قریب ہو گی تو محجوبہ ہونے کے باوجود بعیدہ کے لیے حاجب ہے جیسے ام الاب حاجب ہے ام اب الاب اور ام ام الام کیلئے باوجود اس کے کہ اب ہو یہ خود وارث نہیں لیکن دوسری بعیدہ کے لئے حاجب ہے، اس کی نظیر اور یہ ہے کہ اخوات خود محجوب ہوتی ہیں جب اب ہو لیکن ام کے لئے حاجب نقصان ہوتی ہیں یعنی اس کے ثلث کو سدس کی طرف منتقل کر دیتی ہیں۔

۴ جب ایک جدہ ایسی ہو جس کو میت سے ایک نسبت ہو اور دوسری جدہ کو دو یا دو سے زائد نسبتیں حاصل ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان کے بدنوں کا اعتبار کریں گے کہ بدن دو ہیں لہذا دونوں کو مال کا سدس نصف نصف دیا جائے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ان کی نسبتوں کا لحاظ کرتے ہیں ان کے نزدیک جس کو ایک نسبت حاصل ہے اس کو ایک ثلث اور جس کو دو نسبتیں حاصل ہیں اس کو دو ثلث دیئے جائیں گے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہی قول سفیان ابن سعید ابن مسروق ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

ذاتَ قرابةٍ[1] واحدةٍ كاُمّ اُمِّ الأبِ والأُخرٰی ذاتَ قرابتَین[2] اَو اکثر کاُمّ اُمِّ الاُمّ وھی ایضا

کان تکون من جہۃ الاب فقط او من جہۃ الام فقط.

اُمّ ابِ الأبِ بھذہ الصورۃ
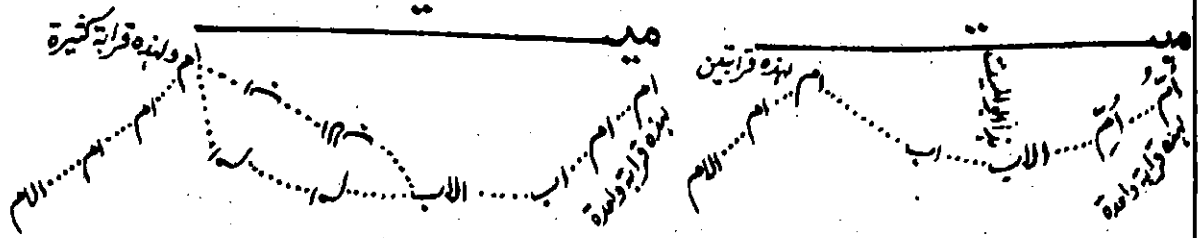
وھو روایۃ عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ وعلیہ الفتوی کذا فی المضمرات.

یُقسَم السُّدسُ بینھما عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انصافاً باعتبارِ الأبدان وعند

وھو المفتی بہ ویہ جزم فی الکنز

محمد رحمہ اللہ تعالٰی اثلاثاً باعتبارِ الجہاتِ۔ ای جہات القرابۃ من قبل الام او الاب.

[1] صورت اس کی یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کے بیٹے کا نکاح اپنی بیٹی کی بیٹی سے کیا اب ان کی اولاد کی وہ عورت جدہ ذی قرابتین ہے کیونکہ ام ام الام ہے اور ام اب الاب بھی ہے۔ یہاں دوسری عورت وہ ہے جس کی بیٹی کا نکاح اسی پہلی عورت (جس کا ذکر ہو چکا ہے) کے بیٹے سے کیا تھا جس کا بیٹا پیدا ہوا وہ ام اب اب المیت ہے اس کو صرف ایک ہی قرابت حاصل ہے۔ یہ دونوں جدہ ایک مرتبہ میں ہیں کوئی کسی کے لئے حاجب نہیں دونوں وارث ہیں ان کی وراثت میں اختلاف وہ ہے جو مذکور ہو گیا۔

[2] ایک عورت نے اپنے ابن الابن کا نکاح اپنی بنت البنت سے کیا ان کا ابن پیدا ہوا اسی عورت نے اپنی دوسری بنت بنت البنت سے نکاح کیا ان سے پیدا ہونے والے بچے کی وہ عورت ام ام ام الام اور ام ام الاب اور ام اب الاب ہے جب دوسری عورت جو پہلی عورت کے پہلے بیٹے سے اپنی بنت کا نکاح کرنے والی ہے وہ اس ولد کی صرف ام ام اب الاب ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میت کے جب دو چچا زاد ہوں ان میں سے ایک اخیافی بھائی بھی ہو تو اخیافی بھائی سدس کا حقدار بطور فرض ہے اور دوسرے بھائی کے ساتھ عصبہ بھی ہے اور وارث ہونے کی صورت میں وہ مال جو اس کے فرض سے باقی رہے گا وہ دونوں پر لوٹایا جائے گا۔ اسی طرح زوجین جب چچا زاد ہوں، زوجہ فوت ہو جائے اس کا خاوند جو چچا زاد ہے وہ اور اس کا دوسرا چچا زاد ہوں تو زوج ذی فرض بھی ہے اور عصبہ بھی ہے نہ زوج نصف بطور فرض لے گا بقیہ نصف دونوں میں بطور عصبہ منقسم ہو گا۔ اسی طرح مجوسی کی موت کے بعد اس کی ماں ہو جو اس کی علاتی بہن بھی ہو، وہ دونوں حصے بطور ام اور اخت ہونے کے لے گی۔

اعتراض: علیتی بھائی دو حصے کیوں نہیں لیتا جب اس کو نسبت لاب اور لام حاصل ہے

جواب: اس کی نسبت باپ کی طرف سے راجح ہوتی ہے لہذا نسبت جو اسکو ماں کی طرف سے حاصل ہے اس کو تابع کر لیا جاتا ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب ذی قرابتین کے ہر قربت کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ نام ہوں تو ان کی دو قرابتوں کو علیحدہ علیحدہ لحاظ کیا جائے گا اور دونوں حق دیئے جائیں گے لیکن جب ذی قرابتین ہونے کے باوجود ایک ہی نام ہو تو ایک ہی نسبت کا لحاظ کیا جائے گا جدہ ذی قرابتین یا ذی قرابۃ کثیرہ ہونے کے باوجود جدہ ہی ہے صورۃ مذکورہ میں دو دو نام نہیں

باب العصبات

العصبات النسبية ثلاثة عصبة بنفسه وعصبة بغيره وعصبة مع غيره اما العصبة
بنفسه فكل ذكر لا تدخل في نسبته الى الميت انثى وهم اربعة اصناف جزء الميت
واصله وجزء ابيه وجزء جده الاقرب فالاقرب يرجحون بقرب الدرجة اعني
اولٰهم بالميراث جزء الميت اى البنون ثم بنوهم وان سفلوا ثم اصله اى الاب ثم
الجد اى اب الاب وان علا ثم جزء ابيه اى الاخوة ثم بنوهم وان سفلوا ثم جزء
جده اى الاعمام ثم بنوهم وان سفلوا ثم يرجحون بقوة القرابة اعني به ان

(اى بذاته لا بتبعية الغير — هذا التعريف ذكره صاحب التبيين ايضا — اى العصبات بانقسيم — اى احقهم واقدمهم — من جهة العصوبة — الاولى الرو بالواو بناء على اللغة المشهورة من اعرابه بالحروف — الاعيانية او العلاتية لا الاخيافية كما سياتي — بعد درجة العمومة عن الميت بالنسبة الى الاخوة — اى بعد الترجيح بقرب الدرجة)

سلہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب ذوی الفروض کے بیان سے فارغ ہوئے تو عصبہ کے بیان کو شروع کیا۔ لغت میں عصبۃ الرجل اس انسان کے باپ کی طرف سے قرابتداروں کو کہتے ہیں۔ عصبہ کی دو قسمیں ہیں نسبی اور سببی۔ جب عصبہ نسبیہ قوی ہے سببیہ سے تو نسبیہ کو پہلے ذکر کیا۔ عصبۃ نسبیہ کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔ **سلہ ۲** عصبہ بنفسہ وہ ہے جو میت کی طرف بغیر واسطہ مؤنث منسوب ہو کیونکہ مؤنث عصبہ بنفسہا نہیں ہوتی بلکہ عصبہ بغیرہا اور مع غیرہا ہوتی ہے جیسے کہ ان شاء اللہ آگے ذکر آئے گا۔ مؤنث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہونے والا عصبہ بنفسہ نہیں جیسے اولادِ ام یہ ذوی الفروض ہیں اسی طرح اب الام اور ابن البنت ذوی الارحام سے عصبہ نہیں۔ **اعتراض:** عینی بھائی (الاخ لاب وام) عصبہ بنفسہ ہے حالانکہ اس کو نسبت مؤنث کی وجہ سے بھی ہے۔؟ **جواب** اسکی نسبت میں قرابۃ الاب اصل ہے عصوبۃ میں کیونکہ جب فقط قرابۃ الاب ہو تو عصبہ ہے تو قرابۃ الاب اور قرابۃ الام کی وجہ سے عصبہ ہونے میں اسکو اولویت حاصل ہو گی اسی وجہ سے عینی بھائی کو علاتی بھائی پر ترجیح دی جاتی ہے لیکن خیال رہے کہ فقط قرابۃ الام عصبہ نہیں بناتی اسی وجہ سے اخیافی بھائی عصبہ نہیں بلکہ ذوی الفروض ہیں۔ **سلہ ۳** جب عصبہ بنفسہ کی تمام یا بعض اصناف موجود ہوں تو جس کو میت سے قرب حاصل ہوگا اسی کو وراثت میں بھی قرب حاصل ہوگا برابر ہے کہ قرب حقیقی ہو یا حکمی۔ قرب حقیقی جس طرح ابن کو ابن الابن پر قرب حاصل ہے اسی طرح اب کو جد پر قرب حاصل ہے تو یہ وراثت میں بھی اقرب یعنے اقدم ہوں گے۔ قرب حکمی جس طرح ابن کو باپ

پر حکما قرب حاصل ہے اگرچہ نسبت میں ایک درجہ ہی ہے **سلہ ۴** قرب درجہ کی وجہ سے جب وراثت میں ترجیح دی جاتی ہے تو اس وجہ سے جزءِ میت یعنے اسکے بیٹے اور بیٹوں کے بیٹے اسی طرح یہ سلسلہ نیچے چلا جائے یہ استحقاق وراثت میں اولیٰ ہیں اس کے بعد اصلِ میت یعنے اب پھر جد یعنے اب الاب پھر اسی طرح جو سلسلہ اوپر چلا جائے۔ بیٹوں کو باپ پر اسلئے مقدم کیا جاتا ہے کہ بیٹے فرع ہیں اور اب اصل ہے۔ فرع کا اصل سے اتصال زیادہ واضح ہے بنسبت اصل کے فرع کے ساتھ اتصال سے۔ جیسے کہ بیع الارض کے تابع ہے بیع البناء والاشجار لیکن بیع البناء والاشجار کے تابع بیع الارض نہیں۔ لہٰذا ظہورِ اتصال ان کے میت سے قربت پر حکما دال ہے اگرچہ بیٹے اور باپ دونوں ہی میت سے بلا واسطہ منسوب ہیں، اور بنو البنین مقدم ہیں اب پر بوجہ بنوۃ کے کیونکہ بنوۃ کو ابوۃ پر استحقاق مقدم حاصل ہے اگرچہ بنو البنین میں واسطہ ہے اب میں واسطہ نہیں لیکن پھر بھی ان کو تقدیم حاصل رہے گی **سلہ ۵** جد کو اب الاب سے مقید کیا ہے کیونکہ اب الام جد فاسد ہے اس لئے کہ جس جد میں مؤنث کا واسطہ ہوگا وہ فاسد ہوگا اگر جد متعدد ہوں تو اقرب کے ہوتے ہوئے ابعد حقدار نہیں ہوگا جیسے اب کے ہوتے ہوئے جد حقدار نہیں مثلاً اب الاب کے ہوتے ہوئے اب اب الاب محروم ہوگا **سلہ ۶** پھر باپ کی جزء یعنے بھائی حقدار ہوں گے بھائیوں کو اعمام پر مقدم ذکر کیا ہے اسلئے کہ وہ جزء الجد ہیں جس طرح اب مقدم ہے جد پر اسی طرح جزء الاب مقدم ہے جزء الجد پر۔ پھر عینی بھائی علاتی پر مقدم بوجہ اقوی ہونے کے کیونکہ ان کو اتصال من الجانبین حاصل ہے۔ **تنبیہ** عصوبۃ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں بنوۃ بغیر الواسطہ یا بالواسطہ، ابوۃ بغیر الواسطہ یا بالواسطہ، اخوۃ اور اس کے فروع، عمومۃ اور اس کے فروع۔ ترتیب وہی ہے جو ذکر ہو چکی ہے۔ اسی طرح خیال رہے کہ اعمام کے بعد اعمام الاب

ذا القرابتین اولیٰ من ذی قرابۃ واحدۃ ذکرا کان او انثی لقولہ علیہ السلام ان اعیان
بنی الام یتوارثون دون بنی العلات کالاخ لاب وام او الاخت لاب وام اذا صارت
عصبۃ مع البنت اولیٰ من الاخ لاب والاخت لاب وابن الاخ لاب وام اولیٰ من
ابن الاخ لاب وکذالک الحکم فی اعمام المیت ثم فی اعمام ابیہ ثم فی اعمام جدہ
واما العصبۃ بغیرہ فاربع من النسوۃ وھن اللاتی فرضھن النصف والثلثان یصرن
عصبۃ باخوتھن کما ذکرنا فی حالاتھن ومن لا فرض لھا من الاناث واخوھا عصبۃ

۵۱ یعنے ذی قرابتین کو ذی قرابۃ واحدہ پر ترجیح دیں گے خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث مقصد یہ ہے کہ عینی بھائی یا بہن چونکہ الاخ والاخت لاب وام ہوتے ہیں اور علاتی فقط لاب ہوتے ہیں اس لئے عینی کو دو قرابتیں اور علاتی کو ایک قرابت حاصل ہے اس لئے عینی کو علاتی پر ترجیح دیں گے۔

اعتراض: جب عصبہ بنفسہ کو ذکر کیا جا رہا ہے تو او انثی کے لفظ زائد ہیں کیونکہ مؤنث عصبہ بنفسہ نہیں۔

جواب: اگرچہ مؤنث کو ذکر نہیں کرنا چاہیئے تھا لیکن یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ عینی بہن جب بنت کے ساتھ عصبہ ہو جائے تو وہ بھائی عینی بھائی کی طرح علاتی بھائی پر اولیت رکھتی ہے۔ گویا کہ مؤنث کا ذکر بالطبع ہے۔

۵۲ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے کہ بنو الاعیان کو وراثت میں بنو العلات پر ترجیح حاصل ہوگی۔ البتہ حدیث شریف میں بنی الام کو کیوں ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ بنو الاعیان اور بنی العلات کی نسبت باپ کی طرف تو برابر ہے لیکن بنو الاعیان کو ماں سے بھی نسبت حاصل ہے یہی ان کی وجہ فوقیت ہے۔

۵۳ عینی بھائی مطلقاً اور عینی بہن جبکہ بنت کے ہونے پر عصبہ ہو جائے ان کو علاتی بھائی اور بہن پر ترجیح حاصل ہوگی۔ اسی طرح عینی بھائی کے بیٹے کو علاتی بھائی کے بیٹے پر ترجیح حاصل ہے پھر اسی طرح کلام چچا اور باپ کے چچا اور دادا کے چچا میں ہوگی یعنی وہ چچا جو باپ کا عینی بھائی ہے اس کو باپ کے علاتی بھائی پر ترجیح حاصل ہوگی، یہی صورت باپ کے چچا اور دادا کے چچا میں ہوگی کہ ذو قرابتین کو ذو قرابۃ واحد پر ترجیح حاصل ہوگی۔

۵۴ اب عصبہ کی دوسری قسم بیان کی جا رہی ہے وہ ہے عصبہ بغیرہ۔ عصبہ بغیرہ کی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ مؤنث جو ذات فرض ہو اور اپنے بھائی کے ساتھ وہ عصبہ ہو جائے۔ عصبہ بغیرہ وہ چار عورتیں ہیں جن کا فرض نصف اور ثلثان ہے۔ پہلی ان میں سے بنت ہے جب ایک ہو تو نصف اور دو یا دو سے زائد ہوں تو ثلثان کی حقدار ہیں۔ دوسری بنت الابن ہے۔ بنت کے نہ ہونے پر بنت الابن کا حکم بنت والا ہی ہے یعنے ایک کے لئے نصف اور ایک سے زائد کے لئے ثلثان۔ تیسری۔ اخت لاب وام یعنے عینی بہن جب بنت اور بنت الابن نہ ہو تو عینی بہن ایک ہو تو اس کے نصف اور ایک سے زائد کے لئے ثلثان ہوں گے۔ چوتھی اخت لاب یعنے علاتی بہن پہلی تین کے نہ ہونے پر اگر یہ ایک ہو تو نصف اور ایک سے زائد ہوں تو ثلثان کی حقدار ہوں گی۔

۵۵ جیسا ہم نے ان کے حالات میں ذکر کر دیا ہے کہ بنات اور بنات الابن کے عصبہ ہونے پر دال ہے۔ قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین اور عینی یا علاتی اخت کے عصبہ ہونے پر ارشاد باری تعالیٰ ہے وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین۔

۵۶ جو عورتیں ذات فرض نہیں وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ نہیں ایک وجہ تو یہ ہے کہ ابھی ذکر کیا ہے کہ یہ صرف چار عورتوں کے متعلق ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ذات فرض کو اگر اس کے بھائی کے ساتھ عصبہ نہ بنایا جائے تو مؤنث کو مذکر پر فوقیت لازم آئے گی جو درست نہیں۔

لا تصير عصبةً باخيها كالعم والعمة المال كله للعم دون العمة واما العصبة مع غيره

فكل انثى تصير عصبةً مع انثى اخرى كالاخت مع البنت لما ذكرنا. واخر العصبات مولى

العتاقة ثم عصبته على الترتيب الذى ذكرنا لقوله عليه السلام الولاء لحمة كلحمة النسب

ولا شئ للاناث من ورثة المعتق لقوله عليه السلام ليس للنساء من الولاء الا

ف۱ جیسے چچا اور پھوپھی خواہ وہ باپ کے عینی بہن بھائی ہوں. یا علاتی ہوں، مال تمام چچا کو ہی ملے گا پھوپھی کو نہیں، اسی طرح عینی چچا یا علاتی چچا کا بیٹا ہو یا بیٹی ان میں سے ابن العم مال کا مستحق ہوگا بنت العم نہیں. یہی حال عینی یا علاتی بھائی کے بیٹے اور بیٹی میں ہوگا یعنے ابن الاخ کو مال دیا جائے گا بنت الاخ کو نہیں.

ف۲ عصبہ نسبی کی تیسری قسم عصبہ مع غیرہ ہے اسکی تعریف یہ ہے کہ ایک مؤنث دوسری کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائے جس طرح عینی یا علاتی اخت بنت کے ساتھ عصبہ ہو جاتی ہے بنت سے مراد عام ہے صلبی ہو یا بنت الابن ہو اسی طرح یہ بھی عام ہے کہ ایک ہو یا زائد ہوں. نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ اخوات کو بنات کے ساتھ عصبہ بناؤ. آپ کے ارشاد میں الف لام جنسی ہے جس کا معنے جمعیت باطل ہے یعنے جنس اخت کو جنس بنت سے عصبہ بناؤ خواہ ایک ہو یا زائد.

تنبیہ: عصبہ بغیرہ اور مع غیرہ میں فرق یہ ہے کہ عصبہ بغیرہ میں مؤنث نے جس سے عصبہ بنا ہے وہ بذاتہ خود عصبہ ہے اور عصبہ مع غیرہ میں وہ ذات فرض ہے البتہ دونوں کے اجتماع سے عصوبۃ حاصل ہوتی ہے.

ف۳ ابتداءً عصبہ کی دو قسمیں بیان کی گئیں عصبہ نسبی اور عصبہ سببی، پہلی قسم کی تین قسمیں بالتفصیل بیان ہو گئیں اب دوسری قسم عصبہ سببی کو بیان کیا جا رہا ہے وہ ہے مولائے عتاقہ. یعنے جب معتق کا کوئی عصبہ نسبی نہ ہو تو پھر اس کا عصبہ بالسبب معتق ہوگا پھر وہی عصبہ نسبی والی ترتیب کا یہاں بھی لحاظ کیا جائے گا کہ اگر مولیٰ نہ ہو پھر جزء مولیٰ سب سے مقدم ہے وان سفل پھر اصول پھر جزء اب المولیٰ پھر جزء جد المولیٰ. اگر ابن المولیٰ اور اب المولیٰ دونوں ہوں تو کل مال ابن المولیٰ کا ہوگا عند الطرفین. لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عصبہ نسبی کی طرح اب سدس کا حقدار ہوگا لیکن طرفین کی طرف سے جواب یہ ہوگا کہ نسبی میں اب ذی فرض ہے لیکن سببی میں کوئی بھی ذی فرض نہیں، اگر ابن المولیٰ اور جد المولیٰ ہوں تو بالاتفاق تمام مال ابن کا ہوگا جد کا نہیں. اگر جد اور اخ ہوں تو عند الطرفین یہ دونوں برابر ہیں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جد اولیٰ ہے

ف۴ الولاء بالفتح بمعنے نصرۃ وقرابۃ اور اصطلاح شرع میں وہ تناصر جو ارث وعقل وعتق ثابت کرے. حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ولاء کا تعلق نسب کے تعلق کی طرح ہے (لحمہ کا لغوی معنے بانا (جو تانا کا مقابل ہے) اس کو ہبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ فروخت کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو وارث بنایا جا سکتا ہے.

اعتراض: حدیث شریف میں لا یورث حالانکہ بیان کیا جا چکا ہے کہ معتق کے فروع واصول وغیرہ وارث ہوتے ہیں.

جواب: حدیث شریف میں لا یورث کا مطلب یہ ہے کہ اس میں کوئی ذی فرض وارث نہیں ہوتا.

ف۵ معتق کے ورثاء میں سے مؤنث کو ولاء حاصل نہیں ہوگی یعنے عصبہ سببی میں فقط عصبہ بنفسہ ایک ہی قسم پائی جاتی ہے دوسری دونوں قسمیں عصبہ بغیرہ اور عصبہ مع غیرہ نہیں پائی جاتیں.

ف۶ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کو ولاء حاصل نہیں سوائے اس کے کہ وہ خود کسی کو آزاد کریں یا ان کا آزاد کردہ کسی کو آزاد کرے یا خود کسی کو مکاتب بنائیں یا ان کا مکاتب کسی کو مکاتب بنائے یا خود یہ کسی کو مدبر بنائیں یا ان کا مدبر کسی کو مدبر بنائے یا ان کا آزاد کردہ ولاء اپنی طرف کھینچ کر ان کی طرف پہنچائے یا ان کے آزاد کردہ کا آزاد کردہ ولاء کھینچ کر ان تک پہنچائے.

ما اعتقن او اعتق من اعتقن او كاتبن او كاتب من كاتبن او دبرن او دبر من دبرن او جر ولاء معتقهن او معتق معتقهن ولو ترك ابا المعتق وابنه عند ابی یوسف رحمة الله علیه سدس الولاء للاب والباقی للابن وعند ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ الولاء كله للابن ولا شیء للاب ولو ترك ابن المعتق وجده فالولاء كله للابن بالاتفاق ومن ملك ذا رحم محرم منه عتق علیه ویكون ولاؤه

لان زیادة اتصال الابن وكثرة قربه من المیت بالنسبة الی الجد اظهر ——— ثم یتفرع علی ابن المعتق وان لم یكن اختیاریا سبب الولاء

مسئلہ ۱ جر ولاء کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت کے غلام نے اذن مولاۃ سے غیر کی جاریہ سے نکاح کیا پھر اس غیر نے اپنی جاریہ کو آزاد کر دیا ان دونوں کو ولد آزاد ہوگا کیونکہ ولد رقیۃ وحریۃ میں ماں کے تابع ہوتا ہے لہذا اس ولد کی ولاء اسکی ماں کے مولیٰ کو حاصل ہوگی لیکن اس ولد کے باپ کو جب اسکی مولاۃ آزاد کر دے تو اب ولد کی ولاء اس کے باپ نے اپنی طرف کھینچ لی پھر اس کے بعد وہ ولاء اس کی مولاۃ کو حاصل ہو جائے گی اگر اس ولد کا اور کوئی وارث نسبی نہ ہوا تو اس کے باپ کی مولاۃ اسکی وارث ہوگی۔ جر معتق معتقہن کی صورت یہ ہے کہ ایک عورت نے اپنا غلام آزاد کیا پھر اس آزاد کردہ نے ایک غلام خریدا پھر اس غلام کا نکاح کسی شخص کی جاریہ سے کیا جس کے مولیٰ نے اس کو آزاد کر دیا اب ان کے ولد کی ولاء اس کی ماں کے مولیٰ کو حاصل ہوگی پھر جب اسکے باپ کو آزاد کر دیا گیا وہ ولاء اسکی طرف منتقل ہو جائے گی پھر اس کے بعد اس کے مولے کی طرف پھر اس کے بعد اسکی مولاۃ کی طرف منتقل ہو جائے گی دلیل اسکی یہ ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک غلام خرید کر آزاد کیا جس کی زوجہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی آزاد کردہ غلامہ تھی اب انکی اولاد میں ان دونوں کا ولاء کا تنازع ہوا ہر ایک چاہتا تھا کہ ولاء مجھے حاصل ہو جب یہ دونوں اپنا مقدمہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تب آپ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا اس سے پتہ چلا کہ باپ نے آزاد ہوتے پر ولاء کو اپنی طرف کھینچ لیا پھر وہ ولاء اس کے مولیٰ کی طرف منتقل ہوگئی۔

مسئلہ ۲ اگر آزاد کردہ غلام نے مولیٰ کا باپ اور بیٹا چھوڑا تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولاء کا سدس باپ کو اور باقی بیٹے کو دیا جائے گا۔ طرفین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ولاء تمام بیٹے کو حاصل رہے گی باپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ولاء اثر ملک ہے جس طرح وہ اپنا نسبی باپ اور بیٹا چھوڑتا تو باپ کو سدس ملتا اسی طرح ولاء میں بھی باپ کو سدس حاصل ہوگا لیکن طرفین کے نزدیک ولاء میں وراثت نہیں جاری ہوتی یعنی ولاء میں سہام مقدرہ نہیں پائے جاتے اس لئے صرف ابن ہی بوجہ قربت مستحق ہوگا۔

مسئلہ ۳ اگر آزاد کردہ نے مولیٰ کا ابن اور جد چھوڑا ہو تو تمام ولاء کا مستحق ابن ہوگا جد نہیں اس میں اتفاق ہے کیونکہ جد کا اتصال بوجہ اب ہے جب اب سے ابن مقدم ہے تو یقیناً جد سے بھی مقدم ہوگا۔

مسئلہ ۴ جو شخص ذی رحم محرم کا مالک ہوگا وہ اس پر آزاد ہو جائے گا تفصیل مقام یہ ہے کہ قرابۃ کی تین قسمیں ہیں۔ قریبۃ، متوسطہ، بعیدہ۔ قرابۃ قریبہ ذی رحم محرم کی دو قسم ہے۔ بطریق اصلیۃ اور بطریق فرعیہ، پہلی قسم جیسے ابوین واجداد وان علوا۔ دوسری قسم جیسے اولاد اور اولاد الاولاد وان سفلوا۔ جو شخص ان میں سے کسی کا بھی مالک ہوگا وہ اس پر آزاد ہو جائے گا آزادی کی نیت کرے یا نہ کرے۔ اور اس کو ولاء بھی حاصل ہوگی۔ قرابۃ متوسطہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک تو ذی رحم محرم کا ہو لیکن وہ اسکے اصول فروع سے نہ ہو بلکہ اخوۃ اخوات اور ان کی اولاد ہو وان سفلوا۔ اسی اعمام وعمات اور اخوال وخالات لیکن ان کی اولاد نہیں جو شخص ان میں سے کسی کا مالک ہوا وہ اس پر آزاد ہو جائے گا۔ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اختلاف ہے۔ قرابۃ بعیدہ یہ ہے کہ ایک شخص ذی رحم کا مالک ہو لیکن وہ ذی رحم محرم نہ ہوں بلکہ غیر محرم ہوں جیسے اولاد الاعمام والعمات اور اسی طرح اولاد الاخوال والخالات یہ ذی رحم تو ہوتے ہیں لیکن محرم نہیں ہوتے اسی وجہ سے ان سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی کا کوئی شخص مالک ہوگیا تو وہ اس پر آزاد نہیں ہوگا۔ بلا خلاف قرابۃ متوسطہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اختلاف پر دلیل اس طرح قائم کی ہے کہ اگرچہ ان میں قرابۃ ہے لیکن ان میں اصول و فروع کی طرح جزئیۃ نہیں۔ لہذا کوئی ایک اپنے صاحب پر آزاد نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کی ایک دوسرے کے حق میں شہادت قابل قبول ہے (باقی اگلے صفحہ

ولاشئ للوسطی — وان تولدت بین حرۃ وعبد — وفی الشرحین ہکذا الصغری عشرون دینارا والکبری ثلثون دینارا

لہ بقدر الملک کثلث بنات للکبری ثلثون دینارا وللصغری عشرون دینارا فاشترتا اباہما بالخمسین ثم مات الاب وترک شیئا فالثلثان بینہن اثلاثا بالفرض والباقی بین

من الترکۃ — من تلک الترکۃ — لانہا اعتقت خمسۃ العشرین — ای الثلث الباقی

مشتریتی الاب اخماسا بالولاء ثلثۃ اخماسہ للکبری وخمساہ للصغری وتصح من خمسۃ واربعین

لانہا اعتقت ثلثۃ اخماس الاب بثلثین — ای المسألۃ — منہ

باب الحجب

بازداشتن — مانع من نصر

لہ الحجب علی نوعین حجب نقصان وھو حجب عن سہم الی سہم وذٰلک لخمسۃ نفر للزوجین والام وبنت الابن والاخت لاب وقد مر بیانہ وحجب حرمان والورثۃ فیہ

من اصحاب الفروض — ادانی — سے اقل — ای حجب النقصان — فی احوال ہولاء

(بقیہ صفحہ سابقہ) ایک دوسرے کو یہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں ان میں قصاص جاری ہو سکتے ہیں اسی طرح یہ ایک دوسرے کی زوجہ سے مطلقہ یا بیوہ ہونے پر نکاح کر سکتے ہیں بخلاف والدین اور مولودین میں کوئی صورت بھی نہیں پائی جا سکتی. ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنے بھائی کو بازار میں فروخت ہوا دیکھا تو میں نے خرید لیا ہے. اب میں چاہتا ہوں کہ میں اسے آزاد کر دوں. آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اسے خود ہی آزاد کر دیا ہے اس سے پتہ چلا کہ اخوین میں جب عتق ہے تو باقی بھی صورتوں میں حکم یہی ہوگا.

سے ۵ ولاء بقدر ملک حاصل ہوگی جس طرح ایک شخص کی تین بیٹیاں ہوں بڑی نے تیس دینار اور چھوٹی نے بیس دینار خرچ کر کے اپنے باپ کو اس کے مالک سے خریدا وہ آزاد ہوگا اس کی موت پر اس کی تینوں بیٹیوں کو دو ثلث بطور سہم مقدر کے دیئے جائیں گے ایک ثلث بقیہ صرف ان دو کو دیا جائے گا جنہوں نے باپ کو خریدا تھا. متوسطہ جس نے نہیں خریدا تھا وہ ولاء سے محروم ہوگی. بقیہ ایک حصہ کے تین حصے کبریٰ کو اور دو حصے صغریٰ کو دیئے جائیں گے کل پینتالیس حصوں سے تقسیم صحیح ہوگی. تیس تینوں کو اور پندرہ سے نو کبرےٰ کو اور چھ صغرےٰ کو.

لہ حجب کا لغوی معنے ہے منع کرنا اسی سے حجاب لیا ہوا ہے جس کے ذریعے کسی کو مستور کیا جائے اور اس کی طرف نظر کرنے سے منع کیا جائے اور اس علم والوں کی اصطلاح میں حجب کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کو دوسرے کی وجہ سے مکمل طور پر مال سے منع کر دیا جائے یا بعض مال سے. یہاں حجب مبنی للمفعول استعمال ہے بمعنے محجوب کے. سے ۲ حجب کی دو قسمیں ہیں حجب نقصان اور حجب حرمان. پہلی قسم یعنے حجب نقصان یہ ہے کہ ایک وارث کا دوسرے کی وجہ سے سہم اکثر اقل کی طرف منتقل ہو جائے. یہ پانچ وارثوں کو حاصل ہوگا. زوجین، ام، بنت ابن اور علاتی اخت. اگرچہ ان کے احوال میں ان کا نقصان ذکر ہو چکا ہے تاہم اختصاراً پھر ذکر کیا جاتا ہے زوج اولاد کی وجہ سے نصف سے محجوب ہو کر ربع کی طرف منتقل ہوگا. زوجہ اولاد کی وجہ سے ربع سے ثمن کی طرف. ام اولاد کی وجہ سے یا ایک سے اکثر اخوۃ واخوات کی وجہ سے ثلث سے سدس کی طرف. بنت الابن بنت صلبیہ کی وجہ سے نصف سے سدس کی طرف ثلثین کی تکمیل کے لیے. علاتی اخت عینی اخت کی وجہ سے نصف سے سدس کی طرف ثلثین کی تکمیل کے لئے منتقل ہوں گی. سے ۳ دوسری قسم ہے حجب حرمان. اس میں ورثاء کے دو فریق ہیں ایک وہ جو کسی وقت بھی محروم نہیں ہوتے جیسے ابن، اب، زوج، بنت، ام اور زوجہ. اعتراض: جب یہ کسی وقت بھی محجوب نہیں ہوتے تو ان کو حجب حرمان میں کیسے داخل کیا گیا ہے؟ جواب: لوگ خطابات شرع میں دو قسم ایک وہ جو ان میں داخل ہوتے ہیں جیسے مکلف اور دوسرے وہ جو ان میں داخل نہیں ہوتے جیسے بچہ یا مجنون اگرچہ یہ خطابات میں داخل نہیں لیکن تقسیم میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ حکم کا تعلق کسی چیز سے نفیاً اور اثباتاً ہوتا ہے یہ حکم یعنے حجب بھی بعض ورثاء سے اثباتاً متعلق ہے اور بعض سے نفیاً. اعتراض: کہا یہ گیا ہے کہ یہ کسی وقت بھی محجوب نہیں ہوتے حالانکہ قتل، ردۃ اور رقیۃ سے یہ محجوب بحرمان ہوتے ہیں ع ۵

فريقان فريق لا يحجبون بحال البتة وهم ستة الابن والاب والزوج والبنت والام و الزوجة وفريق يرثون بحال ويحجبون بحال وهذا مبني على اصلين احدهما هو ان كل من يدلي الى الميت بشخص لا يرث مع وجود ذالك الشخص سوى اولاد الام فانهم يرثون معها لانعدام استحقاقها جميع التركة والثاني الاقرب فالاقرب كما ذكرنا في العصبات والمحروم لا يحجب عندنا وعند ابن مسعود رضي الله عنه يحجب حجب

فعندنا ان ماتت عن زوج واب وابن رقيق فللزوج النصف والباقي للاب والابن محروم

سلہ ایک فریق وہ ہے جو کسی وقت وارث ہوتے ہیں اور کسی وقت محجوب یہ دو ضابطوں پر موقوف ہیں پہلا یہ ہے کہ میت کی طرف ایک وارث دوسرے وارث کی وجہ سے منسوب ہے اب اگر اس منتسب بہ نے خود کل مال لینا ہو تو منتسب کلی طور پر محجوب ہوگا خواہ نسبت میں دونوں کا سبب ایک ہو یا علیحدہ علیحدہ، ایک سبب جس طرح اب اور جد دونوں میں اصلیت ہے اور ابن اور ابن الابن دونوں میں سبب فرعیت ہے اب اور ابن نے اکیلے ہونے کی صورت میں کل مال لینا ہے۔ لہذا ان کے ہوتے ہوئے جد اور ابن الابن محجوب حرمان ہوں گے۔ سبب متحد نہ ہو جیسے اب اور اخوۃ واخوات میں سبب انتساب ایک نہیں لیکن اب نے جب کل مال لینا ہے تو اب کے ہوتے ہوئے اخوۃ واخوات محجوب حرمان ہوں گے۔ اگر منتسب بہ کل مال کا مستحق نہ ہو تو پھر دیکھا جائے کہ دونوں میں سبب ایک ہے یا نہیں اگر سبب ایک ہو جیسے ام اور ام الام دونوں میت کی طرف اصلیۃ کی وجہ منسوب ہیں اگرچہ ام کل مال کی مستحق نہیں لیکن اسی کا حصہ ام الام کو حاصل ہونا تھا اس لئے ام کے ہوتے ہوئے ام الام محجوب حرمان ہو گی۔ اگر سبب ایک نہ ہو جیسے میت کی ام اور میت کے اخیافی اخوۃ واخوات وہ ام کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوں گے۔ ام اپنا حصہ لے گی وہ اپنا۔

اعتراض: تم نے کہا ماں کل مال نہیں لیتی حالانکہ جب اور کوئی وارث نہ ہو تو وہ کل مال کی حقدار ہوتی ہے۔

جواب: مراد یہ ہے کہ کل مال کا استحقاق ایک ہی قسم کا نہ ہو ماں پہلے اپنا فرض لے گی بعد میں بقیہ مال اب کو بطور رد حاصل ہو تو اس طرح کل مال کی وجہ استحقاق ایک نہ رہی۔

سلہ ضابطہ ثانی یہ ہے کہ اقرب وارث ابعد کے لئے حاجب ہوگا خواہ سبب میں اتحاد ہو یا نہ ہو۔ جیسے جدات مع الام اور بنات الابن مع الصلبیتین اور اخوۃ مع الاب محجوب ہوں گے۔

سلہ اگر کوئی وارث کفر وقتل ورقبۃ کی وجہ سے وراثت سے محروم ہو تو وہ خواہ اقرب ہو یا ابعد ہو دوسرے وارث کے لیے حاجب نہیں ہوگا نہ حاجب نقصان اور نہ حاجب حرمان۔ یہی قول عام صحابہ کرام کا ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک عورت مسلمان نے ایک کافر بیٹا اور مسلمان زوج اور دو اخیافی بھائی مسلمان چھوڑے اسکی وراثت میں حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس طرح فیصلہ فرمایا کہ زوج کے لیے نصف۔ اور ثلث اخوین کے لیے بطور ذوی فرض ہونے کے اور ما بقی بوجہ عصبہ ہونے کے لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک محروم دوسرے کے لئے حاجب نقصان ہوگا اسی مسئلہ میں ان کے نزدیک کافر بیٹے کا وراثت میں اعتبار ہوگا۔ اگرچہ وہ خود محروم ہوگا لہذا زوج کے لیے ربع اور اخوین کے لیے ثلث اور ما بقی بوجہ فرض وعصبہ کے ہوگا۔

عہ قال استاذی المکرم شرف قادری۔ المراد بالوارث الذی وجد فیہ شیء من الموانع الاربعۃ المذکورۃ سابقا اما المحجوب حجب حرمان فیحجب بالاتفاق کما فی المثال الآتی حیث قال المصنف قدس سرہ کالاثنین الخ۔

النقصان كالكافر والقاتل والرقيق والمحجوب[۱] يحجب بالاتفاق كالاثنين من الاخوة والاخوات

اى باتفاق ابن مسعود معنا لا باتفاق الشافعيه

فصاعدا من اى جهة كانا فانهما لا يرثان مع الاب ولكن يحجبان الام من الثلث الى السدس

اى من الاب او الام او منهما جميعا

باب مخارج[۲] الفروض

اى المقدرة الستة

اعلم ان[۳] الفروض المذكورة فى كتاب الله تعالىٰ نوعان الاول[۴] النصف والربع والثمن

ـــــــــــــــــــــــــــــ

سلہ[۱] محجوب بحجاب حرمان دوسرے کے لیے حاجب حرمان اور حاجب نقصان ہوسکتا ہے جیسے دو یا دو سے زائد اخوة واخوات جس جہت سے بھی ہوں من الابوین ہوں یا من احدہما ہوں یعنے عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی یہ خود میت کے باپ کے ہوتے ہوئے محجوب حرمان ہیں لیکن اسکی ماں کا حصہ ثلث سے سدس کی طرف منتقل کر دیتے ہیں لہذا ام کے لیے حاجب نقصان ہیں، اسی طرح جد یعنے ام الاب باپ کے ہوتے ہوئے محجوب حرمان ہے لیکن یہ دوسری جدہ بعیدہ یعنے ام ام الام کے لیے حاجب حرمان ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک محروم حاجب ہوتا ہے باوجود اس کے کہ وہ خود وارث نہیں ہوتا اسی طرح محجوب بھی حاجب ہوتا ہے بلکہ بطریق اولیٰ کیونکہ وہ من وجہ وارث ہوتا ہے اور من وجہ نہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک محروم بمنزلہ معدوم کے ہوتا ہے نہ تو خود وارث نہ غیر کے لیے حاجب بخلاف محجوب کے وہ وراثت کا بذاتہ اہل ہے فقط حاجب کی وجہ سے محجوب ہے اگر اس کا حاجب نہ ہوتا تو یہ یقیناً وارث ہوتا۔ اس لیے یہ استحقاق وراثت میں میت کی طرح ہے اور غیر کے لیے حاجب ہونے میں زندہ کی طرح ہے۔ تنبیہ: محروم اور محجوب حرمان میں یہ فرق ہے کہ محروم وہ ہوتا ہے جو وراثت کا حقدار ہی نہیں ہوتا جیسے کافر، غلام، قاتل مورث۔ لیکن محجوب حرمان وہ ہوتا ہے جو وراثت کا حقدار ہوتا ہے لیکن کوئی دوسرا وارث اسے حق وراثت سے محروم کر دیتا ہے۔ خیال رہے کہ اردو محاورہ میں مطلق ذکر کیا جاتا ہے اس فرق کو مدنظر کم ہی رکھا جاتا ہے جیسے میں نے یہاں دیدہ و دانستہ یہ لفظ تحریر کئے ہیں کہ "حق وراثت سے محروم کر دیتا ہے" تاکہ گذشتہ حاشیہ میں کہیں کہیں محروم کے الفاظ ملیں تو ان پر کوئی معاند و متکبر ہیچمدانیست کا قائل اعتراض نہ کرے معترض اردو محاورات سے ناواقف وقیانوسی خیال کا حامل ہوگا۔ سلہ[۲] مخارج جمع ہے مخرج کی یعنے وہ چھ فرض جو کتاب اللہ میں مقدر ہیں انکو کون سے اعداد سے نکالنا ہے اس جلئے مخرج کو ذکر کیا جا رہا ہے۔ سلہ[۳] بے شک جو فروض ستہ کتاب اللہ میں مذکور ہیں انکی دو قسمیں ہیں۔ المذکورۃ فی کتاب اللہ کی قید سے سبع اور تسع وغیرہ کو خارج کیا ہے کیونکہ وہ فروض ہیں باب العول کے۔ سلہ[۴] پہلی قسم نصف، ربع، ثمن ہے اور دوسری قسم ثلثان، ثلث اور سدس ہے۔ علے التضعیف کا مطلب ہے کہ دوگنا کرنا اور علے التنصیف کا مطلب ہے نصف نصف کرنا۔ یعنے ثمن کو جب دوگنا کریں تو ربع اور جب ربع کو دوگنا کریں تو نصف اسی طرح جب سدس کو دوگنا کریں تو ثلث اور جب ثلث کو دوگنا کریں تو ثلثان ہو جائے گا تنصیف میں اس کا عکس کریں یعنے نصف کو جب نصف کریں تو ربع اور جب ربع کو نصف کریں تو ثمن اسی طرح ثلثان کو نصف کریں تو ثلث اور ثلث کو جب نصف کریں تو سدس ہو جائے گا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہاں دو عبارتوں سے بیان کرنا ممکن ہوگا۔ تنصیف کی صورت میں نوع اول میں کہا جائے۔ النصف ونصف النصف یعنے ربع ونصفُ نصفِ النصف یعنے ثمن اور نوع ثانی میں کہا جائے الثلثان ونصف الثلثین یعنے ثلث ونصفُ نصفِ الثلثین یعنے سدس۔ اور تضعیف کی صورت میں کہا جائے الثمن وضعف الثمن یعنے ربع وضعف ضعفِ الثمن یعنے نصف اور دوسری قسم میں، السدس وضعف السدس یعنے ثلث اور ضعفُ ضعفِ السدس یعنے ثلثان۔ ان فروض ستہ کو دو قسموں میں منقسم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب سب سے اقل فرض کو طلب کیا تو وہ ثمن تھا جس کا مخرج آٹھ ہے پھر اسی مخرج سے ربع اور نصف بلاکسر خارج ہوگئے تو یہ ایک قسم ہوئی پھر جب اس کے بعد اقل فرض دیکھا تو وہ سدس تھا جس کا مخرج چھ تھا پھر اسی سے ثلث اور ثلثان بلاکسر خارج ہوگئے تو یہ دوسری قسم ہوگئی۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ قسم اول کے فروض یعنے نصف، ربع اور ثمن یہ زوجین کو زیادہ طور پر حاصل ہوتے ہیں چونکہ انسانوں کی تخلیق میں سب سے اول حضرت آدم وحوا علیہما السلام ہیں جو زوجین تھے اس لئے جب یہ پہلی قسم بنائی گئی تو پھر باقی فروض کو دوسری قسم میں ہی داخل کرنا تھا۔

الثانی الثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف فاذا جاء فی المسائل من هذه الفروض اٰحاد اٰحاد فمخرج کل فرض سمیّه الا النصف وهو من اثنین کالربع من اربعة والثمن من ثمانیة والثلث من ثلاثة واذا جاء مثنیٰ او ثلٰث وهما من نوع واحد فکل عدد یکون مخرجا لجزء فذالک العدد ایضا یکون مخرجا لضعف ذالک الجزء ولضعف ضعفه کالستة هی مخرج للسدس ولضعفه ولضعف ضعفه واذا اختلط النصف من الاول بکل الثانی او ببعضه فهو من ستة واذا

سئلہ جب ان فرائض میں سے ایک ایک پایا جائے تو ہر فرض کا ہمنام عدد اس کا مخرج ہوگا سوائے نصف کے کیونکہ اس کا مخرج دو ہے۔ باقی ربع کا ہمنام اربعہ ہے لہٰذا یہ اس کا مخرج ہے اور ثمن کا ہمنام ثمانیہ ہے لہٰذا وہ اس کا مخرج ہے اور ثلث کا ہمنام ثلثہ ہے لہٰذا وہ اس کا مخرج ہے۔ ربع اور ثمن کو ثلث پر اس لئے مقدم ذکر کیا کہ ان کا تعلق قسم اول سے ہے۔ ثلثان کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ ثلث سے سمجھ آگیا کیونکہ ثلثان تکرار ثلث ہے۔ البتہ سدس کو ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ کہا جائے کہ مقصود فقط تمثیل ہے نہ کہ جمیع اقسام کا احاطہ کرنا۔ اس طرح چند اقسام کو بیان کرنے سے دیگر خود بخود سمجھ آجاتی ہیں تمثیلات: فقط نصف کی مثال، جب میت نے ایک بنت اور ایک عینی بھائی چھوڑے ہوں مال کے کل دو حصے ہوں گے، نصف بنت کو بطور فرض اور نصف بھائی کو بطور عصبہ۔ فقط ربع کی مثال عورت فوت ہوئی اس کا زوج اور ایک بیٹا ہوں تو زوج کو ربع اور باقی تمام مال بیٹے کو بطور عصبہ۔ فقط ثمن کی مثال، میت کی زوجہ اور بیٹا ہوں تو زوجہ کو ثمن اور باقی تمام مال بیٹے کو بطور عصبہ۔ فقط ثلث کی مثال، میت کی ماں اور ایک عینی بھائی ہوں تو ماں کو ثلث اور عینی بھائی کو بقیہ مال بطور عصبہ۔ فقط دو ثلث کی مثال میت کی دو بیٹیاں اور چچا ہو تو بنتین کو ثلثان اور بقیہ چچا کو بطور عصبہ۔ فقط سدس کی مثال، جب میت کا باپ اور بیٹا ہوں تو باپ کو سدس اور ابن کو بقیہ مال بطور عصبہ دیا جائے گا۔

سئلہ جب ایک ہی قسم کے دو یا تین فرض جمع ہو جائیں تو جو عدد کسی جزء کا مخرج ہوگا وہی عدد اس سے دو گنا اور دو گنا کے دو گنا کا مخرج بھی ہوگا جیسے چھ مخرج ہے سدس کا اور ضعف سدس (ثلث)، اور ضعف ضعف سدس (ثلثان) کا بھی مخرج ہے۔ اسی طرح آٹھ مخرج ہے ثمن کا اور ضعف ثمن (ربع) اور ضعف ضعف ثمن (نصف) کا مخرج بھی ہے۔ جب مسئلہ میں سدس اور ثلث ہوں تو مخرج چھ ہوگا جیسے میت کی ماں اور دو اخیافی اخت ہوں تو ام کے لئے سدس اور اختین لام کے لئے ثلث۔ اسی طرح سدس اور ثلثان جمع ہوں گے جب میت کے ورثاء ماں اور دو عینی بہنیں ہوں۔ ماں کا سدس اور اختین لاب وام کے لیے ثلثان۔ اسی طرح سدس، ثلث اور ثلثان تینوں جمع ہوں جب ماں اور دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہوں۔ ان سب صورتوں میں مخرج چھ ہوگا۔ جب ثلث اور ثلثان جمع ہوں تو مخرج تین ہوگا جیسے دو عینی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں ہوں۔ جب ثمن اور نصف جمع ہوں تو مخرج آٹھ ہوگا جیسے ایک زوجہ اور ایک بنت ہوں۔ ربع اور نصف کا مخرج چار ہوگا جیسے زوج اور ایک بنت ہو۔ سئلہ جب نوع اول سے نصف دوسری نوع کی جمیع اقسام یا بعض سے جمع ہو تو مخرج چھ ہوگا۔ کل سے اختلاط کی مثال جب میت کے ورثاء زوج، ام، اختین لاب وام اور اختین لام ہوں تو زوج کے لئے نصف ماں کیلیے سدس عینی اختین کے لئے ثلثان اور اخیافی اختین کے لیے ثلث ہوگا مخرج چھ ہوگا اگرچہ عول سے دس ہو جائے گا۔ عول کی بحث ان شاء اللہ قریب ہی آرہی ہے نصف اور ثلث کا اختلاط ہوگا جب ورثاء زوج اور اختین لام ہوں زوج کے لیے نصف اور اخیافی اختین کے لیے ثلث۔ یہاں بھی مخرج چھ ہوگا۔ نصف اور ثلثان کا اختلاط ہوگا جب ورثاء زوج اور دو عینی اخت ہوں، زوج کیلئے نصف اور اختین لاب وام کیلیے ثلثان۔ نصف اور سدس کا اختلاط ہو جبکہ ماں اور بنت ہوں، ماں کے لیے نصف اور بنت واحدہ کیلیے نصف۔ اسی طرح نصف، ثلث اور ثلثان کا اختلاط ہو جیسے زوج اور دو عینی اخت اور دو اخیافی اخت ہوں۔ زوج کے لیے نصف اور اختین لاب وام کیلیے ثلثان اور اختین لام کے لئے ثلث۔ جب نصف اور ثلثان اور سدس کا اختلاط ہو اسکی مثال یہ ہوگی کہ زوج اور اختین لاب وام اور ام ہو۔ لزوج کے لیے نصف اور دو عینی اخت

اختلط الربع[لہ] بکل الثانی او ببعضہ فہو من اثنی عشر و اذا اختلط[لہ] الثمن بکل الثانی او ببعضہ فہو من اربعۃ و عشرین -

(حاشیہ: من النوع الاول — ای الاختلاط — من النوع الاول)

ربع + ثلث + ثلثان + سدس =

۳ | ۶ ، ۳ ، ۳ ، ۴
۲ | ۲ - ۱ - ۱ - ۴
| ۱ - ۱ - ۱ - ۲

۳ × ۲ × ۲ = ۱۲

ثمن + ثلث + ثلثان + سدس =

۳ | ۶ ، ۳ ، ۳ . ۸
۲ | ۲ - ۱ - ۱ . ۸
| ۱ - ۱ . ۱ . ۴

۳ × ۲ × ۴ = ۲۴

سلہ نوع اول سے ربع جب نوع ثانی کی جمیع اقسام یا بعض سے مختلط ہو تو مخرج بارہ ہوگا. ربع، ثلثان، ثلث اور سدس جمع ہوں جیسے زوجہ، ام، اختین لاب و ام اور اختین لام ہوں. زوجہ کے لیے ثمن اور ماں کے لیے سدس اور دو عینی اخت کے لیے ثلثان اور دو اخیافی اخت کے لیے ثلث. مخرج بارہ ہوگا عول ہو کر سترہ ہو جائے گا. ربع اور ثلثان کا اختلاط ہوگا جب زوج اور بنتین ہوں. ربع او ثلث جمع ہوں گے جب کہ زوجہ او ام ہوں ربع اور سدس دونوں پائے جائیں گے جب کہ زوجہ اور اولادِ ام سے کوئی ایک ہو. ربع اور ثلثان اور سدس اس صورت میں ہوں گے جب کہ زوجہ اور ام اور اختین لاب و ام ہوں. ربع اور ثلثان اور ثلث اس وقت جمع ہوں گے جب زوجہ اور اختین لاب و ام اور اختین لام ہوں. ربع اور ثلث اور سدس اس وقت ہوگا جب زوجہ اور ام اور اختین لام ہوں.

سلہ نوع اول سے ثمن نوع ثانی کی جمیع اقسام یا بعض سے مختلط ہو جائے تو مخرج چوبیس ہوگا. ثمن کا ثلث اور ثلثان اور سدس سے اجتماع حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہوگا. کیونکہ ان کے نزدیک محروم دوسرے وارث کے لیے حاجب نقصان ہوتا ہے لہٰذا جب میت کا بیٹا کافر اور زوجہ اور ام اور اختین لاب و ام اور اختین لام ہوں تو ابن کافر زوجہ کے لیے حاجب نقصان ہے لہٰذا زوجہ کے لیے ثمن، ام کے لیے سدس، اختین لاب و ام کے لئے ثلثان اور اختین لام کے لیے ثلث ہوگا مخرج چوبیس ہوگا جب ثمن کا اختلاط ثلثان اور سدس سے ہو جیسے زوجہ او ربنتین اور ام. ثمن کا اختلاط ثلث اور سدس سے ہو اسکی مثال بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی ہوگی جیسے زوجہ، ابن کافر، اختین لاب و ام اور اختین لام. اس طرح ثمن اور ثلثان کا اختلاط ہو جیسے زوجہ اور بنتین ثمن اور سدس کا اختلاط ہو جیسے زوجہ، ام اور ابن. اس صورت میں زوجہ کا ثمن اور ماں کا سدس، بیٹا عصبہ. جب ثمن اور ثلث جمع ہوں اسکی مثال بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق ہی ہوگی. جب زوجہ اور ابن کافر یا رقیق اور اختین لام ہوں. ان تمام صور مذکورہ میں مخرج چوبیس ہوگا. تنبیہ: جب یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ نصف کا مخرج دو اور ربع کا مخرج چار اور ثمن کا مخرج آٹھ اور ثلث کا مخرج تین اور ثلثان کا مخرج بھی تین اور سدس کا مخرج چھ ہے تو مخرج معلوم کرنے کا آسان طریقہ قاعدہ ذو اضعاف اقل کا استعمال ہے.

نصف + ثلث + ثلثان + سدس = ۲ - ۳ - ۳ - ۶

۳ | ۶ - ۳ - ۳ - ۲
۲ | ۲ - ۱ - ۱ - ۲
| ۱ - ۱ - ۱ - ۱

۳ × ۲ = ۶

باب العول

العَوْلُ[1] اَنْ یزادَ علی المخرجِ شیٔ مِن اَجزائِہٖ (المخرج) اِذا ضاقَ عن فرضٍ اِعلم[2] اَنَّ مجموعَ المَخارجِ (بمعنی المیل الی الجور والغلبۃ والمرتفع) سبعۃٌ، اربعۃٌ منها لاتعولُ (کسدسہ وثلثہ الی غیرذالک) وهی الاثنان والثلثۃُ والاربعۃُ والثمانیۃُ وثلاثۃٌ[3] منها قد تعولُ اَمّا السِّتَّۃُ فاِنّها (من تلک السبعۃ) تعولُ اِلی عشرۃٍ وترًا وشفعًا (طاق وجفت) واَمّا[4] اِثنا عشر

[1] عول ضد ہے رد کی. جب ورثاء کے سہام ناقص ہوجائیں اور اصل مسئلہ میں زیادتی ہو تو عول ہے اور اگر اصل مسئلہ میں زیادتی نہ ہو بلکہ سہام زائد ہوجائیں تو رد ہے. [2] یہاں سے عول کی تعریف کی جارہی ہے. عول کا لغوی معنے میلان ہے. کما فی قولہ تعالیٰ ذالک ادنیٰ ان لاتعولوا. یا اس کا معنے کثیر العیال ہونا یا اس کا معنے غلبہ اور اس کا معنے ہے بلند ہونا جیسے کہا جاتا ہے عال المیزان ای ارتفع. یہاں یہ معنے ہی معتبر ہے کیونکہ عول میں اصل مسئلہ کو زیادہ کرنا پڑتا ہے. اصطلاح میں عول یہ ہے کہ جب فرائض مجتمعہ کے پورا کرنے میں مخرج تنگ ہوجائے تو مخرج کو زائد کرکے فرائض کی تکمیل کی جائے اس میں ورثاء کے فرائض میں نقصان آئے گا جیسا کہ تفصیل سے واضح ہوگا. سب سے پہلے عول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا. جب کہ ایک مرتبہ ایسی ہی صورت کا سامنا کرنا پڑا کہ فرائض کی مجموعی صورت پر مخرج کی تکمیل نہیں ہورہی تھی تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے مشورہ کیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عول کا مشورہ دیا جس کا کسی صحابی نے انکار نہیں کیا ہاں البتہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جوان ہونے پر اپنے اجتہاد کے بعد مخالفت کی کیونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بچے تھے. آپ کا قول یہ ہے ورثاء میں سے جو اسوء الحال ہوں گے ان کے حصص میں کمی کرکے مخرج کو مکمل کرلیا جائے گا یعنے بنات اور اخوات کو سہام مقدرہ سے غیر مقدرہ کی طرف منتقل کرلیا جائے گا لیکن آپ کا مذہب جمہور کے مذہب کے مخالف ہے [3] مخارج کی سات قسموں میں سے چار میں عول نہیں ہوتا اور تین میں کبھی عول کی ضرورت درپیش آتی ہے جن چار میں عول نہیں ہوتا وہ اثنان اور ثلثۃ اور اربعۃ اور ثمانیۃ ہیں ان میں عول نہ ہوسکنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں مال یا مکمل تقسیم ہوجاتا ہے یا مال باقی رہتا ہے. اثنان میں جب دو نصف ہوں جیسے زوج اور ایک علینی اخت یا نصف اور بقیہ جیسے زوج اور ایک عینی بھائی تو مال برابر تقسیم ہوجائے گا اگرچہ دوسری صورت میں فرض سے مال زائد تھا مخرج جب ثلثۃ ہو اس میں یا ثلث اور مابقی ہوگا جیسے ام اور عینی بھائی. یا ثلثان اور مابقی ہوگا جیسے بنتین اور عینی بھائی. یا ثلثان اور ثلث ہوں گے جیسے دو عینی اخت اور اخیافی اختین. جب مخرج اربعۃ ہو تو عول نہیں کیونکہ یا ربع اور مابقی ہوگا جیسے زوج اور ابن یا ربع اور نصف اور مابقی ہوگا جیسے زوج اور بنت اور عینی بھائی. یا ربع اور مابقی کا ثلث اور مابقی ہوگا جیسے زوجہ اور ابوین. جب مخرج ثمانیۃ ہو تو عول نہیں کیونکہ اس میں ثمن اور مابقی ہوگا جیسے زوجہ اور ابن یا ثمن اور نصف اور مابقی جیسے زوجہ اور بنت اور عینی بھائی. ان تمام میں عول کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ واضح ہوگئی [4] وہ تین مخارج جن میں عول ہوتا ہے وہ ہیں ستۃ، اثنا عشر، اربعۃ وعشرون. لیکن ستۃ میں عول دس تک وترا اور شفعا ہوگا یعنے ستۃ کو سبعۃ اور تسعۃ بنانا عول ہے وترا اور ستۃ کو ثمانیۃ اور عشرۃ بنانا عول ہے شفعا جب ستۃ کو عول کرکے سبعۃ بنانا پڑے گا تو سدس کو سبع کی طرف منتقل کرنا پڑے گا اس کی صورت یہ ہے جب ورثاء زوج اور عینی اختین ہوں تو زوج کو نصف یعنے تین اور اختین کو ثلثان یعنے چار حصے دینے ہیں تو حساب اصل مخرج چھ سے ہوگا لیکن اب مخرج سات ہوجائے گا. اسی طرح نصفان اور سدس کے اجتماع میں بھی مخرج سات ہوجائے گا جیسے زوج اور ایک عینی اخت اور ایک علاتی یا اخیافی اخت ہو. ستۃ کا ثمانیۃ کی طرف عول اس صورت میں ہوگا جب نصف اور ثلثان اور سدس جمع ہوں جیسے زوج اور عینی اختین اور ام یا نصفان اور ثلث جمع ہوں جیسے زوج اور ایک عینی اخت اور اخیافی اختین. یہاں عول ستۃ کے سدس یعنے دو سے ہوا. ۶ + ۲ = ۸. اگر ستۃ کو عول کرکے تسعۃ بنانا ہو تو اسکی صورت یہ ہوگی کہ نصف اور ثلثان اور ثلث جمع ہوں جیسے زوج اور اختین لاب وام اور اختین لام ہوں یا دو نصف اور ثلث اور سدس جمع ہوں جیسے زوج اور اخت لاب وام اور اختین لام اور ام ہوں. یہ عول نصف ستۃ سے ہوگا. ۶ + ۳ = ۹. اگر ستۃ کو عول کرکے عشرہ بنایا جائے تو اس کی مثال یہ ہے کہ نصف اور ثلثان اور ثلث اور سدس جمع ہوں جیسے زوج اور اختین لاب وام اور اختین لام اور ام ہوں. اس مسئلہ کو شریحیہ کہتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے اس میں قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمایا. یہ عول ستۃ کے دو ثلث سے ہوگا. ۶ + ۲ + ۲ = ۱۰ [5] لیکن اثنا عشر کا عول سبعۃ عشر تک ہوگا وترا نہ کہ شفعا. یعنے بارہ کو عول سے تیرہ، اور پندرہ اور سترہ بنایا (باقی اگلے صفحہ پر)

بنیادۃ ثمنہ
فہی تعول الی سبعۃ عشر وترا الاشفعا واما اربعۃ[۱] وعشرون فانہا تعول الی سبعۃ و
عشرین عولا واحدا کما[۲] فی المسألۃ المنبریۃ وہی امرأۃ وبنتان وابوان ولا یزاد علی
ہذا الا عند ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فان عندہ تعول الی احد وثلاثین

فصل فی معرفۃ[۳] التماثل والتداخل والتوافق والتباین بین العددین

تماثل العددین کون احدہما مساویا للاخر وتداخل[۵] العددین المختلفین ان یعد اقلہما

المختلفین باعتبار الاضافۃ الی معدودین کاربعۃ رؤس واربعۃ اسہم — قلۃ وکثرۃ

(بقیہ صفحہ سابقہ) جائے گا لیکن چودہ اور سولہ نہیں بنایا جائے گا. بارہ سے تیرہ تک عول میں اثنا عشر کا نصف سدس ملایا جائے گا. ۱۲ + ۱ = ۱۳ یہ اس وقت ہوگا جب ربع اور ثلثان اور سدس جمع ہوں جیسے زوجہ اور اختین لاب وام اور اخت لام ہو. اسی طرح اثنا عشر کے ثلث کو اس کے ساتھ ملا کر خمسۃ عشر بنایا جائے گا ۱۲ + ۳ = ۱۵. یہ عول اس وقت ہوگا جب ربع اور ثلثان اور ثلث جمع ہوں جیسے زوجہ اور اختین لاب وام اور اختین لام ہوں. اسی طرح اگر ربع اور ثلثان اور سدسان جمع ہوں پھر بھی بارہ سے عول پندرہ تک ہوگا جیسے زوجہ اور اختین لاب وام اور اخت لام اور ام ہوں. اثنا عشر کا عول سبعۃ عشر تک اس وقت ہوگا جبکہ اثنا عشر میں اس کا ربع اور سدس ملیں ۱۲+۳+۲ = ۱۷ اسکی مثال یہ ہے کہ ربع اور ثلثان اور ثلث اور سدس جمع ہوں جیسے زوجہ اور اختین لاب وام اور اختین لام اور ام ہوں.

[۱] چوبیس کا عول ستائیس تک ایک ہی عول ہوگا یعنے چوبیس کو عول سے پچیس یا چھبیس نہیں بنایا جائے گا بلکہ فقط ستائیس بنایا جائے گا اربعۃ وعشرون میں اس کا ثمن جمع کرنے سے سبعۃ وعشرون ہوگا ۲۴ + ۳ = ۲۷ یہ اس وقت ہوگا جب ثمن اور ثلثان اور سدسان جمع ہوں جیسے زوجہ اور بنتین اور الوین ہوں. چوبیس کا عول ستائیس سے زائد نہیں لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک چوبیس کو عول سے اکتیس بھی بنایا جاتا ہے وجہ اختلاف یہ ہے کہ آپ کے نزدیک وراثت کے حق سے مکمل محروم دوسرے وارث کے لئے حاجب نقصان ہوتا ہے جب ورثاء زوجہ اور ام اور اختین لاب وام اور اختین لام ہوں اور ان کے ساتھ بیٹا محروم یعنے کافر بھی ہو. اب بیٹے کی وجہ سے اسکی ماں یعنے میت کی زوجہ کا ربع سے ثمن ہو جائے گا. ثمن تین. ام کا سدس چار عینی اختین کے دو ثلث سولہ اور اخیافی اختین کا ثلث آٹھ ان کا مجموعہ ۳+۴+۱۶+۸ = ۳۱ لیکن جمہور کے نزدیک محروم بیٹے کی وجہ سے زوجہ کے ربع میں کوئی فرق نہیں آئے گا اس لیے اصل مسئلہ بارہ اور عول سے سترہ ہوگا. زوجہ کا ربع یعنے تین ام کا سدس یعنے دو اور عینی اختین کے ثلثان یعنے آٹھ اور اخیافی اختین کا ایک ثلث یعنے چار. ان کا مجموعہ ۳+۲+۸+۴ = ۱۷.

[۲] جیسا کہ مسئلہ منبریہ میں ہے. اس مسئلہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ منبریہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ کسی شخص نے دوران خطبہ یہی صورت سامنے رکھتے ہوئے سوال کیا کہ زوجہ کا ثمن نہیں ہوتا؟ آپ نے فی البدیہہ جواب دیا کہ اس کا ثمن تسع ہو جائے گا یعنے چوبیس کا ثمن تین ہے اور ستائیس کا تسع بھی تین ہے. آپ نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے خطبہ کو جاری رکھا آپ کی ذہانت پر سب حاضرین نے تعجب کیا. حقیقت یہ ہے کہ آپ حساب میں بہت ماہر تھے کسی سوال کا جواب فی البدیہہ دیتے تھے.

[۳] یہاں سے یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ دو عددوں میں یا تماثل ہوگا یا تداخل اسی طرح توافق ہوگا یا تباین. اکثر حضرات کے نزدیک ایک عدد نہیں بلکہ عدد دوسے جو احاد سے مرکب ہو دو یا زیادہ ہے. کیونکہ عدد کی تعریف ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ جو اپنے طرفین قریبین یا بعیدین کے مجموعہ کا نصف ہو جیسے چار. اس کی پہلی طرف تین اور دوسری پانچ ہے ان کا مجموعہ آٹھ ہے جس کا نصف چار ہے. طرفین بعیدین جیسے دو اور چھ یا ایک اور سات کا مجموعہ بھی آٹھ اور ان کا نصف چار ہے.

[۴] دو عددوں میں تماثل کا یہ مطلب ہے کہ ایک عدد دوسرے عدد کا مساوی ہو جیسے تین کا مساوی تین اور چار کا مساوی چار ہے یقینا یہ اسی وقت ہوگا جب علیحدہ علیحدہ جگہ میں تین اور تین کی مثلا ضرورت درپیش ہے.

[۵] تداخل کا یہ مطلب ہے کہ اقل عدد دو مرتبہ یا زیادہ مرتبہ گر کر اکثر کو فناء کر دے جیسے تین اور چھ. ۶ − ۳ − ۳ = ۰ یا تین اور نو ۹ − ۳ − ۳ − ۳ = ۰ لیکن آٹھ اور تین میں تداخل نہیں. ۸ − ۳ − ۳ = ۲. یعنے آٹھ سے تین دو دفعہ گرا اور باقی دو رہے تین نے آٹھ کو فناء نہیں کیا.

[۶] تداخل کی دوسری تعریف یہ ہے کہ دونوں عددوں سے اقل پر اکثر برابر تقسیم ہو جائے باقی عد

الأكثر أي يفنيه أو نقول هو أن يكون أكثر العددين منقسما على الأقل قسمة صحيحة

أو نقول هو أن يزيد على الأقل مثله أو أمثاله فيساوي الأكثر أو نقول هو أن

يكون الأقل جزءً للأكثر مثل ثلاثة وتسعة وتوافق العددين أن لا يعد أقلهما

الأكثر ولكن يعدهما عدد ثالث كالثمانية مع العشرين تعدهما أربعة فهما متوافقان

بالربع لأن العدد العاد لهما مخرج لجزء الوفق وتباين العددين أن لا يعد العددين معا

عدد ثالث كالتسعة مع العشرة وطريق معرفة الموافقة والمباينة بين العددين

المختلفين أن ينقص من الأكثر بقدر الأقل من الجانبين مرة أو مرارا حتى اتفقا في درجة

واحدة فإن اتفقا في واحد فلا وفق بينهما وإن اتفقا في عدد فهما متوافقان بذلك العدد

ففي الاثنين بالنصف وفي الثلاثة بالثلث وفي الأربعة بالربع هكذا إلى العشرة وفي

لہ۱ تداخل کی تیسری تعریف یہ ہے کہ اقل عدد کی مثل اس پر ایک یا زائد مرتبہ زیادہ کی جائے تو اکثر عدد کے برابر ہو جائے جیسے تین اور نو۔ ۳ + ۳ + ۳ = ۹. اسی طرح چار اور بارہ ۴ + ۴ + ۴ = ۱۲ لہ۲ تداخل کی چوتھی تعریف یہ ہے کہ اقل عدد اکثر کی جزء شائع ہو جیسے نصف، ربع، ثمن، ثلث، سدس میں سے کوئی جزء ہو جیسے تین نو کا ثلث ہے دو آٹھ کا ربع ہے چار آٹھ کا نصف ہے دو چھ کا ثلث ہے اور چھ بارہ کا نصف اور دو بارہ کا سدس ہے خیال رہے ثلثان بلاکسر جزء نہیں کیونکہ بارہ کے ثلثان آٹھ ہیں باقی چار آتے ہیں۔ لہ۳ دو عددوں میں توافق اس وقت ہوگا جب دونوں میں سے اقل اکثر کو فنا نہ کرے بلکہ ان دونوں کو تیسرا عدد فنا کرے یعنے دونوں عدد تیسرے عدد پر برابر تقسیم ہو جائیں جیسے آٹھ اور بیس میں توافق ہے اگرچہ آٹھ بیس کو برابر تقسیم نہیں کرتا لیکن ان دونوں کو چار برابر طور پر تقسیم کرتا ہے ۸ ÷ ۴ = ۲. اور اسی طرح ۲۰ ÷ ۴ = ۵. گویا کہ یہ دونوں ربع میں متوافق ہیں کیونکہ چار ربع کا مخرج ہے. خیال رہے کہ آٹھ اور بیس کو دو بھی برابر تقسیم کرتا ہے لیکن یہاں اعتبار سب سے چھوٹے جزء کا ہوتا ہے تاکہ اس کا مخرج سب سے بڑا ہو جیسے ربع کا مخرج چار ہے لیکن نصف کا مخرج دو ہے اس لیے کہ سہولت بڑے مخرج میں ہوگی اسی طرح بارہ اور اٹھارہ کا توافق نصف میں جس کا مخرج [illegible] تین ہے اور توافق سدس میں جس کا مخرج

چھ ہے اگرچہ کئی عدد عاد ہیں لیکن آسانی کیلیے اعتبار بڑے عاد کا کرتے ہیں اسی کو جدید ریاضی میں عاد اعظم سے تعبیر کیا گیا ہے یقینا یہ کہنا پڑے گا کہ جدید ریاضی والوں نے یہ ضابطہ مع نام کے قدیم علوم سے ہی حاصل کیا ہے لہ۴ تباین عددین کا مطلب یہ ہے کہ اقل عدد اکثر کو برابر تقسیم نہ کر سکے اور نہ ہی تیسرا عدد دونوں کو برابر تقسیم کر سکے جیسے نو اور دس ہیں ان کو برابر تقسیم صرف ایک سے کیا جا سکتا ہے لیکن یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک عدد نہیں۔ لہ۵ تماثل یا تداخل میں خفا نہیں تھی، اس لیے ان کا طریقہ معرفت نہیں بیان کیا لیکن توافق و تباین میں خفا تھی اسلیے ان کا طریقہ معرفت بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ دو عددوں میں سے اقل کو اکثر سے ایک مرتبہ یا کئی مرتبہ نکالیں اگر باقی ایک رہے تو تباین ہوگا اور اگر باقی کوئی اور عدد رہے تو توافق ہوگا جیسے دس سے سات نکالیں تو باقی تین اور اگر تین کو سات سے دو مرتبہ نکالیں تو باقی ایک۔ لہٰذا ان میں تباین ہے اسی طرح آٹھ اور اٹھارہ میں یہی عمل کیا مثلاً اٹھارہ سے آٹھ کو دو مرتبہ نکالا باقی دو رہے اور آٹھ سے دو کو تین مرتبہ نکالا تو باقی دو رہے لہٰذا ان دونوں میں توافق ہے لہ۶ دو میں توافق نصف سے ہوگا یعنے دو عدد جو نصف میں مشترک ہوں گے وہ دو پر برابر برابر تقسیم ہوں گے جیسے چار اور دس. کیونکہ نصف کا اقل مخرج دو ہے اور ثلث میں توافق اس وقت ہوگا جب دونوں ثلثہ پر تقسیم ہوں گے جیسے نو اور بارہ۔ اور ربع میں توافق کی صورت میں دونوں چار پر تقسیم ہوں گے جیسے آٹھ اور بارہ اسی طرح دس تک یہ صورت ہی رہے گی البتہ دس سے اوپر دو عددوں (باقی اگلے صفحہ پر)

يعني بجزء الوفق الكسر من الكسور الصم

ماور العشرة يتوافقان بجزءٍ منها اعني في احد عشر جزءٍ من احد عشر و في خمسة عشر جزءٍ من خمسة عشر فاعتبر هذا

باب التصحيح

هو في اللغة رفع السقم من المريض وفي الاصطلاح هذا الفن ازالة ...

يحتاج في تصحيح المسائل الى سبعة اصول ثلثة بين السهام والرؤس واربعة بين الرؤس والرؤس اما الثلاثة فاحدها ان كانت سهام كل فريق منقسمة عليهم بلا كسر فلا حاجة الى الضرب كابوين وبنتين والثاني ان انكسر على طائفة واحدة ولكن

منها — الخارجة من المخارج — من اصحاب السهام منها — من الورثة

وذلك اذا كان السهام مثل عدد الرؤس او مثليها او امثالها.

(بقیہ صفحہ سابقہ) کا توافق اپنی ایک جزء اصم سے ہوگا جس کو سوائے اس کے کہ یہ فلاں فلاں کی جزء ہے تعبیر کرنا ممکن نہیں جیسے گیارہ عادِ اعظم ہے دو عددوں کا مثلاً بائیس اور تینتیس دونوں اپنی جزء گیارہ کی وجہ سے متوافق ہیں اسی طرح چھبیس اور انتالیس اپنی جزء تیرہ کے ذریعے متوافق ہیں اسی طرح تیس اور پینتالیس اپنی جزء پندرہ کے ذریعے متوافق ہیں۔

۵۱ اسی ضابطہ پر تمام کو قیاس کریں۔ تنبیہ: اب نئے ضوابط میں عول کے لئے ایک ضابطہ یاد کر لیا جائے تمام مثالوں کو یاد کرنے کی ضرورت نہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ ورثاء اور انکی تعداد دیکھی جائے۔ ورثاء کے مطابق مخرج بنایا جائے اس مخرج سے ورثاء کے حصے نکال کر کل جمع کریں۔ پھر کل مال کو ان مجموعی حصص سے تقسیم کریں۔ پھر حاصل تقسیم ان کے حصوں کے مطابق ان کو دیں: مخرج ÷ حصص ورثاء۔ پھر کل حصص جمع۔ پھر مخرج ÷ مجموعی حصص

میت ، ورثاء ، زوجہ ، دو بہنیں سگی ، دو بہنیں ماں کی جانب سے۔

زوجہ = ربع = اختین لابوین = ثلثان۔ اختین لام = ثلث = مخرج = ۱۲

زوجہ۔ ربع = ۳ = اختین لابوین = ثلثان = ۸۔ اختین لام ثلث ۴

کل حصص = ۳ + ۸ + ۴ = ۱۵

فرض کیا مال -/۶۰۰۰۰ = ۶۰۰۰۰ / ۱۵ = -/۴۰۰۰

زوجہ = ۴۰۰۰ × ۳ = -/۱۲۰۰۰

اختین لابوین ۴۰۰۰ × ۸ = -/۳۲۰۰۰

اختین لام = ۴۰۰۰ × ۴ = -/۱۶۰۰۰

کل = ۱۲ ... + ۳۲۰۰۰ + ۱۶۰۰۰ = / : ۶۰۰۰۰

یہ ضابطہ عول کی تمام بیان کردہ صورتوں کو شامل ہے۔

۵۲ تصحیح کا مطلب ازالہ کسر ہے یعنے ہر فریق کے ورثاء کی تعداد اور انکے حصص کے مطابق تقسیم بلا کسر ہو سکے اور سب سے اقل مخرج جس میں یہ تقسیم صحیح ہو اس کا اعتبار کیا جاسکے ۵۳ مسائل فرائض میں تصحیح سات اصولوں کی محتاج ہے ان میں سے تین کا تعلق تعداد ورثاء اور ان کے حصص سے ہے اور چار کا تعلق فریقین میں سے تعداد ورثاء سے ہے ۵۴ پہلے تین کی تفصیل بیان کی جارہی ہے ان میں سے اول یہ ہے کہ ورثاء میں سے ہر فریق کے حصے ان پر بلا کسر منقسم ہو سکیں تو اس صورت میں ضرب کی ضرورت در پیش نہیں آئے گی جیسے ابوین اور بنتین ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا کیونکہ ابوین میں سے ہر ایک کا حصہ سدس ہے اور وہ ایک ہے اور بنتین کا حصہ دو ثلث ہیں یعنی چار۔ اس طرح ہر ایک کو ان میں سے دو دو حصے ملیں گے اس طرح یہ تقسیم بلا کسر ہر ایک پر درست ہوگئی ضرب کی ضرورت نہ رہی۔ تمام کے حصص یہ ہونگے

ام۔ ایک۔ اب۔ ایک۔ بنت۔ دو۔ بنت دو۔ ۱ + ۱ + ۲ + ۲ = ۶

۵۵ اصول ثلثہ میں سے دوسری قسم یہ ہے کہ ورثاء کے ایک طائفہ پر حصوں میں کسر لازم آرہی ہو لیکن ان کے حصص اور رؤس یعنے انکی تعداد میں توافق ہو تو جن پر سہام کی تقسیم میں کسر لازم آرہی ہے ان کے سہام اور عدد رؤس میں توافق کا اعتبار کرتے ہوئے اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اگر اس میں عول نہیں لیکن اگر اس میں عول ہوتا ہو تو عول کے بعد مخرج جو حاصل ہوا اس سے ضرب دیں گے۔ پہلی صورت جس میں عول نہیں اسکی مثال یہ ہے کہ ابوین اور دس بیٹیاں ہوں تو کل حصے چھ ہوں گے ماں اور باپ کو سدس، سدس یعنے ایک ایک اور بنات کے دو ثلث یعنے چار اس طرح تو تقسیم درست ہوگئی لیکن بیٹیوں کی تعداد دس ہے ان پر چار کی تقسیم درست نہیں لیکن چار اور دس میں توافق ہے نصف سے جس کا مخرج یعنے دونوں کا عاد اعظم دو ہے لہذا دس کو دو پر تقسیم کرنے سے پانچ حاصل ہوئے لہذا اصل مسئلہ چھ کو پانچ سے ضرب دی تیس ہوئے اس طرح ماں کے پانچ حصے اور باپ کے پانچ حصے اور ہر بنت کے دو دو حصے ہوئے۔

ضابطہ = مخرج × تعداد رؤس ÷ بالتوافق = ۶ × ۱۰ ÷ ۲ = ۳۰

باپ کا حصہ چھ سے تقسیم ہے تقسیم سے اسی طرح ماں کا حصہ (باقی اگلے صفحہ پر)

یبقی سہامہم ورؤسہم موافقۃ فیضرب وفق عدد رؤس من انکسرت علیہم السہام فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کابوین وعشر بنات او زوج وابوین و ست بنات والثالث ان لا تکون بین سہامہم ورؤسہم موافقۃ فیضرب کل عدد رؤس من انکسرت علیہم السہام فی اصل المسئلۃ وعولہا ان کانت عائلۃ کاب وام وخمس بنات او زوج وخمس اخوات لاب وام واما الاربعۃ فاحدہا ان یکون الکسر علی طائفتین او اکثر ولکن بین اعداد رؤسہم مماثلۃ فالحکم فیہا ان یضرب احد الاعداد فی اصل المسئلۃ مثل ست بنات وثلاث جدات وثلاثۃ اعمام و

(بقیہ صفحہ سابقہ) دونوں کا مجموعہ مخرج سے تفریق۔ بقیہ کو تعداد بنات سے تقسیم۔ باپ = ۳۰ ÷ ۶ = ۵

ام ۳۰ ÷ ۶ = ۵

دونوں کا مجموعہ ۱۰ = بقیہ ۳۰ − ۱۰ = ۲۰

بنت ۲۰ ÷ ۱۰ = ۲

دوسری مثال عول کی صورت میں زوج - ابوین - چھ بیٹیاں اصل مسئلہ بارہ۔ زوج کا ربع یعنے تین۔ ابوین کا سدس سدس یعنے دو دو اور بنات کے ثلثان یعنے آٹھ۔ عول ہو کر پندرہ ہو جائے گا۔

۳ + ۲ + ۲ + ۸ = ۱۵۔

چھ بنات پر آٹھ حصوں کی تقسیم بلا کسر درست نہیں، لیکن چھ اور آٹھ میں توافق ہے اس لئے چھ کو دو سے تقسیم کیا تین حاصل ہوا، اب اصل مسئلہ مع عول کو تین سے ضرب دی ۱۵ × ۳ = ۴۵ پینتالیس حاصل ہوا۔ تمام حصص کو اسی طرح تین سے ضرب دیں، باپ کے حصے ۶ ماں۔ ۶ زوج ۹۔ بنات ۲۴۔ ہر بنت ۲۴ ÷ ۶ = ۴۔

۵۱ اصول ثلثہ میں سے تیسری قسم یہ ہے کہ ورثار کے سہام و رؤس میں موافقت نہ ہو بلکہ مباینۃ ہو تو جن پر سہام میں کسر لازم آرہی ہے انکی کل تعداد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں اگر اس میں عول نہیں تب، اور اگر عول ہو تو مع عول کے جو مخرج حاصل ہوا اس سے ضرب دیں، پہلی صورت بغیر عول کی مثال۔ ابوین اور پانچ بیٹیاں، اصل مسئلہ چھ ہے، ابوین کا سدس سدس یعنے ایک ایک۔ باقی چار یعنے چھ کے دو ثلث ہیں جو بنات کا حصہ ہے یعنی چار حصے پانچ بنات پر بلا کسر تقسیم نہیں ہو سکتے، سہام و رؤس میں مباینۃ ہے اس لئے کل عدد رؤس سے اصل مسئلہ کو ضرب دی چھ ضرب پانچ۔ حاصل ضرب تیس، ان میں سے باپ کے حصے پانچ۔ ماں کے پانچ۔ بقیہ بیس، ہر بنت کو چار چار حصے ملیں گے دوسری مثال مع عول کے زوج اور پانچ عینی اخوات ہوں۔ اصل مسئلہ چھ ہے زوج کو نصف یعنے تین اور اخوات کو ثلثان یعنے چار، کل سات حصے ہو گئے اس طرح چھ عول سے سات ہو گیا۔ اخوات کی تعداد پانچ ہے۔ ان کے حصص یعنے چار اور تعداد رؤس یعنی پانچ میں مباینت ہے لہذا مخرج مع عول سات کو پانچ سے ضرب دی پینتیس ہوا زوج کے حصے ۳ × ۵ = ۱۵ = باقی ۳۵ − ۱۵ = ۲۰، ہر بنت ۲۰ ÷ ۵ = ۴ (زوج کے حصے پندرہ، ہر بنت کے چار چار)

۵۲ سات اصولوں میں سے دوسری قسم بیان کی جا رہی ہے جس میں چار اصول ہیں جو رؤس اور رؤس کے درمیان پائے جاتے ہیں، ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ فریقوں پر کسر لازم آرہی ہو لیکن انکی تعداد رؤس میں مماثلۃ ہو تو ایک عدد ان مماثلۃ میں سے لیکر اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جیسے چھ بنات اور تین جدات اور تین اعمام ہوں۔ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا۔ بنات کے لئے دو ثلث یعنے چار حصے لیکن چار حصے چھ پر تقسیم درست نہیں البتہ چھ اور چار میں توافق ہے اسلیے بنات کی تعداد تین متصور ہو گی۔ پھر جدات کے لئے سدس یعنے ایک حصہ جو تین جدات پر درست نہیں۔ ایک اور تین میں تباین ہے اس لئے جدات کی تعداد تین ہی رہے گی بقیہ ایک حصہ تین اعمام کو بطور عصبہ ملے گا لیکن ایک اور تین میں تباین ہے اس لیے اعمام کی تعداد تین ہی رہے گی، اب تعداد میں تماثل پایا گیا ہے لہذا چھ کو ایک مرتبہ تین سے ضرب دیں گے اٹھارہ ہوگا۔ جدات کے تین حصے، ایک ایک۔ اعمام کے بھی اسی طرح اور بنات کے بارہ حصے ہر ایک کے دو دو۔

الثانی ان یکون بعض الاعداد متداخلا فی البعض فالحکم فیہا (ای فی ہذہ الصورۃ ۵۲) ان یضرب اکثر الاعداد فی اصل المسئلۃ مثل اربع زوجات وثلاث جدات واثنی عشر عمًّا والثالث ان یوافق بعض

۵۱ اصول اربعہ میں سے ثانی صورت یہ ہے کہ جب دو یا زائد گروہ کے اعداد رؤس پر سہام میں کسر لازم آ رہی ہو لیکن ان میں تداخل ہو تو سب سے بڑے عدد سے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے پھر حصص تقسیم کریں گے۔ جب ورثاء چار زوجات اور تین جدات اور بارہ چچا ہوں تو اصل مسئلہ بارہ ہے جس سے سدس یعنے دو حصے تین جدات کے ہیں لیکن دو تین میں مباینت ہے لہذا جدات کی تعداد تین ہی رہے گی ربع زوجات کا یعنے تین حصے لیکن تین اور چار تعداد زوجات میں تباین ہے اس لئے زوجات کی تعداد چار ہی رہے گی باقی مال اعمام کا بطور عصبہ وہ سات حصے ہیں لیکن تعداد اعمام کی بارہ ہے جب کہ بارہ اور سات میں بھی مباینت ہے اس لیے اعمام کی تعداد بارہ ہی رہے گی لیکن تعداد زوجات چار اور تعداد جدات تین یہ دونوں بارہ میں داخل ہیں اس لئے اصل مسئلہ بارہ کو بارہ سے ضرب دیں گے ایک سو چوالیس ہو جائے گا جدات کے حصص دو ضرب بارہ = چوبیس۔ زوجات کے حصص تین ضرب بارہ = چھتیس اور اعمام کے حصص سات ضرب بارہ = چوراسی۔ اب تمام حصص انکی تعداد پر پورے ہو جائیں گے۔ خیال رہے کہ جدید ریاضی میں کسور اور اعشاریہ کے سوالات طلباء نے پڑھے ہوئے ہوتے ہیں اس لیے اب اتنے تکلفات کی بجائے ابتدائی بارہ حصص سے حساب آسان رہے گا۔

صورت مذکورہ میں تقسیم کے لیے ضابطہ یہ ہے۔

جدات = کل مال ÷ ۶ ÷ تعداد جدات

زوجات = کل مال ÷ ۴ ÷ تعداد زوجات

حصص زوجات + حصص جدات = حاصل مجموعہ

اعمام = کل مال - مجموعی حصص = بقایا

۵۲ اصول اربعہ میں سے تیسری صورت یہ ہے کہ تعداد ورثاء میں جن پر حصے ٹوٹ رہے ہوں ان میں توافق کا اعتبار کرتے ہوئے ایک کے توافق کے مطابق جزء کو دوسرے عدد کے کل میں ضرب دیں پھر اسی طرح تیسرے اور چوتھے میں اور اگر توافق نہ ہو تو کل کو کل سے ضرب دیں۔ جیسے ایک شخص کے ورثاء چار زوجات اور اٹھارہ بنات اور پندرہ جدات اور چھ اعمام ہوں تو اصل مسئلہ چوبیس ہوگا۔ چار زوجات کے لیے ثمن یعنے تین۔ انکی تعداد اور حصص میں تباین ہے لہذا ان کے عدد رؤس کو ذہن میں رکھا جائے اور اٹھارہ بنات کے لیے دو ثلث یعنے سولہ ہیں لیکن ان میں توافق ہے لہذا ان کی تعداد نو معتبر ہوگی۔ پندرہ جدات کے لیے سدس یعنے چار ہیں ان میں مباینت ہے لہذا ان کی تمام تعداد ذہن میں رہے اور اعمام چھ ہیں اور ان کا حصہ ایک ہے بقیہ۔ ان میں بھی مباینت ہے لہذا انکی بھی مکمل تعداد ذہن میں رہے۔ اب تعداد رؤس جن کو محفوظ کیا تھا وہ چار اور نو اور پندرہ اور چھ۔ اب ان کا ذو اضعاف اقل نکالیں۔

۳	۴ - ۶ - ۹ - ۱۵
۲	۴ - ۲ - ۳ - ۵
	۲ - ۱ - ۳ - ۵

۲ × ۲ × ۳ × ۳ × ۵ = ۱۸۰

۱۸۰ کو اصل مخرج سے ضرب دیں ۱۸۰ × ۲۴ = ۴۳۲۰

کل زوجات ۴۔ ہر زوجہ کا حصہ ۔ ۴۳۲۰ ÷ ۸ ÷ ۴ = ۱۳۵

کل جدات ۱۵۔ ہر جدہ کا حصہ ۔ ۴۳۲۰ ÷ ۶ ÷ ۱۵ = ۴۸

کل بنات ۱۸۔ ہر بنت کا حصہ ۔ ۴۳۲۰ ÷ ۳ × ۲ ÷ ۱۸ = ۱۶۰

ان تمام حصص کا مجموعہ = ۵۴۰ + ۷۲۰ + ۲۸۸۰ = ۴۱۴۰

بقیہ ۔ ۴۳۲۰ - ۴۱۴۰ = ۱۸۰

یہ باقی حصص اعمام کے۔ ہر عم کا حصہ ۔ ۱۸۰ ÷ ۶ = ۳۰

تنبیہ: جمع کرنے میں زوجات اور جدات اور بنات کے مجموعی حصص کو جمع کرنا پڑے گا لہذا ان کی تعداد کے مطابق تقسیم سے پہلے ان کے مجموعی حصص ہوں گے انکو جمع کرکے اصل سے خارج کرنے پر اعمام کا حصہ سمجھ آجائے گا۔

فائدہ: کسور واعشاریہ کے ضوابط پڑھے ہوئے طلباء اتنی لمبی ضربوں اور تقسیموں کے چکر میں نہ پڑیں بلکہ کل مال کو آٹھ سے تقسیم کرنے سے زوجات کا حصہ اور چھ سے تقسیم کرنے سے جدات کا حصہ اور تین سے تقسیم کرکے دو سے ضرب دینے سے بنات کا حصہ معلوم ہوگا۔ پھر تمام کو جمع کرکے اصل مال سے تفریق کریں اعمام کا حصہ معلوم ہو جائے گا پھر ہر ایک کی تعداد کے مطابق تقسیم کریں مثلاً فرض کیا کل مال ۲۴۰۰۰/۔

زوجات ۔ ۲۴۰۰۰ ÷ ۸ = ۳۰۰۰

جدات ۔ ۲۴۰۰۰ ÷ ۶ = ۴۰۰۰

بنات ۔ ۲۴۰۰۰ ÷ ۳ × ۲ ۱۶۰۰۰

تمام کا مجموعہ ۳۰۰۰ + ۴۰۰۰ + ۱۶۰۰۰ = ۲۳۰۰۰

اعمام ۔ ۲۴۰۰۰ - ۲۳۰۰۰ = ۱۰۰۰

ہر زوجہ کا حصہ ۳۰۰۰ ÷ ۴ = ۷۵۰/۔

ہر جدہ کا حصہ ۴۰۰۰ ÷ ۱۵ = ۲۶۶/۶۶

ہر بنت کا حصہ ۱۶۰۰۰ ÷ ۱۸ = ۸۸۸/۸۸

ہر عم کا حصہ ۱۰۰۰ ÷ ۶ = ۱۶۶/۶۶

سواء كان التوافق بعد الرد الى جزء الوفق اولا — اى عدد الرؤس

الاعداد بعضاً فالحكم فيها ان يضرب وفق احد الاعداد فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی وفق

اعداد الرؤس المنكسر عليهم السهام — اى عدد الحاصل من ضرب وفق عدد فى العدد الآخر — [illegible]

الثالث ان وافق المبلغ الثالث والا فالمبلغ فی جمیع الثالث ثم المبلغ فی الرابع كذلك

وان لم یکن موافقة بین المبلغ والعدد الثالث

ثم المبلغ فی اصل المسئلة كاربع زوجات وثمانی عشر بنتاً وخمس عشر جدة وستة اعمام

سواء انكسر على طائفتين او اكثر وسواء حصل التباين بعد الرد الى الوفق او بدونه

والرابعـه ان تكون الاعداد متباينة لا یوافق بعضها بعضاً فالحكم فیها ان یضرب احد الاعداد

اى اعداد الرؤس المنكسر عليهم السهام — مع انتفاء التماثل والمداخلة بينهما ايضاً — اى فى هذه الصورة

فی جمیع الثانی ثم ما بلغ فی جمیع الثالث ثم ما بلغ فی جمیع الرابع ثم ما اجتمع فی اصل

اى ثم یضرب ما حصل من الضرب

المسئلة كامرأتین وست جدات وعشر بنات وسبعة اعمام.

ـه اصول اربعہ میں چوتھی قسم یہ ہے کہ سہام اگر تعداد ورثاء پر بلا کسر منقسم نہ ہوں اور سہام اور تعداد ورثاء میں توافق نہ ہو بلکہ تباین ہو تو ایک کی تعداد کو دوسرے کی کل تعداد سے ضرب دیں پھر حاصل ضرب تیسرے پھر چوتھے سے ضرب دیں پھر اصل مسئلہ یعنے مخرج سے ضرب دیں جیسے ایک شخص فوت ہوا اس کے ورثاء یہ ہوں۔ دو زوجہ، چھ جدات، دس بنات اور سات اعمام۔ اس صورت میں اصل مسئلہ چوبیس ہوگا جس سے زوجتین کے لئے ثمن یعنے تین حصے ہوں گے۔ سہام واعداد رؤس میں مباینت ہے۔ اس لئے انکی تعداد دو ہی معتبر ہوگی۔ اسی طرح چھ جدات کے لئے سدس یعنے چار حصے ہیں لیکن ان میں موافقت ہے نصف سے لہذا ان کی تعداد تین معتبر ہوگی۔ دس بنات کے لیے دو ثلث یعنے سولہ ہیں ان سہام واعداد میں بھی توافق ہے نصف سے لہذا انکی تعداد پانچ معتبر ہوگی سات اعمام کے لیے ایک حصہ ہے جو باقی رہا۔ اس میں تباین ہے لہذا تعداد سات ہی رہے گی۔

اب ان تمام میں تباین ہے لہذا کل کو کل سے ضرب دیں گے۔

۲ × ۳ × ۵ × ۷ = ۲۱۰

پھر حاصل ضرب کو اصل مخرج سے ضرب دیں۔

۲۱۰ × ۲۴ = ۵۰۴۰

زوجتین کے اصل میں تین حصے تھے لہذا دو سو دس سے ضرب دیں پھر ہر ایک کا حصہ نکالنے کے لیے دو سے تقسیم کریں۔

زوجتین ۳ × ۲۱۰ = ۶۳۰

ہر زوجہ کا حصہ ۶۳۰ ÷ ۲ = ۳۱۵

جدات میں بھی مذکورہ بالا عمل کریں۔

جدات : ۴ × ۲۱۰ = ۸۴۰

ہر جدہ کا حصہ ۸۴۰ ÷ ۶ = ۱۴۰

پھر یہی طریقہ بنات میں جاری ہوگا۔

بنات ۱۶ × ۲۱۰ = ۳۳۶۰

ہر بنت کا حصہ ۳۳۶۰ ÷ ۱۰ = ۳۳۶

پھر اسی ضابطہ پر اعمام کا حصہ نکالیں۔

اعمام ۱ × ۲۱۰ = ۲۱۰

ہر عم کا حصہ ۲۱۰ ÷ ۷ = ۳۰

لیکن اب اس عمل کے بغیر جدید ضوابط سے عمل کو اس طرح مختصر کریں۔

زوجات = کل مال ÷ ۸ ، ہر زوجہ ÷ تعداد زوجہ

جدات = کل مال ÷ ۶ ہر جدہ ÷ تعداد جدات

بنات = کل مال ÷ ۳ × ۲، ہر بنت ÷ تعداد بنات

اعمام = تمام ادا کردہ حصص کا مجموعہ کو اصل مال سے تفریق کریں۔

ہر عم = حاصل تفریق ÷ تعداد اعمام۔

فرض کیا کل مال ۵۰۰۰۰/-

زوجات = ۵۰۰۰۰ ÷ ۸ = ۶۲۵۰

ہر زوجہ ۶۲۵۰ ÷ ۲ = ۳۱۲۵

جدات = ۵۰۰۰۰ ÷ ۶ = ۸۳۳۳٫۳۳

ہر جدہ ۸۳۳۳٫۳۳ ÷ ۶ = ۱۳۸۸٫۸۸

بنات = ۵۰۰۰۰ ÷ ۳ × ۲ = ۳۳۳۳۳٫۳۳

ہر بنت ۳۳۳۳۳٫۳۳ ÷ ۳۳۳۳٫۳۳

کل کا مجموعہ = ۴۷۹۱۶٫۶۶

بقایا ۵۰۰۰۰ − ۴۷۹۱۶٫۶۶ = ۲۰۸۳٫۳۴

ہر ایک چچا کا حصہ ۲۰۸۳٫۳۴ ÷ ۷ = ۲۹۷٫۶۲

في معرفة نصيب كل فريق والواحد منهم

فصل وإذا أردتَ أن تعرفَ نصيبَ كلِّ فريقٍ من التصحيح فاضرب ما كان لكلِّ فريق
من أصل المسئلة في ما ضربتَه في أصل المسئلة فما حصل كان نصيب ذلك الفريق و
إذا أردتَ أن تعرفَ نصيبَ كلِّ واحدٍ من آحاد ذلك الفريق فاقسم ما كان لكلِّ فريقٍ من
أصل المسئلة على عدد رؤوسهم ثم اضربِ الخارجَ في المضروب فالحاصل نصيب كلِّ واحد
من آحاد ذلك الفريق ووجهٌ آخر وهو أن تقسم المضروب على أيِّ فريقٍ شئتَ ثم اضرب
الخارجَ في نصيب الفريق الذي قسمتَ عليهم المضروب فالحاصل نصيب كلِّ واحدٍ من
آحاد ذلك الفريق ووجهٌ آخر وهو طريق النسبة وهو الأوضح وهو أن تنسب سهام كلِّ فريق

في طرق معرفة نصيب كل واحد من آحاد الفريق — لعدم الاحتياج إلى الضرب والقسمة

سلہ ماقبل ضرب کا جو عمل گذر چکاہے اس کے مطابق بعد از ضرب جو تصحیح حاصل ہوگی اس میں سے ہر فریق کے حصص معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل مسئلہ کو جس عدد سے ضرب دی گئی تھی اسی عدد سے اس فریق کے ان حصص کو ضرب دیں یہ اس فریق کے حصے ہوں گے جیسے ماقبل مثال میں واضح ہے کہ اصل مسئلہ یعنے چوبیس کو دو سو دس سے ضرب دی تھی تو ان تمام حصص سے مثلاً زوجتین کے حصے معلوم کرنے کے لیے ان کے اصل حصص جو ابتدائی مخرج سے تین ان کو حاصل تھے ان کو دو سو دس سے ضرب دی گئی پھر ہر فریق کی تعداد کے مطابق ان کے علیحدہ علیحدہ حصے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ابھی آپ نے جو ضرب کا عمل کیاہے اس کے حاصل ضرب کو تعداد سے تقسیم کرلیں جیسے زوجین کے حصص :

۳ × ۲۱۰ = ۶۳۰ کو تعداد سے تقسیم کریں ۔

۶۳۰ ÷ ۲ = ۳۱۵

سلہ اور ہر فرد کے حصہ کو معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس عدد سے آپ نے اصل مسئلہ سے ضرب دی تھی اس عدد کو تعداد فریق سے پہلے تقسیم کریں پھر ان کے وہ حصے جو ان کو اصل مسئلہ سے حاصل تھے ان سے ضرب دیں صورۃ مذکورہ میں زوجین میں سے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنے کا طریقہ ۲۱۰ ÷ ۲ = ۱۰۵ × ۳ = ۳۱۵ ۔

سلہ ہر فریق میں سے ہر فرد کو کتنا مال دیا جائے اس کے معلوم کرنے کا ایک اور طریقہ یہ ہے کہ دیکھا جائے اصل مسئلہ میں ہر فریق کو حاصل ہونے والے حصص سے ہر فرد کو کتنا حصہ مل رہاہے اسی تناسب سے بعد از ضرب حاصل شدہ مخرج سے ہر فریق کے ہر فرد کو مال دیا جائے مثلاً صورت مذکورہ میں دو زوجہ ہیں انکو اصل مخرج یعنے چوبیس سے تین حصے حاصل ہوئے ہیں جو اس کا ثمن ہیں اور ہر ایک کو تین میں سے نصف نصف حاصل ہوتاہے لہٰذا کل مخرج مضروب سے پہلے ثمن کا اعتبار کرکے ہر ایک کو برابر برابر مال دیا جائے لیکن مصنف نے جو اعتبار کیاہے وہ یہ ہے کہ ایک زوجہ کو چوبیس میں سے $\frac{1}{2}$ ۱ حاصل ہوا ۔ ابتداءً کل مضروب سے یہ حصہ ایک زوجہ کا نکال لیا جائے ۔ اسی طرح مثلاً بنات کو دو ثلث یعنے چوبیس سے سولہ حصے حاصل ہوئے ہر بنت کو گویا سولہ روپے سے ایک روپے ساٹھ پیسے حاصل ہوئے یعنی ۱۰۶ اب اسی تناسب کو ایک بنت کا حصہ نکالنے کے لیے کل مخرج مضروب میں عمل جاری کریں اور جدات کو سدس یعنے چوبیس سے چار حصے حاصل ہوئے جب کہ جدات کی تعداد چھ ہے اسی طرح ہر جدہ کو ایک حصہ کے دو ثلث یعنے ایک روپیہ سے ۶۶ پیسے حاصل ہوئے ۔ گویا کہ چوبیسویں حصہ سے ایک جدہ نے $\frac{2}{3}$ حاصل کیاہے یہی عمل کل مضروب میں جاری کریں ۔ خیال رہے کہ اگرچہ شارحین اس نسبت کے عمل کو آسان قرار دیاہے لیکن اب موجودہ قوانین ریاضی کے مطابق یہ تمام تکلفات متروک ہیں اب آسان صورت یہی ہے کہ کل مال تقسیم آٹھ تقسیم تعداد زوجات سے ہر زوجہ کا حصہ معلوم ہوجائے گا اور کل مال تقسیم چھ تقسیم تعداد جدات سے ہر جدہ کا حصہ معلوم ہوجائے گا ۔ کل مال تقسیم تین پھر ضرب دو پھر تقسیم تعداد بنات سے ہر بنت کا حصہ معلوم ہوگا فریق زوجات کے حصص اور فریق جدات کے حصص اور فریق بنات کے حصص کو جمع کرکے کل مال سے تفریق کرنے سے اعمام کا حصہ معلوم ہوگا پھر اس حصہ کو تعداد اعمام سے تقسیم کرنے سے ہر عم کا حصہ معلوم ہوگا ۔

<u>تنبیہ</u> : میں نے طلبار کی آسانی کے لیے کسور اعشاریہ کی مثالیں دی ہیں ورنہ شارحین نے (جہاں میں نے $\frac{1}{2}$ ۱ حصہ تحریر کیاہے) ایک اور نصف کی نسبت سے تحریر کیاہے اسی طرح جہاں میں نے ۱۰۶ تحریر کیاہے (باقی اگلے صفحہ پر)

مِن اصل المسئلۃ الی عدد رؤسہم مفردا ثم تعطی بمثل تلک النسبۃ مِن المضروب لکل واحد من آحاد ذالک الفریق

فصل فی قسمۃ الترکات بین الورثۃ والغرماء

اذا[۱] کان بین التصحیح والترکۃ مباینۃ فاضرب سہام کل وارث من التصحیح فی جمیع الترکۃ ثم اقسم المبلغ علی التصحیح مثالہ بنتان وابوان والترکۃ سبعۃ دنانیر واذا[۲] کان بین

(شروع اولاً فی طریق قسمۃ الترکۃ بین الورثۃ — فعلہ یعنی المتروک کا لطلبۃ یعنی المطلوب — ای علی اصل المسئلۃ)

(بقیہ صفحہ سابقہ) وہاں شارحین نے ایک اور تین اخماس تحریر کئے ہیں کیونکہ دس کا ایک خمس دو اس کے تین خمس چھ بنتے ہیں اسی طرح جہاں میں نے ⅔ تحریر کیا وہاں شارحین نے ایک کے دو ثلث کے الفاظ تحریر کئے ہیں جدید ریاضی کے قوانین سے واقف طلبہ کرام ماقبل والی بحث کو مد نظر رکھیں۔ اور ناواقف حضرات شارحین کے الفاظ سے مطالب حاصل کریں مقصد حصول منزل ہی ہے مثلاً ۴۲ کو ۲۱۰ سے ضرب دی تھی لہٰذا اب ۲۱۰ کو ½ ۱ سے ضرب دیں ۱۰۵ × ۳ = ۳۱۵۔ یا شارحین کے قول کے مطابق ایک اور نصف کا حساب لگائیں ۲۱۰ + ۱۰۵ = ۳۱۵، یہ ہر ایک زوجہ کا حصہ ہے اسی طرح ہر بنت کا حصہ معلوم کرنے کے لیے چاہیے تو ۲۱۰ کو ۱.۶ جو برابر ہے ۶/۱۰ ۱ کے اس سے ضرب دیں۔ ۲۱ × ۱۶ = ۳۳۶ یہ ہر بنت کا حصہ ہے یا حساب کریں کہ ہر بنت کو ایک اور تین خمس دیں، ایک کا مطلب ۲۱۰ مکمل دیں۔ پھر ۲۱۰ کے خمس نکالیں یعنے پانچ سے تقسیم کریں۔
۲۱۰ ÷ ۵ = ۴۲ یہ ایک خمس ہے۔ تین خمس ۴۲ × ۳ = ۱۲۶، اب ایک میں تین خمس جمع کریں۔ ۲۱۰ + ۱۲۶ = ۳۳۶ یہ ہر بنت کا حصہ ہے ہر جدہ کا حصہ ⅔ = ۷۰ × ۲ = ۱۴۰ یا دو ثلث نکالیں۔ پہلے ایک ثلث پھر دو ثلث ۲۱۰ ÷ ۳ = ۷۰ یہ ایک ثلث ہے، دو ثلث اس طرح ہوں گے ۷۰ + ۷۰ = ۱۴۰ یا ۷۰ × ۲ = ۱۴۰۔

سلہ جب تصحیح اور ترکہ میں مباینۃ ہو تو ہر وارث کے سہام کو جمیع ترکہ سے ضرب دیں پھر حاصل ضرب کو تصحیح سے تقسیم کریں جیسے ترکہ کل سات دینار ہوں اور ورثا ابوین اور بنتین ہوں تصحیح چھ سے ہوگی دو ثلث بنتین کے اور ابوین میں سے ہر ایک کے لیے ایک سدس، ترکہ یعنے سات اور تصحیح یعنے چھ میں مباینۃ ہے اس لیے مثلاً اب یا ام کے لیے چھ میں سے ایک حصہ تھا۔ ایک کو سات سے ضرب دیں پھر چھ سے تقسیم کریں یہ حصہ باپ کا اور اسی طرح ماں کا یعنے ہر ایک کو ایک دینار مکمل اور ایک دینار میں چھٹا حصہ ملے گا پھر بنتین کے دو ثلث یعنے چھ میں سے چار اور ہر بنت کو دو حصے حاصل ہوئے اب دو سے ترکہ یعنے سات کو ضرب دیں گے تو حاصل ضرب چودہ ہوگا پھر چودہ کو چھ سے تقسیم کریں گے تو ہر بنت کو دو دینار اور ایک دینار کا ثلث حاصل ہوگا۔ یعنے ابوین میں سے ہر ایک کو ⅙ ۱ دینار اور ہر بنت کو ⅓ ۲ حاصل ہوں گے۔

سلہ جب تصحیح اور ترکہ میں موافقت ہو تو تصحیح سے ہر وارث کے حاصل شدہ سہام کو ترکہ کے وفق سے ضرب دیں پھر حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق سے تقسیم کریں (خیال رہے کہ وفق سے مراد جدید اصطلاح میں لفظ مختصر استعمال ہوتا ہے کہ دونوں اگر ایک ہندسہ سے تقسیم ہو سکتے ہوں تو تقسیم کر کے مختصر کر لیا جائے) اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عورت فوت ہو جائے اس کے ورثا زوج اور ایک جدہ اور اختین لاب وام اور اخ لام ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے ہوگا عول ہو کر نو ہو جائے گا کیونکہ زوج کے لیے نصف یعنے تین اور جدہ کے لیے سدس یعنے ایک اور اختین کے لیے ثلثان یعنے چار (ہر ایک کے لئے ثلث یعنے دو) اور اخ لام کے لیے سدس یعنے ایک اس طرح ۳ + ۲ + ۲ + ۱ + ۱ = ۹۔ اور ترکہ ہو بارہ دینار اور تصحیح اور ترکہ میں توافق ہے اس کو مختصر کیا جائے گا (۹ + ۱۲) ÷ ۳ ۔ مثلاً زوج کے حصے تین ہیں ان کو ترکہ کے مختصر عدد سے ضرب دیں، ۳ × ۴ = ۱۲ پھر تصحیح کے مختصر عدد سے تقسیم کریں ۱۲ ÷ ۳ = ۴ یہ زوج کا ترکہ ہے اسی طرح ہر اخت لاب وام کا ۲ × ۴ = ۸، پھر تقسیم ۸ ÷ ۳ = ⅔ ۲ یہ ہر اخت لاب ولم کا حصہ ہے۔ جدہ کا حصہ ۴ ÷ ۳ = ⅓ ۱
یہ ہی حصہ اخ لاب وام کا ہے۔ یہاں ضرب نہیں دی جائے گی کیونکہ ایک سے ضرب دینے سے حاصل ضرب وہ ہی رہتا ہے زیادہ نہیں ہوتا اس لئے ایک سے ضرب دینا جدید ریاضی میں متروک ہے۔

التصحیح والترکۃ موافقۃ فاضرب سہام کل وارث من التصحیح فی وفق الترکۃ ثم اقسم المبلغ علی وفق التصحیح فالخارج نصیب ذالک الوارث فی الوجہین ہذا لمعرفۃ نصیب کل فرد اما[۵۱] لمعرفۃ نصیب کل فریق منہم فاضرب ما کان لکل فریق من اصل المسئلۃ فی وفق الترکۃ ثم اقسم المبلغ علی وفق المسئلۃ ان کان بین الترکۃ والمسئلۃ موافقۃ وان کان بینہما مباینۃ فاضرب فی کل الترکۃ ثم اقسم الحاصل علی جمیع المسئلۃ فالخارج نصیب ذالک الفریق فی الوجہین اما فی قضاء الدیون[۵۲] فدین کل غریم بمنزلۃ سہام کل وارث فی العمل ومجموع الدیون بمنزلۃ التصحیح وان کان فی الترکۃ کسور فابسط الترکۃ والمسئلۃ کلیتہما ای اجعلہما من جنس الکسر ثم قدم فیہ ما رسمناہ

---

[۵۱] اس سے پہلے ہر فرد کے حصہ کو معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا اب ہر فریق کے حصص معلوم کرنے کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ ترکہ اور تصحیح کے درمیان دیکھیں توافق ہے یا تباین، اگر توافق ہو تو ہر فریق کے حصص کو مختصر عدد ترکہ سے ضرب دیں پھر مختصر عدد تصحیح سے تقسیم کریں اس طرح ہر فریق کے سہام معلوم ہو جائیں گے اور اگر تباین ہو تو ہر فریق کے حصص کو کل ترکہ سے ضرب دیں پھر کل تصحیح سے تقسیم کریں۔ توافق کی مثال یہ ہے کہ زوج اور چار اخوات لاب وام اور اختان لام ہوں تو اصل مسئلہ چھ سے عول ہو کر نو ہو جائے گا۔ زوج کے لیے نصف یعنے تین اور اخوات لاب وام کے لئے دو ثلث یعنے چار اور اختین لام کے لیے ایک ثلث یعنی دو اس طرح کل نو ہو گئے (۳ + ۴ + ۲ = ۹) زوج ایک فریق ہے اس کا حصہ معلوم کرنے کے لئے ترکہ کو دیکھا ترکہ مثلاً تیس دینار ہیں۔ ترکہ اور تصحیح میں توافق ہے۔ مختصر کریں گے $\frac{۹ - ۳۰}{۳}$ = زوج کے حصص ۳ ترکہ مختصر ۱۰۔ ۳ × ۱۰ = ۳۰۔ اب تصحیح کے مختصر عدد سے تقسیم کریں گے۔ ۳۰ ÷ ۳ = ۱۰ یہ زوج کا حصہ ہے۔ اخوات لاب وام ایک فریق ہے ان کے حصص چار تھے اس لئے اب عمل یہ ہوگا۔

۱۰ × ۴ = ۴۰ ÷ ۳ = $۱۳ \frac{۱}{۳}$

اختین لام علیحدہ فریق ہے ان کے حصص اصل میں دو تھے اس لیے اب عمل یہ ہوگا۔

۱۰ × ۲ = ۲۰ ÷ ۳ = $۶ \frac{۲}{۳}$ = $۶ \frac{۱}{۱۰}$

لمباینۃ کی مثال یہ ہی مدنظر رکھیں ترکہ مثلاً بتیس دینار تصور کریں اب طریقہ یہ ہوگا۔ ترکہ × نصیب فریق ÷ تصحیح۔

زوج کے سہام تین تھے اب عمل اس طرح ہوگا۔

۳۲ × ۳ = ۹۶ ÷ ۹ = $۱۰ \frac{۶}{۹}$ = $۱۰ \frac{۲}{۳}$، اسی طرح عمل باقیوں میں بھی ہوگا۔

[۵۲] اگر تجہیز و تکفین کے بعد اتنا مال ہو کہ تمام قرض خواہوں کے مل سکے تو تمام قرض ادا کر دیا جائے اگر مال کم ہو اور قرضہ زیادہ تو ہر قرض خواہ کا قرض بمنزل سہام اور مجموعہ قرضوں کا بمنزل تصحیح کے سمجھ کر وہ عمل کریں جو ابھی ورثار کے حصص کی تقسیم میں بیان ہو چکا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا کل مال نو دینار ہو اور ایک شخص نے قرض پانچ دینار اور ایک نے دس دینار لینا ہو تو ان کا مجموعہ پندرہ ہوگا جب کہ پندرہ اور نو میں توافق ہے $\frac{۹ - ۱۵}{۳}$ اس لئے جس شخص نے دس دینار لینے ہیں اس کے لیے عمل ہوگا

۱۰ × ۳ = ۳۰ ÷ ۵ = ۶

جس نے پانچ لینے ہیں اس کے لیے عمل ہوگا۔

۵ × ۳ = ۱۵ ÷ ۵ = ۳

مباینۃ کی مثال۔ قرض دس اور پانچ۔ مال تیرہ دینار۔ اب کل کو کل سے ضرب دیں۔

دس والے کے لئے۔

۱۰ × ۱۳ = ۱۳۰ ÷ ۱۵ = $۸ \frac{۱۰}{۱۵}$ = $۸ \frac{۲}{۳}$

پانچ والے کے لئے

۵ × ۱۳ = ۶۵ ÷ ۱۵ = $۴ \frac{۵}{۱۵}$ = $۴ \frac{۱}{۳}$

فصل في التخارج

مَن[۱] صالح [من الورثة] على شيءٍ من التركة فاطرح سهامَه [من اصل المسئلة] من التصحيح ثم اقسم ما بقي من التركة على سهام الباقين [ای انصباءهم من اصل المسئلة] كزوجٍ[۲] وأمٍّ وعمٍّ فصالح الزوج على ما في ذمّته [للميت] من المهر [عن نصيبه الذي هو النصف] وخرج من البين فيقسم باقي التركة بين الأم والعم أثلاثًا بقدر سهامهما [من اصل المسئلة] سهمان للأم وسهم للعم [وتصح المسئلة من ثلثة] أو زوجةٍ[۳] وأربعة بنين فصالح أحد البنين على شيءٍ [اقل من حصته] وخرج من البين [ای من بين البنين] فيقسم باقي التركة [من الباقي كما كان من الاصل] على خمسة وعشرين سهمًا [ای ما بقی بعد طرح سهمه من تصحیح الاول] للمرأة أربعة أسهم ولكل ابن سبعة۔

سلہ تخارج ماخوذ ہے خروج سے۔ اصطلاحی معنے یہ ہے کہ ورثاء اپنی رضا مندی سے اس پر صلح کرلیں کہ فلاں شخص یہ چیز لے لے اور وراثت کے حق سے دستبردار ہوجائے وہ بھی اس پر رضامند ہوجائے اور وہ چیز لے کر درمیان سے نکل جائے۔ یہ جائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الصلح میں عمرو بن دینار سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو نقل کیا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی مرضِ موت میں ایک زوجہ کو طلاق دے دی ابھی وہ عدت میں ہی تھی کہ آپ فوت ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انکی زوجہ کو ان کی اور تین ازواج کے ساتھ وارث بنایا کیونکہ یہ زوجۃ الفارّ تھی جو وارث ہوتی ہے اس نے ثمن سے چوتھا حصہ لینا تھا لیکن باقی ورثاء نے اس کے ساتھ اسی ہزار دینار یا درہم پر صلح کرلی کہ تم یہ لے لو وراثت کے حقوق سے دستبردار ہوجاؤ اس نے رضامندی ظاہر کی تو ان کے درمیان اس صورت پر صلح ہوگئی یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں تھی کسی نے اعتراض نہیں کیا لہٰذا یہ جائز ہے سلہ۲ جب ورثاء میں سے کسی نے ترکہ سے کسی چیز پر صلح کرلی کہ یہ چیز مجھے دے دی جائے باقی ترکہ میں سے دستبردار ہوجاتا ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس وارث کا بھی اعتبار کرتے ہوئے تصحیح کو دیکھا جائے کہ مال کے کل کتنے حصے بنانے ہیں اس کے ہوتے ہوئے باقی ورثاء کے جس طرح حصے ہوتے تھے اس کے نکل جانے پر بھی ورثاء کے وہی حصے متصور ہوں گے اور اسی طرح ان پر مال تقسیم ہوگا۔ سلہ۳ عورت فوت ہوجائے اس کا زوج اور ام اور عم وارث ہوں اس صورت میں مال کے کل چھ حصے بنائے جائیں گے زوج کو نصف یعنے تین اور ماں کو ثلث یعنے دو اور چچا کو بقیہ یعنے ایک حصہ دیا جائے گا۔ اگر زوج نے صلح کرلی کہ میں نے مہر دینا تھا اس لئے میں وراثت سے کوئی حق نہیں لیتا اس کے تین حصے خارج ہوں گے اب باقی ورثاء پر اسی طرح مال کے تین حصے تقسیم ہوں گے یعنے ماں کو دو حصے ملیں اور چچا کو ایک حصہ جس طرح زوج کے ہوتے ہوئے ان کے حصے تھے اسکے خارج ہونے پر بھی وہی صورت رہے گی۔ اسی مثال میں اگر چچا کسی چیز پر صلح کرلے تو باقی مال کے پانچ حصے بناکر تین زوج کو اور دو ماں کو دیئے جائیں گے۔ اگر ماں نے صلح کرلی تو باقی مال کے چار حصے بناکر تین زوج کو اور ایک چچا کو دیئے جائیں گے

اعتراض: صلح کرنے والے بمنزل معدوم کے کیوں نہیں سمجھا جاتا۔؟

جواب: معدوم کے درجہ میں اگر سمجھا جائے اور زوج صلح کرے تو باقی مال کے تین حصوں میں ماں کو ثلث دینے کی صورت میں ماں کو ایک حصہ ملے گا اور چچا کو دو حصے یہ خلاف اجماع ہے۔ خیال رہے کہ باقی مال اب اصل کے درجہ میں ہوگا کیونکہ زوج معدوم کے درجہ میں اب تین حصے بنانے میں اصل تصحیح ہوگی ماں کو اصل کا ثلث ہی دیا جائے تو خلاف اجماع ہے یہاں ثلث ما بقی کا اعتبار نہیں ہوگا اگرچہ بظاہر دونوں صورتیں ایک جیسی نظر آرہی ہیں سلہ۴ دوسری مثال دی گئی ہے کہ ایک شخص کی زوجہ اور چار بیٹے ہوں تو اس صورت میں زوجہ کا ثمن اور بقیہ مال بیٹوں کا ان پر برابر تقسیم ہوگا۔ مال کے کل آٹھ حصے ہوں گے ان سے ثمن ایک اور باقی حصے سات لیکن سات حصے چار بیٹوں پر بلاکسر تقسیم نہیں ہوسکتے اس لیے ان کے عدد رؤس سے مخرج کو ضرب دیں گے لہٰذا آٹھ ضرب چار حاصل ضرب بتیس ہوا بتیس سے ثمن چار اور باقی اٹھائیس حصے۔ ان سے ہر بیٹے کو سات سات حصے حاصل ہوئے۔ جب بیٹوں سے ایک نے کسی مال پر صلح کرلی تو اب باقی مال کے اسی طرح حصے بنانے ہوں گے جیسے اسکی موجودگی میں باقی ورثاء کے حصے تھے اب باقی ورثاء زوجہ اور تین بیٹے ہیں ماں کے حصے چار تھے اور بیٹوں کے سات سات اس لئے اب باقی مال کے کل پچیس حصے بنائے جائیں گے ان سے چار حصے ماں کے اور سات سات حصے باقی رہنے والے تین بیٹوں کو حاصل ہوں گے۔ تنبیہ: اب جدید ریاضی کے مطابق صورت مذکورہ میں اتنا کافی ہے۔ کل مال ÷ ۸ = زوجہ کا حصہ کل مال ـ حاصل تقسیم = تمام بیٹوں کا حصہ۔ تمام بیٹوں کا مجموعی حصہ ÷ ۴ = ہر بیٹے کا حصہ ایک بیٹے نے کسی مال پر صلح کرلی اور خارج ہوگیا اب جو سلہ۵

باب الرّد

کان فی اصل بزاد المخرج وفی الرد ینقص

الرّدُّ ضدُّ العَولِ مَا فضَلَ عن فرضِ ذوی الفروضِ ولا مستحقَّ لہٗ یردُّ علیٰ ذوی الفروضِ

ای بلا زیادۃ ونقصان — من العصبات — رضی اللہ عنہم — رحمۃ اللہ علیہم

بقدرِ حقوقہم اِلّا علی الزّوجینِ وھو قولُ عامۃِ الصحابۃِ وبہٖ اَخذَ اصحابُنا وقال زیدُ بن

ای سہام لا بحسب عدد رؤسہم — ای الرد — منہم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ — ای بالرد

۱ــہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ جب ترکہ کی ورثاء پر تقسیم کے بیان سے فارغ ہوئے تو رد کے بیان کو شروع کیا۔ مسائل کی تین قسمیں ہیں عادلہ، عائلہ، عالہ۔ یعنے تقسیم بلا کسر ہوگی یا بالعول یا بالرد۔

۲ــہ رد ضد ہے عول کی۔ عول میں ذوی الفروض کے سہام کم ہو جاتے ہیں اور اصل مسئلہ زائد ہو جاتا ہے اور رد میں ذوی الفروض کے سہام زائد ہو جاتے ہیں اور اصل مسئلہ کم۔ یا آسان لفظوں میں اس طرح کہا جائے عول میں سہام مخرج پر بڑھ جاتے ہیں اور رد میں مخرج سہام پر بڑھ جاتا ہے۔

۳ــہ ذوی الفروض کے سہام مقدرہ ادا کرنے کے بعد مال کا عصبہ میں سے کوئی حقدار نہ ہو تو مال ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق لوٹا دیا جائے۔ یعنے نسب کے مطابق جتنے جتنے حقوق ان کے مقدر ہیں ان کے مطابق ہی رد بھی ہوگا یعنے نصف، ثلث، سدس وغیرہ کا وہی لحاظ ہوگا۔

۴ــہ زوجین اگرچہ ذوی الفروض سے ہیں لیکن ان پر مال دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ اصحاب سہم بالسبب ہیں بالنسب نہیں۔ اگر زوجین میں نسبی تعلق ہو جیسے چچا زاد ہوں تو اصحاب رد ہیں۔

۵ــہ اصحاب نسب ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق مال کا رد یہ جمہور صحابہ کرام یعنے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ اور ان کے متبعین اور احناف کا قول ہے لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک فاضل مال بیت المال میں جمع کیا جائے گا ذوی السہام پر نہیں لوٹایا جائے گا۔ یہی قول حضرت عروہ، حضرت زہری، امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا ہے لیکن محققین شوافع کہتے ہیں اگر بیت المال ہو تو فاضل مال بیت المال میں جمع کیا جائے۔ اگر بیت المال نہ ہو تو اصحاب فرائض پر مال رد کیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک تین یعنے زوجین اور جدہ پر رد نہیں ہوگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک زوجین پر بھی رد ہوگا۔ جو حضرات رد کا انکار کرتے ہیں انکی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے نص ظاہر سے اصحاب فروض کے حصے مقرر کر دیئے ہیں اس لئے ان کے حصص پر زیادتی حدود شرعیہ سے تجاوز ہے اس پر ان الفاظ مبارکہ سے وعید آئی ہوئی ہے، ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ، الخ جس طرح میت کے ورثاء نہ ہوں تو کل مال بیت المال میں جمع ہو جاتا ہے اسی طرح بعض مال جو اصحاب فروض سے زائد ہو وہ بھی بیت المال میں جمع ہو جاتا ہے جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں وعید کا مطلب یہ ہے کہ جو سہام اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقدر کئے گئے ہیں ان میں کمی و بیشی بحیثیت فرض منع ہے جیسے ثلث کو سدس بنا دیا جائے یا سدس کو ثلث بنا دیا جائے لیکن دوسری آیت کریمہ میں ہے، واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض کو میراث میں اولویت بوجہ رحم کے ہے۔ اس آیت کریمہ سے کل مال کا استحقاق بوجہ صلہ رحمی کے معلوم ہو رہا ہے۔ دوسری آیت کریمہ سے ان کے حصص مقرر معلوم ہو رہے ہیں۔ دونوں پر عمل اس طرح ہوگا کہ ذوی الفروض کو ایک آیت کریمہ کے مطابق ان کے سہام مقدرہ دیئے جائیں پھر عصبہ کے نہ ہونے پر ان کو بوجہ اولوا الارحام ہونے کے بقیہ مال دیا جائے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا سوائے میری ایک بیٹی کے کوئی وارث نہیں کیا میں کل مال کی وصیت کر جاؤں، آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا نصف مال کی؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے عرض کیا ثلث کی آپ نے فرمایا ہاں ثلث خیر اور کثیر ہے اس سے پتہ چلا کہ بیٹی نصف مال کی بوجہ فریضہ کے اور باقی کی بوجہ رد کے مستحق ہے اگر رد میں استحقاق نہ ہوتا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نصف مال کی وصیت سے منع نہ فرماتے۔

ثابت لا یردّ الفاضل بل ھو لبیت المال وبہ اخذ مالک والشافعی ثم مسائل الباب ای باب الرد اقسام اربعۃ احدھا ان یکون فی المسئلۃ جنس واحد ممن یردّ علیہ عند عدم من لا یردّ علیہ فاجعل المسئلۃ من رؤسہم کما اذا ترک بنتین او اختین او جدتین فاجعل المسئلۃ من اثنین والقسم الثانی اذا اجتمع فی المسئلۃ جنسان او ثلثۃ اجناس ممن یردّ علیہ عند عدم من لا یردّ علیہ فاجعل المسئلۃ من سہامہم اعنی من اثنین اذا کان فی المسئلۃ سدسان او من ثلاثۃ اذا کان فیہا ثلث وسدس او من اربعۃ اذا کان فیہا نصف وسدس

ف۱ مسائل رد چار قسم ہیں۔ ان میں وجہ حصر یہ ہے فاضل مال جن پر لوٹایا جائے گا وہ ایک صنف ہوگی یا زیادہ دونوں صورتوں میں مسئلہ یا وہ ہوں گے جو من لا یرد علیہ ہیں جیسے زوجین یا وہ نہیں ہوں گے اس طرح کل چار قسمیں ہوئیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ جن پر مال لوٹنا ہے وہ ایک صنف ہے اور ان میں من لا یرد علیہ نہیں اس صورت میں آسان طریقہ یہ ہے کہ تعداد ورثاء پر حصص بنالئے جائیں تاکہ تقسیم طول نہ پکڑے۔ پہلے ان کے فرائض کے مطابق تقسیم کریں پھر ان کے حصص کے مطابق مال لوٹائیں نتیجہ وہی ہو گا اس لئے تقسیم تعداد رؤس کے مطابق مختصر و آسان ہے جیسے میت کی صرف دو بیٹیاں یا دو بہنیں یا دو جدہ وارث ہوں تو کل مال کے دو حصے بناکر ایک ایک دونوں کو دے دیا جائے۔ بنتین اور اختین کو دو ثلث دے کر بقیہ مال ان پر لوٹائیں پھر بھی برابر لوٹانا ہوگا اس طرح تمام مال ان کو ملے گا جدتین کو پہلے سدس تقسیم کرکے ان کے حصص کے مطابق بقیہ مال تقسیم کریں پھر بھی کل مال نصف نصف تقسیم ہوگا اس لئے ابتداءً نصف نصف کرلیا جائے۔ ف۲ قسم ثانی یہ ہے کہ مسئلہ میں دو یا تین جنسیں جمع ہو جائیں لیکن فقط من یرد علیہ ہوں ان کے ساتھ من لا یرد علیہ نہ ہوں، ایسی صورت میں ان کے حصص کے مطابق اصل مسئلہ یعنے مخرج بنایا جائے گا مثلاً کل مال کے دو حصے بنالئے جائیں نصف نصف مال ہر فریق کو دے دیا جائے جبکہ مسئلہ میں دو سدس پائے جائیں جیسے ورثاء میں ایک جدہ ہو اور ایک اخیافی بہن ہو ہر ایک سدس کی حقدار ہے اصل مسئلہ چھ سے ہے جب دونوں کو سدس دیا تو دونوں کو چھ میں سے ایک ایک حصہ ملا تو پتہ چلا کہ حصہ دونوں کا برابر ہے اس لیے بقیہ مال بھی دونوں پر برابر لوٹانا ہے یعنے بقیہ چار میں سے دونوں کو دو دو حصے دینے ہیں اس لیے ابتداء ہی دو حصے بناکر برابر برابر تقسیم کرلیا جائے گا اس میں اختصار و تسہیل ہے۔ ف۳ دو یا تین جنسیں کہا ہے دو یا اکثر نہیں کہا اس لیے کہ استقراء سے یہ ثابت ہے کہ من یرد علیہ کا اجتماع دو یا تین جنسوں ہی میں ہوگا اکثر میں واقع ہوتا ہی نہیں۔ ف۴ یا اصل مسئلہ کو تین بنایا جائے گا جب کہ ایک ثلث اور ایک سدس جمع ہو جائیں جیسے اولاد ام ایک سے زائد اور ماں وارث ہوں۔ اصل مسئلہ یعنی مخرج یہاں چھ ہے کیونکہ اولاد ام کے لئے ثلث یعنے چھ میں سے دو اور ماں کے لیے سدس یعنے چھ میں سے ایک اور دونوں میں نسبت دو ایک کی ہے اس لیے بقیہ مال کے تین حصے موجود ہیں ان میں سے بھی اسی تناسب سے تقسیم کرنا ہے کہ اولاد ام کو تین سے دو حصے اور ماں کو ایک۔ اس لئے ابتداء ہی ان کے حصص کے مطابق مخرج تین بنالیا جائے کل مال کے تین حصوں میں سے دو حصے اولاد ام کے اور ایک حصہ ماں کے لیے اس طرح تقسیم کا نتیجہ وہی ہے جو بحساب فرائض کے پہلے تقسیم کرکے پھر ان کے سہام مقدرہ کے مطابق ان پر بقیہ مال رد کیا جائے ف۵ یا اصل مسئلہ یعنی مخرج چار بنایا جائے یہ اس وقت ہوگا جب نصف اور سدس جمع ہوں جیسے ورثاء میں ایک بیٹی اور ایک پوتی ہو بیٹی کے لیے نصف اور پوتی کے لیے سدس۔ یا ورثاء میں ایک بیٹی اور ماں ہو بیٹی کو نصف اور ماں کو سدس۔ اصل مسئلہ چھ ہے چھ میں نصف یعنے تین اور پوتی یا ماں کو سدس یعنے ایک دیا جائے گا ان کے حصص میں نسبت تین ایک کی اور نسبتی مجموعہ چار ہے لہذا مخرج چار بنالیا جائے، کیونکہ اگر بقیہ دو کو ان کے حصص کے مطابق تقسیم کریں پھر بھی صورت یہی ہوگی کیونکہ دو میں بھی نسبت تین ایک کی ہی ہوگی، مثلاً کل مال ۱۲۰۰۰ بیٹی $= \frac{12000}{2} = 6000$ ماں یا پوتی $= \frac{12000}{6} = 2000$، کل $= 6000 + 2000 = 8000$ بقیہ $= 4000$ جبکہ ۶۰۰۰ اور ۲۰۰۰ میں نسبت تین ایک کی، اسی طرح بقیہ میں نسبت تین ایک کی، $\frac{4000}{4} = 1000$، $1000 \times 3 = 3000$ بیٹی، $1000 \times 1 = 1000$ ماں یا پوتی۔ بیٹی کا کل حصہ بطور فرض و رد $6000 + 3000 = 9000$، ماں یا پوتی کا کل حصہ بطور فرض و رد $2000 + 1000 = 3000$۔ مخرج چار ہو جب بھی یہی صورت ہے بیٹی $\frac{12000}{4} \times 3 = 9000$، ماں یا پوتی $\frac{12000}{4} \times 1 = 3000$۔

او من خمسۃ[۵۱] اذا کان فیہما ثلثان وسدس او کان فیہما[۵۲] نصف وسدسان او کان فیہما نصف و

ثلث والثالث[۵۳] ان یکون مع الاول من لا یرد علیہ فاعط فرض من لا یرد علیہ من اقل

مخارجہ فان استقام الباقی علی عدد رؤس من یرد علیہ فبہا[۵۴] ونعمت اذ لا حاجۃ الی الضرب

کزوج وثلاث بنات وان لم یستقم[۵۵] فاضرب علی وفق رؤسہن فی فرض من لا یرد علیہ ان

(حاشیہ: ای واذا کان کذلک فاعط الخ — ای من یرد علیہ — واقسم الباقی علی عدد رؤس من لا یرد علیہ — بان لا یکون بینہما مماثلۃ — ای جزء الوفق بین الرؤس والباقی)

[۵۱] یا مخرج پانچ ہوجائے گا جب کہ سہام مقدرہ دو ثلث اور ایک سدس ہو یا نصف اور دو سدس ہوں، پہلی صورت کی مثال بنتین اور ام۔ بنتین کے لیے دو ثلث اور ام کے لیے ایک سدس۔ اصل مخرج چھ جس سے دو ثلث چار اور ایک سدس ایک۔ ان دونوں میں نسبت چار ایک کی نسبتی مجموعہ پانچ۔ بقیہ میں بھی یہی تناسب ہوگا اس لئے ابتداءً ہی مخرج پانچ بنا لیا جائے گا جس سے چار حصے بنتین کو اور ایک حصہ ام کو۔ تیس ہزار روپے میں سے بنتین کو چوبیس ہزار بنتین کو اور چھ ہزار ام کو۔ دوسری صورت کی مثال۔ بنت، بنت ابن اور ام۔ ان میں سے بنت کے لیے نصف، بنت ابن کے لئے سدس اور ام کے لیے بھی سدس۔ اصل مخرج چھ، جس سے نصف تین اور ایک سدس ایک اور دوسرا سدس بھی ایک۔ نسبت تین، ایک، ایک کی نسبتی مجموعہ پانچ بقیہ میں بھی یہی تناسب ہوگا اس لیے ابتداءً ہی مخرج پانچ بنا لیا جائے۔ تین حصے بنت کو، ایک حصہ بنت ابن کو اور ایک حصہ ام کو دیا جائے۔ [۵۲] اسی طرح مخرج پانچ ہوجائے گا جب نصف اور ثلث جمع ہوجائیں جیسے ایک عینی بہن اور دو اخیافی بہنیں ہوں۔ عینی کے لیے نصف اور دونوں اخیافی کے لیے ثلث۔ اصل مخرج چھ ہوگا جس کا نصف تین اور ثلث دو ان دونوں میں نسبت تین دو کی نسبتی مجموعہ پانچ۔ بقیہ مال میں اسی تناسب کو مدنظر رکھا جائے گا اس لئے ابتداءً پانچ کو مخرج بنا لیا جائے تین حصے عینی بہن کو اور دو حصے دونوں اخیافی کو [۵۳] تیسری قسم یہ ہے کہ جب پہلی قسم کے ورثاء (ایک جنس کے ہوں اور من یرد ہوں) کے ساتھ وہ وارث بھی ہو جو من لا یرد علیہ ہیں جیسے زوج اور زوجہ اس صورت میں اقل مخرج سے من لا یرد علیہ کا سہم مقدر نکالیں بقیہ دیکھیں اگر تعداد ورثاء پر برابر تقسیم ہوجائے تو بہتر ہے اب اس کو کسی سے ضرب دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جیسے ورثاء میں زوج اور تین بیٹیاں ہوں تو زوج کو ربع دیا جائے گا۔ ربع کا کم از کم مخرج چار ہے اس لیے چار میں سے ایک زوج کو دیا جائے گا اور بقیہ تین حصے تین بنات کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔ اگرچہ اصل مخرج بارہ ہے کیونکہ زوج کے لیے ربع اور بنات کے لیے دو ثلث، بارہ سے ربع تین اور دو ثلث آٹھ ان کا مجموعہ گیارہ۔ باقی ایک وہ بنات پر رد کیا جائے گا کیونکہ زوج پر بقیہ رد

نہیں ہوتا۔ اس طرح بنات کو بارہ سے نو حصے ملے اور زوج کو تین۔ تین اور نو میں نسبت ایک، تین کی ہی ہے ۱ : ۳ / ۴ : ۴۔ نسبتی مجموعہ ۱ + ۳ = ۴۔ اس لئے ابتداءً ہی مخرج چار بنایا جائے گا زوج کو ایک اور بنات کو تین حصے دیئے جائیں گے [۵۴] فبہا کا مطلب بہتر ہے۔ اصل عبارت محذوف ہوتی ہے عبارت اس طرح ہوگی مرحبا بہذہ الاستقامۃ۔ اس طرح تقسیم کا پورا ہوجانا بہتر ہے ونعمت میں عطف تفسیری ہے جس کا مطلب یہی ہے۔ [۵۵] جن ورثاء پر بقیہ مال لوٹانا ہے اگر انکی تعداد کے مطابق تقسیم درست نہ ہو تو اسی قیاس کے مطابق جو باب التصحیح میں گذرا ہے ضرب دے دو۔ یعنے من لا یرد علیہ کے مطابق اقل مخرج اور من یرد علیہ کی تعداد کے مطابق ضرب دینی ہے اگر مخرج اور تعداد میں توافق ہو تو ضرب دیتے وقت بھی توافق کو مدنظر رکھا جائے جیسے ورثاء زوج اور چھ بیٹیاں ہوں۔ زوج کے لیے ربع اور ربع کے مطابق اقل مخرج چار اس طرح مخرج سے زوج کا حصہ ربع یعنے ایک۔ باقی تین حصے چھ بنات کے لیکن تین حصے چھ پر بغیر کسر کے درست نہیں اس لیے ضرب دی جائے گی لیکن تعداد رؤس اور مخرج میں توافق ہے دو سے اس لئے مخرج کو دو سے ضرب دیں گے۔ کل مخرج آٹھ ہوجائے گا۔ آٹھ سے ربع دو۔ یہ حصہ زوج کا باقی حصے چھ ہیں ہر ایک بنت کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا۔ یہاں بھی اصل مخرج بارہ ہے جس میں سے زوج کو ربع یعنے تین حصے اور بنات کو دو ثلث یعنے آٹھ حصے، باقی ایک بھی بنات پر لوٹائیں گے لیکن چھ بنات پر نو کی تقسیم درست نہیں اس لئے توافق کا اعتبار کرتے ہوئے بارہ ضرب دو کریں گے مجموعہ چوبیس۔ اس طرح چوبیس سے ربع زوج کا یعنے چھ حصے اور بنات کے دو ثلث یعنے سولہ حصے اور باقی دو، وہ بنات پر لوٹائیں گے اس طرح بنات کے کل حصے اٹھارہ ہوگئے لیکن ان میں نسبت ایک تین کی ہے ۱ : ۳ / ۶ : ۱۸۔ نسبتی مجموعہ ۱ + ۳ = ۴۔ لہٰذا ابتداءً ہی کل حصے چار بنائے جائیں گے۔ تنبیہ: مذکورہ بالا مثالوں میں زوج اور بنات کا ذکر کیا گیا ہے اگر ان مثالوں میں زوج کی جگہ زوجہ ہے تو اقل مخرج آٹھ ہوگا جیسے زوجہ اور سات بنات ہوں اقل مخرج آٹھ۔ ان میں سے ثمن یعنے ایک زوجہ کا اور باقی سات حصص سات بنات پر درست تقسیم ہوں گے۔ اسی طرح تعداد کے مطابق تقسیم درست نہ ہو تو تباین ہوگا یا توافق۔ تباین کی صورت میں کل تعداد من یرد علیہ سے مخرج کو ضرب دیں، توافق کی صورت میں عدد توافق سے مخرج کو ضرب دیں۔

ای وان لم یکن بین الباقی وعدد الرؤس موافقۃ بل مباینۃ

وافق رؤسہم کزوج وست بنات والا[^1] فاضرب کل عدد رؤس فی مخرج فرض من لا یرد علیہ فالمبلغ تصحیح المسئلۃ کزوج وخمس بنات والرابع[^2] ان یکون مع الثانی من لا یرد علیہ

ای فالحاصل من الضرب فی الصورتین ای التوافق والتباین

فاقسم ما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ علی مسئلۃ من یرد علیہ فان استقام الباقی فبہا وھذا انما ھو فی صورۃ واحدۃ وھی ان یکون للزوجات الربع والباقی بین اھل الرد اثلاثا کزوجۃ واربع جدات وست اخوات لام

ای الجنس الزوجات واحدۃ کانت او اکثر

وان لم یستقم[^3] فاضرب جمیع مسئلۃ من یرد علیہ

ما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ

[^1]: اگر عدد رؤس میں اور من لا یرد علیہ کے اقل مخرج میں توافق نہ ہو تو کل تعداد وعدد شمار یعنے من یرد علیہ کی کل تعداد سے مخرج کو ضرب دیں جیسے زوج اور پانچ بنات ہوں۔ کل مخرج چار ہوگا۔ چار سے ربع زوج کا یعنے ایک۔ باقی تین کی تقسیم پانچ بنات پر درست نہیں اس لیے کل تعداد بنات یعنے پانچ سے چار کو ضرب دیں گے مجموعہ بیس ہوگا بیس سے ربع پانچ زوج کے باقی پندرہ میں سے تین تین ہر بنت کے

[^2]: توافق اور تباین دونوں صورتوں میں بعد از ضرب جو حاصل ضرب ہوگا اسے مخرج تصور کیا جائے گا۔

[^3]: چوتھی قسم یہ ہے کہ ثانی قسم (یعنے من یرد علیہ دو جنس ہوں) کے ساتھ من لا یرد علیہ پایا جائے یعنے زوجین میں سے ایک ہو۔ تو اقل مخرج سے من لا یرد علیہ کا سہم مقدر ادا کرنے کے بعد باقی کو دیکھیں اگر من یرد علیہ پر ان کے سہام مقدرہ صحیح تقسیم ہو جائیں تو فبہا۔ یہ صرف ایک صورت میں پایا جاتا ہے یہ اس وقت ہوگا جب کہ زوجات (ایک یا اکثر) کے لیے ربع ہو اور باقی اہل رد میں اثلاثا تقسیم کرنا ہو۔ جیسے میت کی زوجہ اور چار جدات اور چھ اخوات لام (اخیافی بہنیں) ہوں تو زوجہ کے لیے (بوجہ عدم اولاد) ربع اور جدات کے لیے سدس اور اخیافی بہنوں کے لئے ثلث، اصل مخرج بارہ جس سے زوجہ کے لئے ربع یعنے تین اور جدات کے لیے سدس یعنے دو اور اخوات لام کے لئے ثلث یعنے چار = کل مجموعہ نو اور باقی تین۔ زوجہ اصحاب رد سے نہیں البتہ جدات اور اخیافی بہنیں اصحاب رد سے ہیں ان میں نسبت دو، چار کی ہے جو برابر ہے ایک دو کے $\frac{۲}{۴}:\frac{۱}{۲}$۔ اس لیے باقی تین میں سے ایک جدات کو اور دو اخیافی بہنوں کو دیئے جائیں گے اس طرح ہر ایک کے کل حصص یہ ہیں، اخوات لام ۴ + ۲ = ۶، اور جدات ۲ + ۱ = ۳، اور زوجہ ۳ = تمام میں نسبت $\frac{۲}{۶}:\frac{۱}{۳}:\frac{۱}{۳}$ جو برابر ہیں لہذا تناسب رہا ۔ ۲ : ۱ : ۱ کا نسبتی مجموعہ ہوا ۴۔ لہذا ابتداء ہی مخرج چار ہوگا جس سے زوجہ کو ایک، جدات کو ایک اور اخیافی بہنوں کو دو حصے دیئے جائیں گے لہذا اس صورت میں من لا یرد علیہ (زوجہ) کا حصہ نکالنے کے بعد اصحاب رد پر سہام مقدرہ کی تقسیم بلا کسر درست ہو گئی البتہ تعداد رؤس کے مطابق درست نہیں کیونکہ جدات چار ہیں حصہ ایک ان میں تباین ہے اخوات لام چھ ہیں ان کے حصے دو ہیں ان میں توافق کا اعتبار کرتے ہوئے انکی تعداد تین بنائیں گے لہذا ضابطہ یہ ہوگا تعداد جدات × تعداد اخوات لام (بعد از توافق) × مخرج یعنے ۴ × ۳ × ۴ = ۴۸۔ جب مخرج کو ۱۲ سے ضرب دی تو اصل حصص کو بھی ۱۲ سے ضرب دیں۔ زوجہ کا حصہ ایک ضرب بارہ = ۱۲، جدات ایک ضرب بارہ = ۱۲، اخوات لام دو ضرب بارہ = ۲۴۔ اب تقسیم تعداد رؤس پر بھی صحیح ہے ہر جدہ کو تین حصے۔ ہر بہن کو چار حصے اور زوجہ کے اپنے مستقل بارہ حصے

[^4]: من لا یرد علیہ کا سہم مقدر اقل مخرج سے نکالنے کے بعد اگر تقسیم درست نہ ہو تو من یرد علیہ کے سہام مقدرہ کو من لا یرد علیہ کے مخرج سے ضرب دیدیں یہ دونوں فریقوں کے فروض کا مخرج ہوگا اگرچہ علیٰحدہ علیٰحدہ یہ مخرج نہیں ہو سکتا۔ جیسے چار زوجہ، نو بیٹیاں اور چھ جدات ہوں اصل مسئلہ چوبیس سے ہے کیونکہ زوجات کے لیے ثمن اور بنات کے لیے ثلثان اور جدات کیلئے سدس اس طرح زوجات کیلئے تین، بنات کیلئے سولہ اور جدات کیلئے چار ان میں نسبت چار ایک کی $\frac{۴}{۱۶}:\frac{۱}{۴}$ نسبتی مجموعہ ۵۔ اب من لا یرد علیہ کا اقل مخرج آٹھ جس سے ثمن ایک نکال کر باقی سات۔ اب سات کو من یرد علیہ کی نسبت کے مطابق پانچ حصوں پر تقسیم کرنا درست نہیں تو من لا یرد علیہ کے اقل مخرج آٹھ کو من یرد علیہ کے نسبتی مجموعہ سے ضرب دیں گے یعنی آٹھ ضرب پانچ حاصل ضرب چالیس، اس سے زوجات کے حصے پانچ ہوں گے باقی پینتیس کو پانچ پر تقسیم کرنا درست ہے جدات کے حصے سات اور بنات کے اٹھائیس یہاں تک تقسیم سہام کے لحاظ پر درست ہو گئی لیکن رؤس یعنی تعداد وشمار پر درست نہیں کیونکہ سات کو چھ جدات پر اور اٹھائیس کو نو بنات پر تقسیم کرنا درست نہیں اس لیے تعداد وشمار کو فریقین کے فروض کے مخرج میں ضرب دیں گے اگر تعداد میں توافق ہو تو تمام کا ذو اضعاف اقل نکالیں ورنہ کل سے ضرب دیں، یہاں توافق ہے ان کا ذو اضعاف اقل یہ ہے ۹ ـ ۶ ـ ۴ ... ۲ × ۳ × ۲ × ۳ = ۳۶۔ لہذا اب صورت یہ ہو گئی ۴۰ × ۳۶ = ۱۴۴۰، زوجات میں تقسیم کا طریقہ ۵ × ۳۶ ÷ ۴ = ۴۵ ہر زوجہ کا حصہ
بنات میں تقسیم کا طریقہ ۲۸ × ۳۶ ÷ ۹ = ۱۱۲، ہر بنت کا حصہ۔
جدات میں تقسیم کا طریقہ ۷ × ۳۶ ÷ ۶ = ۴۲، ہر جدہ کا حصہ

فی مخرج فرض من لا یرد علیہ فالمبلغ مخرج فروض الفریقین کاربع زوجات وتسع بنات و ست جدات ثم اضرب سہام من لا یرد علیہ فی مسئلۃ من یرد علیہ وسہام من یرد علیہ فیما بقی من مخرج فرض من لا یرد علیہ وان انکسر علی البعض فتصحیح المسائل بالاصول المذکورۃ۔

باب مقاسمۃ الجد

قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ومن تابعہ من الصحابۃ بنو الاعیان وبنو العلات

۵۱ مقاسمۃ ماخوذ ہے قسمت سے مفاعلہ جانبین سے ہوتا ہے اس لیے یہاں مقاسمۃ کا استعمال صاحبین کے مسلک پر ہے کہ ان کے نزدیک جد اور اخوۃ واخوات میں تقسیم ہے لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ تقسیم نہیں ۵۲ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے قول کے متبعین صحابہ کرام جیسے حضرت ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، حذیفہ بن یمان، ابوسعید خدری، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری، اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ بنوالاعیان اور بنو العلات یعنی عینی بھائی بہنیں اور علاتی بھائی، بہنیں جد کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہوتے جس طرح اب کے ہوتے ہوئے وارث نہیں باپ کی طرح جد اولاد وارث کے نہ ہوتے ہوئے کل مال کا مستقل وارث ہوتا ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہ، شریک عطار، عروۃ ابن زبیر، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری، اور ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہم کا ہے اسی پر فتویٰ ہے، البتہ مبسوط میں ذکر کیا گیا ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ حضرت زید بن ثابت، حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ جد کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوں گے یہی قول صاحبین اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما کا ہے البتہ بنوالاخیاف جد کے ہوتے ہوئے بالاجماع ساقط ہیں، وجہ اختلاف یہ ہے کہ جد کو من وجہ اب سے مشابہت ہے اور من وجہ اخ سے۔ جد کو باپ سے چند وجوہ سے مشابہت ہے، جد اولاد ام کے لیے اب کی طرح حاجب ہے اسی طرح جب صغیر اور صغیرہ کا نکاح جد کرے تو انکو اختیار فسخ نہیں ہوتا جس طرح باپ کے نکاح کرنے میں اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح جد کو ولد الولد کے قتل کرنے میں قصاصاً قتل نہیں کیا جاتا جیسے اب کو ولد کے قتل میں قصاصاً قتل نہیں کیا جاتا۔ عدم قبول شہادت میں اور صحت استیلاء جد مع عدم الاب میں جد بحکم اب ہی ہے زکوٰۃ جد کو بھی دینا اب کی طرح ہی منع ہے۔ مال و نفس میں جد کے تصرفات اب کی طرح ہی ہیں۔ جد کو بھائی سے مشابہت اس طرح حاصل ہے کہ جب صغیر کے جد معدوم ہوں تو ان پر نفقہ اثلاثاً لازم آئے گا وراثت کا اعتبار کرتے ہوئے لیکن جب جد معسر ہو تو اس پر نفقہ لازم نہیں آئے گا جس طرح بھائی پر لازم نہیں آتا صغیر کا صدقہ فطر جد پر لازم نہیں جس طرح بھائی پر لازم نہیں جد کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے صغیر کو اس کے تابع کر کے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا جس طرح صغیر بھائی کو کبیر بھائی کے اسلام کی وجہ سے مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ وجہ تشبیہ میں اختلاف کی وجہ سے مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا کچھ حضرات نے باپ کی مشابہت کی وجہ سے عینی اور علاتی بہن بھائیوں کے لیے حاجب سمجھا اور کچھ حضرات نے بھائی کے مشابہ سمجھتے ہوئے حاجب نہیں سمجھا بلکہ کچھ حضرات نے اسی مشکل کے پیش نظر توقف کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت تعجب ہے زید بن ثابت پر کہ وہ ابن الابن کو ابن کے قائم مقام سمجھتے ہیں لیکن اب الاب کو اب کے قائم مقام نہیں سمجھتے حالانکہ جبکی موت پر ابن الابن حاجب ہے اخوۃ واخوات کیلئے تو اسی طرح ابن الابن کی موت پر جد کو بھی اخوۃ واخوات کے لیے حاجب ہونا چاہیئے۔ **انتباہ** حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا اس میں اتفاق ہے کہ بنوالاعیان اور بنوالعلات جد کی موجودگی میں وارث ہوں گے البتہ کیفیت میں اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جد بھائیوں کے ساتھ برابر کا شریک ہوگا بشرطیکہ اس کو سدس سے کم نہ ملے اگر سدس سے کم ہو رہا ہو تو سدس دیا جائے گا۔ جب جد کے ساتھ دو یا تین یا چار بھائی ہوں تو مقاسمۃ یعنی بھائیوں کی طرح اس کے لیے حصہ بہتر ہے جب پانچ بھائی ہوں تو مقاسمۃ اور سدس برابر ہیں جب چھ یا اس سے زائد بھائی ہوں تو جد کیلئے سدس بہتر ہے اور آپ کے نزدیک جد فقط اخوات کو عصبہ نہیں بناتا بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ اخوات ذوات فرض ہے اس لیے اگر جد کے ساتھ ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن ہو تو عینی کو نصف مال اور علاتی کو سدس اور باقی جد کو۔ اسی طرح آپ کے نزدیک بنوالعلات تقسیم میں شمار نہیں ہوتے۔ اگر جد اور عینی بھائی اور علاتی بھائی ہو تو نصف مال عینی بھائی کو اور نصف جد کو دیا جائے گا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک جد مقاسمۃ میں بھائیوں کے ساتھ شریک ہے لیکن بشرطیکہ اس کا حصہ جمیع مال کے ثلث سے کم نہ ہو اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ع۵

لَا يَرِثُونَ مع الجدّ وهذا قول اَبِي حنيفة رحمة الله عليه وبه يُفتي وقال زيد بن ثابت

رضي الله عنه يرِثون مع الجدّ وهو قولهما وقول مالك والشافعي رحمهما الله تعالى و

عند زيد بن ثابت للجدّ مع بني الأعيان وبني العلاتِ افضلُ الأمرين مِنَ المقاسمةِ ومِن

ثُلُثِ جميعِ المال وتفسيرِ المقاسمة اَن يجعلَ الجدّ في القسمة كاحدِ الإخوةِ وبنو العلاتِ يدخلون

فِي القسمة مع بنِي الأعيانِ اضرارًا للجدّ فاذا اخذ الجدُّ نصيبَه فبنو العلاتِ يخرجونَ من البَيْنِ

خائبين بغيرِ شيءٍ والباقي لبنِي الأعيانِ الّا اذا كانت مِن بني الأعيان اخت واحدة فانها اذا

سلہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک بنو الاعیان اور بنو العلات کے ساتھ جد کو تقسیم وراثت میں دو چیزوں یعنے مقاسمۃ اور جمیع مال کے ثلث میں سے جو بہتر ہے وہ دیا جائے گا شرط یہ ہے کہ ان کے ساتھ اصحاب فروض میں سے کوئی نہ ہو مقاسمۃ کا یہ مطلب ہے کہ جد کو بھائیوں کے ساتھ ایک بھائی کے درجہ میں سمجھا جائے اور مال للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق تقسیم کیا جائے اس طرح جد کا حصہ ایک بھائی کا حصہ ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ جمیع مال کے ثلث سے مقاسمۃ میں کمی نہ ہو حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جد کو جب اخ اور اب دونوں سے مشابہت حاصل ہے تو دونوں کا لحاظ کیا جائے گا اولاد ام کے لیے حاجب ہونے باپ کے مشابہ ہوگا اور تقسیم وراثت میں بھائی کی طرح۔ مقاسمۃ کو جمیع مال کے ثلث سے بہتر ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ اولاد کے ساتھ جد سدس کا وارث ہوتا ہے اس لیے بھائیوں کے ساتھ اس سے دوگنا کا وارث ہوگا کیونکہ اولاد کو قرابت حاصل ہے اور جزئیۃ بھی لیکن اخوۃ کو فقط قرابت۔ اس لئے اولاد کی دو قوتوں کو دیکھ کر ان کا حصہ زائد اور جد کا کم لیکن اخوۃ کو ایک قوت حاصل ہے لہٰذا اخوۃ کے ہوتے ہوئے جد کو زائد حصہ حاصل ہوگا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ مال ابوین میں جب تقسیم ہوگا تو ماں کو ثلث اور باپ کو ثلثان دیا جائے گا جب ابوین درجہ اولیٰ میں ہیں اور جد اور جدہ درجہ ثانیہ میں ہیں تو جدہ کے لئے سدس اور جد کے لئے ضعف سدس یعنے ثلث ہوگا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے مسلک کی تفصیل یہ ہے کہ جد کے ساتھ جب ایک بھائی ہو تو دونوں کو نصف نصف مال بطور مقاسمۃ دیا جائے گا یہ ثلث سے بہتر ہے جب دو بھائی ہوں تو مقاسمۃ اور جمیع مال کا ثلث ایک ہی ہیں جب تین بھائی ہوں تو ثلث بنسبت مقاسمۃ کے بہتر ہے کیونکہ مقاسمۃ میں جد کو ربع ملتا تھا۔ اسی طرح جد کے ساتھ دو یا تین عینی بہنیں ہوں تو مقاسمۃ بہتر ہے

اگر چار بہنیں ہوں تو مقاسمۃ اور ثلث برابر ہیں اگر چار سے زائد ہوں تو ثلث بہتر ہے سلہ بنو علات تقسیم میں بنو اعیان کے شمار ہوں گے اس طرح حساب میں جب ان کا اعتبار کیا جائے گا تو جد کو وہ نقصان پہنچائیں گے کہ انکی وجہ سے جد کا حصہ کم ہوگا لیکن جد کو حصہ دینے کے بعد بنو علات محروم ہونگے صرف بنو اعیان کو مال للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق دیا جائے گا۔ یعنے بنو علات جد کے ساتھ اس وقت وارث ہوں گے جب بنو اعیان نہ ہوں۔ بنو اعیان کے ہونے کی صورت میں خود محروم ہوں گے لیکن حساب میں جد کو ضرر پہنچانے کے لحاظ سے شمار ہوں گے مثلاً جد اور عینی بھائی اور علاتی بھائی ہوں تو جد کو مقاسمۃ یا ثلث کے لحاظ سے ثلث مال دیا جائے گا باقی مال عینی بھائی کو دیا جائے گا اخیافی محروم ہوگا جد کو ضرر پہنچانے میں اس کا حساب ہوا لیکن خود محروم رہا اسکی اور نظیر یہ ہے کہ ام اور عینی بھائی اور علاتی بھائی ہو تو ام کو سدس دیا جائے گا۔ علاتی بھائی کا اعتبار کرتے ہوئے ماں کا ثلث سدس کی طرف منتقل ہوا لیکن علاتی بھائی خود عینی کی وجہ سے محروم ہوگا بقیہ مال عینی کو دیا جائے گا سلہ پہلے ذکر کیا ہے کہ بنی علات بنی اعیان کی موجودگی میں محروم ہوتے ہیں اس سے یہ صورت مستثنےٰ کر رہے ہیں کہ جب ایک عینی بہن ہو تو وہ اپنا فرض یعنے کل مال کا نصف لے گی اس کے بعد جد کا حصہ نکال کر اگر مال باقی ہوا تو بنی علات کو دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ اخت واحدہ کا ذکر کیا ہے کیونکہ ایک سے زائد عینی ہوں یا علاتی وہ جد کے ساتھ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نزدیک عصبہ ہو جاتی ہیں ان کا فرض باقی نہیں رہتا سوائے ایک مسئلہ اکدریہ کے جس کا ذکر آئے گا لیکن عینی بہن جب ایک ہو اس کا حصہ نصف مال سے نہ کم ہوتا ہے نہ زائد باوجودیکہ بنی علات پائے جائیں لہٰذا وہ اپنے فرض کی مقدار پائے گی جیسے جد کی جگہ کوئی اور صاحب فرض ہو سوائے بنات اور بنات ابن کے تو صاحب فرض کا حصہ دیا جائے گا اور عینی بہن کو نصف اور باقی رہنے کی صورت میں بنی علات کو دیا جائے گا۔

اخذت فرضہا نصف الکل بعد نصیب الجد فان بقی شئ فلبنی العلات والا فلا شئ
لہم کجد[۵۱] واخت لاب وام واختین لاب فبقی للاختین لاب عشر المال وتصح من عشرین[۵۲] ولو
کانت[ع۵] فی ہذہ المسئلۃ اخت لاب لم یبق لہا شئ وان اختلط بہم[۵۳] ذو سہم فللجد ہنا افضل
الامور الثلاثۃ بعد فرض ذی سہم اما المقاسمۃ[۵۴] کزوج وجد واخ واما ثلث[۵۵] ما بقی کجد وجدۃ

---

۵۱ مسئلہ مذکورہ کی مثال یہ ہے کہ جد اور ایک عینی بہن اور دو علاتی بہنیں ہوں تو یہاں جد کے لئے مقاسمۃ بہتر ہے کیونکہ جد ہوگا بھائی کی طرح گویا کہ مال پانچ بہنوں میں تقسیم ہو رہا ہے اس طرح دو حصے جد کے اختین کے برابر، اور بقیہ تین حصوں میں عینی بہن کا نصف الکل یعنی اڑھائی لیکن اس طرح کسر لازم آرہی تھی لہذا مخرج کو نصف بلا کسر یعنی دو سے ضرب دیں گے حاصل ضرب دس ہوگا جس سے جد کے چار حصے ہوں گے، اور عینی بہن کے پانچ اور ایک حصہ باقی جو علاتی دو بہنوں میں تقسیم کرنا ہے لیکن اس میں کسر لازم آتی ہے اس لئے مخرج یعنے دس کو تعداد رؤس سے ضرب دیں گے لہذا دس ضرب دو۔ حاصل ضرب بیس جس سے جد کے حصے آٹھ اور عینی بہن کے دس اور دو حصے باقی، ان میں سے ایک ایک حصہ ہر ایک علاتی بہن کو دیا جائے گا۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مطلب ہے کہ تقسیم بیس سے صحیح ہوگی اور علاتی بہنوں کو مال کا دسواں حصہ یعنے دو حصے ملیں گے

۵۲ اب دوسری صورت کی مثال پیش کی جا رہی ہے کہ جب عینی بہن کو نصف دیں تو بنی علات کے لئے مال باقی نہ رہے یہ اس وقت ہوگا جب جد اور ایک عینی بہن اور ایک علاتی بہن ہو تو کل چار بہنوں کا حصہ تقسیم کرنا ہوگا کیونکہ جد کے لئے یہاں ثلث سے مقاسمۃ بہتر ہے لہذا جد کو نصف مال یعنے دو بہنوں کا حصہ دیا جائے گا اور نصف مال عینی بہن کو دیا جائے گا اور علاتی کے لیے کوئی مال باقی نہیں رہا، اگر ایک جد اور دو عینی بہنیں اور دو علاتی بہنیں ہوں تو مقاسمۃ اور ثلث مساوی ہوں گے۔ اس صورت میں بھی علاتی محروم ہوں گی کیونکہ جد نے ثلث لینا ہے اور دو ثلث عینی اخوات نے، اگر ایک جد اور پانچ عینی اخوات اور تین علاتی اخوات ہوں تو اس صورت میں اگر مقاسمۃ کا لحاظ کیا جائے تو جد کو کم مال ملے گا یعنے خمس، اس لئے جد کے لئے ثلث بہتر ہے ایک ثلث جد کا دو ثلث عینی اخوات کے علاتی اخوات محروم ہوں گی۔

۵۳ اگر جد اور بنو الاعیان والعلات کے ساتھ ذوسہم بھی ہوں، تو اصحاب فروض کے اسہام مقدرہ کے بعد جد کے لئے تین امور میں سے جو بہتر ہوگا اس پر عمل ہوگا یعنے مقاسمۃ اور بعد از فرض مابقی کا ثلث اور جمیع مال کا سدس۔ ان میں سے جس سے جد کو فائدہ ہوگا اسی کے مطابق دیا جائے گا۔

۵۴ جد کے لئے مقاسمۃ بہتر ہو اس کی مثال یہ ہے کہ زوج اور جد اور ایک بھائی ہوں، اس صورت میں زوج کو نصف اور بقیہ مال جد اور بھائی کے درمیان برابر، کل مال کے چار حصے بنائیں اس سے دو حصے زوج کے اور ایک جد کا اور ایک بھائی کا اس طرح جد کو مقاسمۃ سے کل مال کا ربع حاصل ہوا جو سدس سے بہتر ہے اور ما بقی کے ثلث سے بھی۔ خیال رہے یہاں سدس اور ما بقی کا ثلث برابر ہیں۔ مال کے کل بارہ حصے ہوں چھ زوج کے اور چھ باقی جب کہ ان کا ثلث دو اور جمیع مال کا سدس بھی دو۔

۵۵ ما بقی کا ثلث جد کے لیے بہتر ہو اس کی مثال یہ ہے کہ ایک جد اور ایک جدہ اور دو بھائی اور ایک بہن ہو تو مخرج چھ ہوگا جدہ کے لیے سدس باقی پانچ پانچ کا ثلث نہیں اس لئے مخرج کو تین سے ضرب دیں گے۔ چھ ضرب تین۔ حاصل ضرب اٹھارہ۔ اس سے جدہ کے تین حصے باقی پندرہ جد کو ما بقی کا ثلث پانچ، ہر ایک بھائی کو چار چار اور اخت کو دو۔ یہاں کل کا سدس تین ہے اور مقاسمۃ اٹھارہ میں سے تین جدہ کے باقی پندرہ سے جد کو بھائی کے برابر حصہ دینے پر تقسیم $\frac{18}{7}$ = ۲.۵۷ خیال رہے کہ میں نے فرق کو زیادہ واضح کرنے کے لئے اٹھارہ سے ہی مقاسمۃ کی مثال دی ہے کسر کا لحاظ نہیں کیا۔ واضح ہوا کہ مقاسمۃ اور کل مال کے سدس سے ما بقی کا ثلث زائد ہونے کی وجہ سے جد کے لیے یہی اختیار کیا۔

ع۵ قال استاذی المکرم شرف قادری باصل المسئلۃ من اربعۃ لکون الجد القائم مقام الاختین مع الاختین فاخذ الجد منہا اثنین والباقی للعینیۃ اذ العلاتیۃ معدودۃ فی الورثۃ لمحض اضرار الجد فتوزع غائبۃ

واخوين واخت واما السُدس من جميعِ المال كجدٍ وجدةٍ وبنت واخوين واِذا كان ثلثُ الباقي

خيرًا للجد وليس لِلباقي ثلثٌ صحيح فاضرِب مخرجَ الثلث فِي اصلِ المسئلة فان تركت جدًّا

كما مرّ في المسئلة التي بقي فيها الثلث

وزوجًا وبنتًا وامًّا واختًا لِاب وامّ او لِاب فالسدس خيرٌ للجد وتعولُ المسئلة اِلى ثلاثة عشر

من المقاسمة وثلث ما بقي

لا شئ لِلاخت واعلم انّ زيدَ بن ثابتٍ رضى الله عنہ لا يجعلُ الاخت لِاب وامّ او لِاب

ف۱ کل مال کا سدس جد کے لیے بہتر ہو اسکی مثال یہ ہے کہ ایک جد اور ایک جدہ اور ایک بنت اور دو بھائی ہوں تو مخرج چھ ہوگا جس سے جدہ کو سدس اور بنت کو نصف اور جد کو کل مال کا سدس یعنے ایک اور ما بقی ایک اخوین میں تقسیم ہوگا، اگر فرض کے بعد ما بقی میں مقاسمہ کا لحاظ کرتے تو جد کو دو حصوں سے تیسرا حصہ ملتا اگر ما بقی کا ثلث دیتے تو وہ بھی دو حصوں میں سے تیسرا حصہ ہوتا تو یقیناً کل مال کا سدس یعنے ایک حصہ مکمل بہتر ہے بنسبت اس کے کہ ایک حصہ کی تین جزوں میں سے دو جز رہیں۔ ف۲ جب ما بقی کا ثلث جد کے لئے بہتر ہو لیکن ما بقی کا ثلث بغیر کسر کے نہ ہو تو ثلث کے مخرج تین سے اصل مخرج کو ضرب دے دیں جیسے مثال گزر چکی ہے کہ چھ سے جدہ کے لیے سدس نکالا تو باقی پانچ رہے، پانچ کا بلا کسر ثلث نہیں اس لئے چھ کو تین سے ضرب دی۔ ف۳ اگر ایک عورت فوت ہو جائے اس کے ورثاء ایک جد، زوج، ایک بنت، ایک ام، ایک عینی اخت یا ایک علاتی اخت ہوں تو اس صورت میں جد کے لیے کل مال کا سدس بہتر ہوگا اور مخرج بارہ سے تیرہ کی طرف عول ہوگا اور اخت کے لیے مال نہیں ہوگا۔ اصل مخرج بارہ، زوج کے لیے ربع یعنے تین، بنت کے لیے نصف یعنے چھ اور ام کے لیے سدس یعنے دو اور جد کے لیے سدس یعنے دو اس طرح ۳ + ۶ + ۲ + ۲ = ۱۳ ہوگا۔ اگر مقاسمہ کی صورت ہوتی تو فرائض کے بعد باقی حصہ ایک ہوتا یعنے جد کے دو حصے نکالیں تو اصحاب فروض کے مجموعہ حصص گیارہ ہوتے۔ ایک حصہ کو تین حصہ میں تقسیم کرنا پڑتا دو حصے جد کو اور ایک حصہ اخت کو ملتا یقینی طور پر دو حصے مکمل بنسبت $\frac{2}{3}$ سے بہتر ہیں۔

اعتراض : جد کے لیے سدس کے بہتر ہونے کی ایک مثال پہلے گزر چکی ہے دوبارہ یہ مثال کیوں ذکر کی ؟

جواب : دوسری مثال ایک اور فائدہ کے لیے دی ہے وہ یہ ہے کہ عینی یا علاتی اخت اگرچہ جد کی وجہ سے محجوب نہیں ہوتی لیکن بعض مسائل میں عارضہ کی وجہ سے وہ جد کے ساتھ وارث نہیں ہوتی۔ جس طرح اس مسئلہ میں اخت کے لیے حصہ باقی نہیں رہا اگر وہ جد اور بنت کے ساتھ عصبہ ہوتی ہے اسی طرح دوسرا فائدہ یہ ثابت ہوا کہ کبھی مقاسمہ جد میں عول کی ضرورت بھی در پیش آئے گی جیسے اس صورت میں ہے۔

ف۴ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ عینی یا علاتی اخت کو جد کے ساتھ ذات فرض نہیں مانتے بلکہ عصبہ مانتے ہیں ہاں البتہ ایک مسئلہ اکدریہ میں عینی یا علاتی اخت کو آپ ذات فرض مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ عورت فوت ہوا اس کے ورثاء یہ ہوں زوج، ام، جد، اخت لاب وام یا اخت لاب۔ اس صورت میں زوج کو نصف اور ام کو ثلث اور جد کو سدس اخت کو نصف دیا جائے گا پھر جد اور اخت کے حصص کو جمع کر کے پھر مجموعہ کو دونوں میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اس طرح مقاسمہ جد کے لیے سدس اور ما بقی کے ثلث سے بہتر ہے یہاں اصل مخرج چھ ہوگا لیکن عول سے نو ہو جائے گا۔ زوج کو نصف یعنے تین، ام کو ثلث یعنے دو اور جد کو سدس یعنے ایک دیا جائے گا۔ اخت کے لیے کوئی مال باقی نہیں رہا۔ اس لیے مخرج پر اخت کے لیے نصف یعنے تین کی زیادتی کی لہذا چھ میں تین کو جمع کیا نو ہو گیا۔ جد کا حصہ ایک اور اخت کے تین۔ ان دونوں کو جمع کیا چار ہو گیا چونکہ جد کو حصہ اختین کے برابر دینا ہے چار کو تین پر تقسیم کرنا درست نہیں تھا اس لیے چار کو تین سے ضرب دینا ہوگا تو یقیناً مخرج عول کو بھی تین سے ضرب دیں گے یعنے نو ضرب تین، حاصل ضرب ستائیس ہوگا اب ستائیس سے زوج کے نو اور ام کے چھ اور جد کے تین اور اخت کے نو اب جد اور اخت کے حصص کو جمع کیا تین جمع نو کل حصص بارہ ان میں سے للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطہ کے مطابق جد کو آٹھ اور اخت کو چار حصے ملیں گے اس مسئلہ میں حضرت زید نے اخت کو ابتداءً ذات فرض مانا لیکن بعد میں عصبہ بنایا تاکہ جد کا حصہ کم نہ ہو۔

اعتراض : حضرت زید نے پہلے مسئلہ میں اخت کو ذات فرض کیوں نہیں مانا تاکہ وہ محروم نہ ہوتی ؟

جواب : وہاں ذات فرض ماننے سے وجود بنت مانع تھا یہاں کوئی مانع نہیں وہاں چونکہ جد کے لیے سدس بہتر تھا اس لیے اخت کو محروم کرنے کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں لیکن یہاں اخت کو محروم کرنے کی اس طرح کوئی ضرورت نہیں تھی۔

بصاحبة فرض مع الجد الا فی المسئلة الاکدریة وهی زوج وام وجد واخت لاب وام او لاب فللزوج

النصف وللام الثلث وللجد السدس وللاخت النصف ثم یضم الجد نصیبه الی نصیب

الاخت فیقسمان للذکر مثل حظ الانثیین لان المقاسمة خیر للجد اصلها من ستة و

تعول الی تسعة وتصح من سبعة وعشرین وسمیت اکدریة لانها واقعة امراة من بنی

اکدر وقال بعضهم سمیت اکدریة لانها کدرت علی زید بن ثابت رضی الله عنه مذهبه

ولو کان مکان الاخت اخ او اختان فلا عول ولا اکدریة ۔

باب المناسخة

ولو صار بعض الانصباء میراثا قبل القسمة کزوج وبنت وام فمات الزوج قبل القسمة

۵۱ اس مسئلہ کی وجہ تسمیہ بیان کی جا رہی ہے کہ ایک عورت بنی اکدر قبیلہ کی فوت ہوگئی اس کے یہ ورثاء تھے اس لیے اس کو اکدریہ کہا گیا ہے یا دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اپنا مذہب اس مسئلہ میں خلط ملط ہوگیا اس لیے اس کو اکدریہ کہتے ہیں کیونکہ کدر کا معنے ہوتا ہے گدلا ہونا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ پر اپنا مذہب اس لئے مشتبہ ہوا کہ آپ کے مذہب میں جد اخت کو عصبہ بناتا ہے وہ ذات فرض نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ میں اگر ذات فرض بنائیں تو آپ کے مذہب کے خلاف لازم آتا ہے اور اس کا حصہ جد کے حصہ سے زیادہ ہوتا ہے اور اگر عصبہ بناتے تو وہ طور پر محروم رہتی اس لیے آپ نے اس اشتباہ کے پیش نظر بین بین صورت اختیار کی کہ ابتداءً ذات فرض مانا اور انتہاءً عصبہ ۵۲ اسی مسئلہ میں اگر اخت کی جگہ ایک بھائی یا اختین ہوتیں تو نہ عول ہوتا اور نہ ہی اکدریہ بننے کوئی اشتباہ نہ ہوتا کیونکہ اگر اخت کی جگہ اخ ہوتا تو جد کے لیے جمیع مال کا سدس ہوتا یہ اس کے لیے بہتر تھا اور اس پر بھی اجماع ہے کہ جد کا حصہ سدس سے کم نہیں ہو سکتا لہٰذا مخرج چھ، زوج تین (نصف) ام: ثلث دو. باقی ایک جد کے لیے اور یہ ہی سدس ہے۔ اگر اخت کی جگہ اختین ہوں پھر بھی عول نہیں ہوگا. کیونکہ اختین ام کو ثلث سے سدس کی طرف منتقل کر دیں گی، مسئلہ چھ سے ہوگا . زوج کے لیے نصف، تین اور ام کے لیے سدس. ایک اور جد کے لیے بھی سدس. ایک اور باقی ایک لیکن ایک کی تقسیم اختین پر بلا کسر درست نہیں، اس لیے مخرج کو دو سے ضرب دی بارہ ہوگیا. بارہ سے زوج کے لئے چھ ماں کے لئے دو اور جد کے لیے دو. باقی دو اسطرح ہر اخت کو ایک ایک ملے گا. ۵۳ مناسخة بر وزن مفاعلة نسخ سے ماخوذ ہے یعنے نقل و تحویل. یہاں مناسخہ سے مراد یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو جائے اس کا مال تقسیم کرنے سے پہلے ورثاء میں سے بھی کوئی فوت ہو جائے اسکی تین صورتیں ہوں گی ان میں وجہ حصر یہ ہے کہ میت ثانی کے ورثاء بعینہ پہلے کے ہوں گے یا غیر ہوں گے اگر بعینہ پہلے کے ہی ہوں تو باقیوں میں تقسیم کرتے ہوئے تغیر واقع ہوگا یا نہیں، اگر تغیر واقع نہ ہو تو بقیہ مال ایک ہی دفعہ تقسیم ہوگا کسی قانون و ضابطہ کی ضرورت نہیں ہوگی اگر تغیر واقع ہو یا دوسرے میت کے ورثاء پہلے کے غیر ہوں تو قانون و ضابطہ کے بیان کی ضرورت ہوگی۔ پہلی صورت کی مثال ایک شخص فوت ہو جائے اس کے بیٹے اور بیٹیاں ایک ہی زوجہ سے ہوں قبل از تقسیم ایک بیٹی مثلاً فوت ہو جائے تو اس کو نہ ہونے کے برابر سمجھ کر مال ایک ہی دفعہ للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ اس لڑکی کا مال اسکے عینی اخوات واخوۃ میں اسی طرح تقسیم ہونا تھا. دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو جائے اس کا ایک زوجہ سے ایک بیٹا اور دوسری زوجہ سے تین بیٹیاں ہوں پھر ایک بیٹی فوت ہو جائے اس کا ایک علاتی بھائی اور دو عینی اخوات ہوں. اس مسئلہ کے لئے اور تیسری صورت (یعنے جب دوسرے میت کے ورثاء پہلے کے غیر ہوں) کے لیے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ضابطہ بیان کیا ہے. تیسری صورت کی مثال مصنف نے اس طرح بیان کی کہ ایک عورت فوت ہو جائے اور اس کا زوج اور بنت اور ام ہوں پھر زوج فوت ہو جائے قبل از تقسیم اسکے ورثاء زوجہ اور ابوین ہوں. پھر بیٹی بھی قبل از تقسیم فوت ہو جائے اس کے ورثاء دو بیٹے اور ایک بیٹی اور ایک جدہ یعنے ام الام ہوں پھر ع ۵

عن امرأةٍ وابوين ثم ماتت البنت عن ابنين وبنت وجدة ثم ماتت الجدة عن زوج واخوين

والاصل فيه ان تصحح مسئلة الميت الاول وتعطي سهام كل وارث من التصحيح ثم تصحح

مسئلة الميت الثاني وتنظر بين ما في يده من التصحيح الاول وبين التصحيح الثاني

ثلثة احوال فان استقام ما في يده من التصحيح الاول على الثاني فلا حاجة الى الضرب

وان لم يستقم فانظر ان كان بينهما موافقة فاضرب وفق التصحيح الثاني في كل التصحيح الاول

---

۵۱ اس میں ضابطہ یہ ہے کہ میت اول کے مسئلہ میں تصحیح ثابت کریں یعنی سہام کے مطابق مخرج سے ہر وارث کو اس کا سہم مقرر دیں پھر میت ثانی کے مسئلہ میں اس طرح تصحیح کریں یعنی پہلے یہ دیکھیں کہ اس میت ثانی کو پہلی تصحیح سے کتنا حصہ ملا تھا اور اب اس کے ورثا کون کون سے ہیں ان ورثاء کے مطابق اس میت ثانی کے مال کا مخرج بنایا جائے پھر تصحیح اول اور ثانی میں تین احوال یعنے مماثلہ، موافقہ اور مباینہ کو مد نظر رکھا جائے۔ پھر دیکھیں اگر میت ثانی کے ہاتھ میں جو مال تصحیح اول سے آتا تھا اگر وہ مال تصحیح ثانی میں ورثاء پر برابر برابر تقسیم ہو جائے تو ضرب کی ضرورت نہیں ہوگی۔ جیسے متن میں مثال ذکر کی گئی اس کی تفصیل کو دیکھیں تو صورت آہستہ آہستہ واضح ہوتی چلی جائے گی ایک عورت سلیمہ نامی فوت ہو گئی اس کے ورثاء زوج زید، بنت کریمہ اور ام عظیمہ ہیں۔ اس میں زوج کے لئے ربع۔ بنت کے لیے نصف ام کے لیے سدس اس لیے مخرج بارہ ہوگا۔ زوج کے تین، بنت کے چھ اور ام کے دو حصے ہوں گے کل حصص گیارہ ہوئے ایک باقی رہا چونکہ زوج من لا یرد علیہ سے ہے لہذا بقیہ حصہ بنت اور ام میں ان کے حصص کے مطابق تقسیم ہوگا اس لئے اب من لا یرد علیہ کا کم از کم مخرج دیکھیں گے وہ زوج کے ربع کے مطابق چار ہے جب زوج کو ربع دیا تو اب باقی تین حصے ہیں۔ وہ بنت اور ام میں تقسیم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں نسبت ۳ : ۱ کی ہے۔ نسبتی مجموعہ = ۴ ہے اس لئے اب ان ورثاء کے حصص اور مال کے حصص میں جب مباینہ نظر آئی تو ورثاء کے حصص سے مخرج کو ضرب دی، ۴ × ۴ = ۱۶۔ اب اس میں سے زوج زید کو چار اور بنت کریمہ کو نو اور ام عظیمہ کو تین حصے ملیں گے۔ تصحیح اول سے زید (زوج) کو چار حصے ملتے تھے اب زید فوت ہو گیا اس کے ورثاء یہ ہیں۔ زوجہ حلیمہ، اب عمرو، ام رحیمہ، ان میں زید کے حصص درست تقسیم ہو جائیں گے کیونکہ زوج حلیمہ کو ربع ایک ام رحیمہ کو ما بقی کا ثلث وہ بھی ایک، اب عمرو کو بقیہ تمام مال بطور عصبہ یعنے دو حصے ملیں گے۔

۵۲ اگر تقسیم درست نہ ہو تو دیکھو کہ تصحیح اول اور ثانی میں موافقت ہے یا مباینہ ہے اگر موافقہ ہو تو تصحیح ثانی کے وفق کے مطابق کو اول میں ضرب دیں اور اگر مباینہ ہو تو کل تصحیح ثانی کو اول میں ضرب دیں توافق کی مثال اس طرح ہوگی جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ورثاء کی تعداد اور مخرج میں توافق ہو تو توافق کا اعتبار کر کے ضرب دیں اس طرح یہاں تصحیح ثانی بمنزل رؤس کے سمجھیں گے اور ہر دو تصحیح کے توافق کا اعتبار کر کے ضرب دیں گے جیسے اسی مثال میں میت اول کی بنت کریمہ فوت ہو جائے اسکی ایک بیٹی رقیہ اور ایک بیٹا خالد دوسرا بیٹا عبد اللہ اور جدہ عظیمہ ہوں تو مخرج چھ ہوگا کیونکہ جدہ کو سدس یعنے ایک اور باقی مال سے دو حصے ایک بیٹے کے اور دو حصے دوسرے بیٹے کے اور ایک حصہ بیٹی کا۔ لیکن بنت کریمہ جو فوت ہوئی اس کے حصص نو (تسعہ) ہیں۔ اس طرح تسعۃ اور ستۃ میں توافق ہے لہذا ستۃ کے ثلث یعنے دو سے مخرج یعنے سولہ کو ضرب دیں گے تو بتیس ہو جائیں گے۔ اب ابتدا سے تمام حصص کو دو سے ضرب دیں گے۔

زید ۴ × ۲ = ۸

کریمہ ۹ × ۲ = ۱۸

عظیمہ ۳ × ۲ = ۶

کریمہ کے اٹھارہ حصص میں سے عظیمہ کو تین، خالد کو چھ، عبد اللہ کو چھ، رقیہ کو تین، خیال رہے کہ عظیمہ کے چھ حصے سلیمہ کے ماں ہونے کی وجہ سے تھے اور اب تین حصے کریمہ کی جدہ ہونے کی وجہ سے اس طرح عظیمہ کے کل حصے ۶ + ۳ = ۹ ہو گئے۔

یہاں تک حصص کی تفصیل اس طرح ہو گئی۔

زید = ۸، کریمہ = ۱۸ عظیمہ = ۹ حلیمہ = ۲ رحیمہ = ۲ عمرو = ۴، رقیہ = ۳ خالد = ۶، عبد اللہ = ۶۔

يٰ ۱۳۶، يٰ ۱،۴۸، اليہ ۱۲

وَاِنْ كَانَ[ف ۱] بَيْنَهُمَا مُبَايَنَةٌ فَاضْرِبْ كُلَّ التَّصْحِيْحِ الثَّانِىْ فِىْ كُلِّ التَّصْحِيْحِ الْاَوَّلِ فَالْمَبْلَغُ[ف ۲] مَخْرَجُ الْمَسْئَلَتَيْنِ

اى بين مافى اليد وتصحيح المسئلة ـ اى فيما ضرب فيما فى اليد

فَسِهَامُ وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الْاَوَّلِ تُضْرَبُ فِى الْمَضْرُوْبِ اَعْنِىْ فِى التَّصْحِيْحِ الثَّانِىْ اَوْ فِىْ وَفْقِهٖ وَسِهَامُ

وهم جدة وابنان وبنت فى المثال المذكور وكذا زوجة وابوان ـ علما تقدير الموافقة ـ من الورثة قبل القسمة

وَرَثَةِ الْمَيِّتِ الثَّانِىْ تُضْرَبُ فِىْ كُلِّ مَا فِىْ يَدِهٖ اَوْ فِىْ وَفْقِهٖ وَاِنْ مَاتَ ثَالِثٌ اَوْ رَابِعٌ اَوْ خَامِسٌ

يٰ ۱۳۲، ۱۲۸ ـ وهو الذى بين مسئلته وما فى يده مباينة او موافقة

فَاجْعَلِ الْمَبْلَغَ[ف ۳] مَقَامَ الْاُوْلٰى وَالثَّالِثَةَ مَقَامَ الثَّانِيَةِ فِى الْعَمَلِ ثُمَّ فِى الرَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ كَذٰلِكَ اِلٰى غَيْرِ النِّهَايَةِ

الثانى الذى هو مخرج المسئلة الاولى والثانية ـ فيجعل المسئلتان السابقتان مسئلة واحدة والثالث بمنزلة الثانى

ف ۱ اگر مافی ید الوارث (یعنی جو اس کو تصحیح اول سے حاصل ہوا) اور تصحیح ثانی میں مباینۃ ہو تو کل تصحیح ثانی سے کل تصحیح اول میں ضرب دو جیسے اسی مثال مذکور میں جدہ یعنے عظیمہ فوت ہو جائے اس کے ورثاء زوج عبدالرحمٰن، بھائی عبدالرحیم، دوسرا بھائی عبدالکریم ہو تو اصل مخرج دو ہے کیونکہ زوج کا نصف ہے لیکن بقیہ ایک دو بھائیوں میں بلا کسر تقسیم نہیں ہو سکتا لہذا تعداد رؤس یعنے دو سے ضرب دی اب مخرج چار ہو گیا، لیکن عظیمہ کے ہاتھ میں نو (تسعۃ) حصص ہیں، چار اور نو میں مباینۃ ہے اس لئے کل کو کل سے ضرب دی تو چھتیس حصص ہوئے جن سے زوج کو نصف اٹھارہ، بقیہ دو بھائیوں میں تقسیم ہو گا ہر ایک کو نو نو حصے ملیں گے۔ اب اوپر سے تمام حصص کو چار سے ضرب دینی پڑے گی۔ بعد از ضرب مکمل صورت یہ ہو گی۔ فوت شدہ حضرات اور انکے حصص۔ میت اول سلیمہ = ۱۲۸ زید ۳۲، کریمہ ۷۲، عظیمہ ۲۴ (تقسیم اول سے) + ۱۲ (تقسیم ثانی سے) = ۳۶۔ زندہ حضرات اور ان کے حصص کی تفصیل اسطرح ہے، حلیمہ ۸، رحیمہ ۸، عمرو ۱۶، رقیہ ۱۲، خالد ۲۴، عبداللہ ۲۴، عبدالرحمٰن ۱۸، عبدالرحیم ۹، عبدالکریم ۹۔

ان سب کا مجموعہ ۱۲۸ ہے جو سلیمہ کا کل مال تھا۔ اسی طرح زید، کریمہ اور عظیمہ کے تقسیم اول کے حصص کا مجموعہ بھی وہی ہے جو سلیمہ کا کل مال ہے کیونکہ کل ضربیں اس طرح پائی گئیں۔

۴ × ۴ × ۲ × ۴ = ۱۲۸

ف ۲ دونوں مسئلوں کے مخرج کو مبلغ کہیں گے۔ میت اول کے ورثاء کے حصص کو مباینۃ کی صورت میں کل تصحیح ثانی سے ضرب دیں اور موافقۃ کی صورت میں باعتبار وفق۔ پھر میت ثانی کے ورثاء کے حصص کو اس مورث کے مال کے حصص سے مباینۃ کی صورت میں کل سے اور موافقۃ کی صورت میں باعتبار وفق ضرب دیں۔

ف ۳ پہلے اور دوسرے مسئلہ کو مبلغ کہیں گے اس کو پہلے درجہ میں رکھیں، ثالث کو ثانی کی جگہ، رابع کو ثالث کی جگہ، خامس کو رابع کی جگہ۔ اسی طرح الی غیر النہایۃ سلسلہ جاری رکھیں۔

صورت مسئلہ اس طرح ہے۔

میت اول = سلیمہ۔

اصل مخرج ۶، بالرد ۴

ضرب اول ۴ × ۴ = ۱۶

ضرب ثانی ۱۶ × ۲ = ۳۲

ضرب ثالث ۳۲ × ۴ = ۱۲۸

میت اول کے ورثاء

زوج	بنت	ام
زید	کریمہ	عظیمہ
۴	۹	۳
۸	۱۸	۶
۳۲	۷۲	۲۴

میت ثانی زید۔ مافی یدہ ۴۔ ۴ × ۲ = ۸، ۸ × ۴ = ۳۲

میت ثانی کے ورثاء

زوجہ	اب	ام
حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۲	۴	۲
۸	۱۶	۸

میت ثالث کریمہ: مافی الید: ۹۔ ۹ × ۲ = ۱۸، ۱۸ × ۴ = ۷۲

میت ثالث کے ورثاء:

بنت	ابن	ابن	جدہ
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۳	۶	۶	۳
۱۲	۲۴	۲۴	۱۲

میت رابع عظیمہ، مافی الید ۶+۳ = ۹، ۹ × ۴ = ۳۶

میت رابع کے ورثاء:

زوج	اخ	اخ
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۱۸	۹	۹

زندہ حضرات۔

حلیمہ	رحیمہ	عمرو	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۸	۱۶	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

باب ذوی الارحام

ذو الرحم هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة وكانت عامة الصحابة رضي الله عنهم يرون توريث ذوي الارحام وبه قال اصحابنا رحمهم الله تعالى وقال زيد بن ثابت رضي الله تعالى عنه لاميراث لذوي الارحام ويوضع المال في بيت المال وبه قال مالك والشافعي رحمهما الله تعالى وذو الارحام اصناف اربعة الصنف الاول ينتمي الى الميت وهم اولاد البنات واولاد بنات الابن والصنف الثاني ينتمي اليهم الميت وهم الاجداد الساقطون والجدات الساقطات والصنف الثالث

ف١ رحم اصل میں منبت الولد و وعاء الولد فی البطن (بچہ دانی) کو کہتے ہیں پھر مطلقاً ذو قرابۃ پر ذو الرحم کا اطلاق ہوتا ہے خواہ وہ ذات فرض ہو یا عصبہ یا ان کا غیر اسی طرح میت اسکی طرف منسوب ہو یا یہ میت کی طرف منسوب ہو یا میت کے اصول کی طرف منسوب ہو لیکن اس فن والوں کی اصطلاح میں ذو رحم اس ذی قرابۃ کو کہیں گے۔ جو ذی سہم نہ ہو یعنے ان ورثاء سے نہ ہو جن کے حصص کتاب اللہ یا سنت رسول صلے اللہ علیہ وسلم یا اجماع سے ثابت ہوں اور عصبہ بھی نہ ہو۔

ف٢ عام صحابہ کرام یعنے حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود حضرت ابو عبیدہ بن الجراح، معاذ بن جبل، ابو الدرداء اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اور تابعین میں سے علقمہ، ابراہیم، شریح حسن، ابن سیرین، عطاء، اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہم اور ہمارے آئمہ ثلاثہ اور امام زفر اور ان کے متبعین اس کے قائل ہیں کہ ذوالارحام وارث ہیں لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور تابعین سے سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر اور امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ذوالارحام وارث نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض و عصبہ کے نہ ہونے کی صورت میں مال بیت المال میں جمع کئے جائیں گے۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت میراث میں ذوالفروض اور عصبہ کا ذکر کیا ہے لیکن ذوالارحام کا ذکر نہیں کیا اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جب پھوپھی اور خالہ کے متعلق وراثت کا سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ ان دونوں کے لئے کوئی شئی نہیں لیکن جو حضرات وراثت کے قائل ہیں انکی طرف سے دلیل یہ ہے کہ دوسری آیۃ کریمہ واولوا الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ میں ذوالارحام کا استحقاق بیان کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ہوسکتا ہے آپ کا ارشاد گرامی آیۃ کریمہ سے منسوخ ہو یا ممکن ہے کہ آپ کے ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہو کہ اصحاب فروض و عصبہ کے ہوتے ہوئے یہ وارث نہیں یا اصحاب رد کے ہوتے ہوئے یہ وارث نہیں کیوں کہ ان کا حق رد سے مؤخر ہے۔

ف٣ ذوالارحام چار قسم ہیں۔ پہلی قسم جو میت کی طرف منسوب ہو۔ جیسے اولاد البنات اور اولاد بنات الابن، خواہ مذکر ہوں یا مؤنث وان سفلوا دوسری قسم یہ ہے کہ میت ان کی طرف منسوب ہو جیسے اجداد فاسدہ اور جدات فاسدہ مثلاً اب ام المیت اور اب اب ام المیت اسی طرح ام اب ام المیت اور ام ام اب ام المیت۔ فاسد کی جگہ لفظ ساقط کا استعمال ہوا ہے اس لئے کہ اصحاب فرائض و عصبہ کے ہوتے ہوئے یہ ساقط ہوتے ہیں۔ تیسری قسم یہ ہے کہ میت کے ابوین کی طرف منسوب ہوں جیسے عینی یا علاتی یا اخیافی اخوات کی اولاد مذکر ہو یا مؤنث وان سفلوا اسی طرح عینی یا علاتی یا اخیافی اخوۃ کی بنات اسی طرح اخیافی اخوۃ کے بیٹے۔

ينتمى الى ابوى الميت وهم اولاد الاخوات وبنات الاخوة وبنو الاخوة لامّ[٥١] والصنف الرابع ينتمى الى جدّى الميت او جدتيه[٥٢] وهم العمات والاعمام لامّ والاخوال والخالات فهؤلاء وكل من[٥٣] يدلى بهم من ذوى الارحام روى ابو سليمان[٥٤] عن محمد بن الحسن عن ابى حنيفة رحمهم الله تعالىٰ ان اقرب الاصناف الصنف الثانى وان علوا ثم الاول وان سفلوا ثم الثالث وان نزلوا ثم الرابع وان بعدوا وروى ابو يوسف والحسن بن زياد عن ابى حنيفة وابن سماعة عن محمد بن الحسن عن ابى حنيفة رحمهم الله تعالىٰ ان اقرب الاصناف الصنف

---

۵۱ بنو الاخوة لام کی قید سے مقید کیا ہے کیونکہ عینی اور علاتی بھائیوں کے بیٹے عصبہ ہیں اس لئے عبارت کو مختصر کر کے مطلقاً اخوۃ واخوات کہنا ممکن نہیں تھا۔

۵۲ ذوی الارحام کی چوتھی قسم یہ ہے کہ میت کے جدّین یعنے اب الاب یا اب الام اور جدّتین یعنے ام الاب اور ام الام کی طرف منسوب ہو جیسے عمات مطلقاً عینی یا علاتی یا اخیافی ہوں اور اعمام لیکن یہ فقط اخیافی ذوالارحام سے ہیں لیکن عینی یا علاتی عصبہ سے ہیں، اسی طرح اخوال وخالات مطلقاً خواہ عینی ہوں یا علاتی یا اخیافی ہوں۔

۵۳ اسی طرح بعض جو ان مذکورہ ذوی الارحام کی وجہ سے میت کی طرف منسوب ہوں گے وہ بھی ذوی الارحام میں داخل ہوں گے۔ ذوالارحام کل چودہ قسم ہیں، اولاد بنات وان سفلوا، اولاد بنات الابن وان سفلوا، اجداد ساقطون وان علوا، جدات ساقطہ وان علت، اولاد اخوات لاب وام وان نزلوا، اولاد اخوات لاب وان نزلوا، اولاد اخوات لام وان نزلوا، بنات اخوۃ لاب وام وان نزلت، بنات اخوۃ لاب وان نزلت، اولاد اخوۃ لام وان بعدوا، عمات اور ان کی اولاد وان بعدوا، اعمام لام اور ان کی اولاد۔ اور اخوال۔

۵۴ ابو سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا کہ اقرب الی المیت یعنے میراث میں اولیٰ صنف ثانی یعنے اجداد وجدات ساقطہ پھر صنف اول وان سفلوا۔ پھر ثالث وان نزلوا۔ پھر رابع وان بعدوا، لیکن امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہما نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور ابن سماعہ نے محمد بن حسن سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہم کا قول نقل کیا کہ اقرب صنف اول ہے پھر ثانی پھر ثالث پھر رابع، ظاہر روایت یہ ہی ہے اور فتویٰ کے لیے یہ ہی قول ماخوذ ہے۔ کیونکہ یہ ہی ترتیب عصبات ہے، ان میں سے مقدم ابن ہے پھر اب پھر جد پھر اخوۃ پھر اعمام یہ ہی ترتیب معتبر ہوگی ذوالارحام میں بھی، حضرت عبد اللہ ابن فرائض نے دونوں روایتوں میں اسطرح تطبیق دی ہے کہ جو قول امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے ابو سلیمان نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ آپ کا پہلا قول ہے اور جو قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کیا ہے۔ وہ آپ کا آخری قول ہے۔ پہلے قول کی وجہ یہ تھی کہ جد یعنے اب الام از روئے سبب اولادِ بنت سے قوی ہے کیونکہ جد کے درجہ میں مؤنث یعنے ام الام ذات فرض ہے لیکن ابن البنت کے درجہ کی مؤنث یعنے بنت الابن ذات فرض نہیں۔ اور جد یعنے اب الام میت کے ساتھ اتصال میں ولد البنت کے مساوی ہے اس لیے کہ دونوں میں ایک واسطہ ہے۔ پھر جد کو بنسبت ولد البنت کے حکماً زیادہ قرب حاصل ہے، یہاں تک کہ جد سے قصاص نہیں لیا جائے گا بخلاف ولد البنت کے وہ قصاص میں ماخوذ ہوگا۔ لیکن دوسرا یعنے آخری قول جو فتویٰ میں معتبر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ذوی الارحام کا وارث ہونا من وجہ علیٰ سبیل التعصیب ہے، جب عصبہ سے مقدم اقرب پھر اقرب ہے تو ضروری ہے کہ اولوا الارحام میں تعصیب کا ہی مکمل لحاظ کیا جائے، جب عصبہ میں بالاتفاق بنو ابناء المیت مقدم ہیں جد یعنے اب الاب پر اور اسی طرح باقی عصبات پر بھی مقدم ہیں حالانکہ اس جد یعنے اب الاب کو بھی قصاصاً ماخوذ نہیں کیا جاتا تو اسی طرح ذوالارحام میں سے اولاد بنت مقدم ہوگی جد یعنے اب الام پر۔

الاول ثم الثانی ثم الثالث ثم الرابع کترتیب العصبات وھو المأخوذ به وعندھما[۵۱] الصنف

ای عند ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ

الثالث مقدم علی الجد اب الام لان عندھما[۵۲] کل واحد منھم اولی من فرعه وفرعه وان سفل اولی من اصل

فصل فی الصنف الاول[۵۳]

ای اولاد البنات واولاد بنات الابن

اولٰھم بالمیراث[۵۴] اقربھم الی المیّت کبنت البنت فانھا اولی من بنت بنت الابن

ای باخذہ

۵۱ صاحبین کے نزدیک صنف ثالث یعنے اولاد اخوات، بنات اخوۃ اور بنو الاخوۃ لام مقدم ہیں جد یعنے اب الام پر۔

۵۲ اس عبارت کے مفہوم کو سمجھنے سے پہلے ضمائر کا مرجع سمجھا جائے پھر مفہوم خود بخود واضح ہو جائے گا۔ منھم کی ضمیر کا مرجع اصحاب صنف ثالث، من فرعه میں ضمیر کا مرجع کل واحد، فرعه وان سفل میں ضمیر کا مرجع صنف ثانی۔ اصله کی ضمیر کا مرجع فرع ہے جس کی ضمیر کا مرجع صنف ثانی بیان کیا جا چکا ہے۔ اب صاحبین کے نزدیک صورت دلیل اس طرح ہوگی کہ اصحاب صنف ثالث یعنے اولاد اخوات، بنو الاخوۃ لام اور بنات الاخوۃ مقدم ہیں جدات واجداد پر اور ہر ایک ان میں سے یعنے اصحاب صنف ثالث سے اولیٰ ہے اپنی فرع سے جس طرح ابن الاخت لاب وام اولیٰ ہے ابن ابن الاخت لاب وام سے، اور فرعه اس کی یعنے صنف ثانی جیسے اجداد وجدات ساقطہ وان سفل اولیٰ ہیں اصل یعنے صنف ثانی سے بیشک ام ام ام المیت جو فرع ہے جد فاسد کی جو صنف ثانی ہے یعنے جد سے مراد اب ام ام المیت ہے اس سے اولیٰ ہے۔ اب اس تفصیل سے واضح ہوا کہ صاحبین کے نزدیک صنف ثالث اولیٰ ہے صنف ثانی سے کیونکہ وہ اصل ہے اور اصل اولیٰ ہے فرع سے۔

تنبیہ: ذوالارحام اصناف اربعہ اور کل من یدلی بھم میں منحصر نہیں بلکہ ذوالارحام کی چودہ قسمیں بالتفصیل بیان کی گئی ہیں کیونکہ ابوین اور ابوین کے ابوین کی عمومۃ اور خؤلۃ ذوی الارحام میں داخل ہے لیکن بظاہر مذکورہ اقسام میں وہ داخل نہیں اسی وجہ سے بعض حضرات نے من ذوی الارحام میں من کو تبعیضیہ کہا، ہاں البتہ اگر جدین اور جدتین میں قریبہ اور بعیدہ کی قید لگا کر تاویل کر لی جائے تو پھر داخل ہوں گے۔

۵۳ صنف اول سے مراد اولاد البنات اور اولاد بنات الابن ہے۔

۵۴ وراثت میں ان کا حق مقدم ہوگا جو اقرب الی المیت ہیں جیسے بنت البنت یہ اولیٰ بنت بنت الابن سے کیونکہ پہلی کو میت سے قرابۃ حاصل ہے ایک واسطہ سے اور دوسری کو دو واسطوں سے کیونکہ ذوالارحام کو وراثت میں استحقاق حاصل ہے یعنے عصوبۃ کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی وجہ سے اصناف اربعہ میں وہ مقدم ہوگا جو اقرب ہوگا اور وہی جمیع مال کا مستحق ہوگا۔ عصوبۃ حقیقیہ میں کبھی قلت درجہ کی وجہ سے قرب حاصل ہوگا اور کبھی قوت سبب سے جس طرح بنوۃ اقرب ہے ابوۃ سے بوجہ سبب کے نہ کہ بوجہ قلت درجہ کے کیونکہ درجہ میں دونوں ہی میت کی طرف بلا واسطہ منسوب ہیں، اسی طرح ذوالارحام میں عصوبۃ کا اعتبار کیا گیا ہے تو ان میں بھی قربۃ درجہ کی وجہ سے تقدیم ہوگی جیسے قوت سبب باعث تقدیم ہے، اسی صورت مذکورہ میں تمام مال بنت البنت کے لئے ہوگا۔ البتہ اصحاب تنزیل جیسے علقمہ، شعبی اور مسروق وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ منتسب کا درجہ منتسب بہ سے استحقاق میں کم ملتے ہیں اس لیے مال کو تقسیم کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قیاس کے مطابق مال کے چار حصے ہوں گے۔ تین بنت البنت کے لیے اور ایک بنت بنت الابن کے لیے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قیاس کے مطابق مال کے چھ حصے ہوں گے پانچ بنت البنت کے لیے اور ایک بنت بنت الابن کے لیے اصحاب تنزیل دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ استحقاق میں کوئی نص یعنے کتاب وسنت واجماع نہیں رائے کو دخل نہیں اس لئے صرف ایک صورت ہے کہ منتسب کو منتسب بہ کے استحقاق کی وجہ سے مستحق مانا جائے پھر ہر اصل کا حصہ اس کی فرع کی طرف منتقل ہو، جیسے بنت اور بنت الابن کا درجہ تھا۔ وہی بنت البنت اور بنت بنت الابن کا ہوگا لیکن اس کا رد اسطرح کیا گیا کہ منتسب کا استحقاق اگر منتسب بہ کے استحقاق سے ثابت کیا جائے تو یہ درست نہیں کیونکہ کئی مقام پر مستحق کا محروم ہونا لازم آئے گا جیسے منتسب بہ کافر یا رقیق ہو تو وہ خود محروم ہے مستحق نہیں حالانکہ منتسب مستحق ہے، واضح ہوا کہ منتسب بہ کے استحقاق سے منتسب کا استحقاق نہیں بلکہ استحقاق بوجہ قرابت کے ہے جس میں یعنے عصوبۃ کا

وان استووا في الدرجة فولد الوارث اولى من ولد ذوي الارحام كبنت بنت الابن فانها اولى من ابن بنت البنت وان استوت درجاتهم ولم يكن فيهم ولد الوارث او كان كلهم يدلون بوارث فعند ابي يوسف رحمه الله تعالى والحسن بن زياد يعتبر ابدان الفروع ويقسم المال عليهم سواء اتفقت صفة الاصول في الذكورة والانوثة او اختلفت ومحمد رحمه الله تعالى يعتبر ابدان الفروع ان اتفقت صفة الاصول موافقا لهما ويعتبر الاصول ان اختلف صفاتهم ويعطي الفروع ميراث الاصول مخالفا لهما كما اذا ترك ابن بنت و بنت بنت عندهما يكون المال بينهما للذكر مثل حظ الانثيين باعتبار الابدان وعند محمد رحمه الله كذلك لان صفة الاصول متفقة ولو ترك بنت ابن بنت وابن بنت بنت عندهما المال بين الفروع اثلاثا باعتبار الابدان ثلثاه للذكر وثلثه للانثى وعند محمد رحمه الله المال بين الاصول اعني في

كما في الصورة السابقة

ملے اگر میت کے ساتھ نسبت میں ایک ہی درجہ رکھتے ہوں مثلاً میت کے ساتھ دو یا تین واسطوں سے منسوب ہیں تو ولد الوارث کو ولد ذوی الارحام پر ترجیح حاصل ہوگی جیسے بنت بنت الابن اور بنت بنت البنت میت سے دو دو واسطوں سے منسوب ہیں لیکن بنت الابن ذات فرض ہے وہ اولیٰ ہے بنت البنت سے کیونکہ وہ ذات رحم ہے لہذا یہی صورت ان کی بنات میں بھی رہے گی کیونکہ اصل ترجیح قربت حقیقی کی وجہ سے تھی جب وہ نہیں تو قربت حکمی کی وجہ سے ہوگی، خیال رہے کہ یہاں ولد الوارث سے مراد ولد ذات فرض ہے۔

ملے اگر درجات سب کے برابر ہوں ان میں کوئی ولد الوارث نہیں یا تمام ہی اولاد ورثاء ہیں یعنے ہر طرف میں انتساب وارث کی وجہ سے ہے تو اس صورت میں فروع کے ابدان میں تذکیر و تانیث کا اعتبار ہوگا اصول کی تذکیر و تانیث کو نہیں دیکھا جائے گا۔ فروع دونوں طرف مذکر یا مؤنث ہوں تو مال برابر تقسیم ہوگا اگر ایک طرف مذکر اور دوسری طرف مؤنث ہو تو للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ کسی طرف بھی ولد وارث نہ ہو جیسے بنت ابن البنت اور ابن بنت البنت اور دونوں طرف اولاد وارث ہو جیسے ابن البنت اور بنت البنت اور دونوں طرف میں فروع میں تذکیر و تانیث ہے لہذا للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول اخیر اور حضرت حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ ابدانِ فروع کا اس وقت اعتبار کرتے ہیں جب کہ اصول صفۃ ذکورۃ و انوثۃ میں متفق ہوں۔ اس صورت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب وہی ہوگا جو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہما کا ہے لیکن اگر اصول صفۃ و ذکورۃ میں مختلف ہوں گے تو پہلے مال ان میں تقسیم کرنے کا اعتبار کیا جائے گا پھر ان کا حصہ ان کی فروع کی طرف منتقل ہوگا۔ اگر میت کے وارث ابن البنت اور بنت البنت ہوں تو بالاتفاق مال للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا کیونکہ دونوں طرف اصل بنت ہے اور اگر وارث بنت ابن البنت اور ابن بنت بنت ہوں تو امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد رحمہما اللہ کے نزدیک فروع میں بنت کا ایک حصہ اور ابن کے دو حصے لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معاملہ بالعکس ہو جائے گا کیونکہ بطن اول میں اصل بنت ہے لیکن بطن ثانی میں بنت کو ایک حصہ اور ابن کو دو حصے دیئے جائیں گے پھر یہ حصے ان کی اولاد کو منتقل ہوں گے لہذا بنت ابن کو دو حصے اور ابن البنت کو ایک حصہ

البطن الثانی اثلاثا ثلثاہ لبنت ابن البنت نصیب ابیہا وثلثہ لابن بنت البنت نصیب
الذی فیہ وقع الاختلاف بالذکورۃ والانوثۃ
امہ وکذالک عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کان فی اولاد البنات بطون مختلفۃ یقسم
وہو الابن
المال علی اول بطن اختلف فی الاصول ثم یجعل الذکور طائفۃ والاناث طائفۃ بعد
بالذکورۃ والانوثۃ للذکر مثل حظ الانثیین
القسمۃ فما اصاب الذکور یجمع ویقسم علی اعلی الخلاف الذی وقع فی اولادہم وکذالک
ای علی من وقع الخلاف فی اولادہ اول مرتبۃ

سلہ جب اولاد بنات میں مختلف بطون ہوں یعنے اولاد در اولاد ہو تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فروع کی ذوات میں ہی تذکیر و تانیث کا لحاظ کر کے مال للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا جیسے مذکورہ صورت میں آپ کے نزدیک کل مال کے پندرہ حصص بنائے جائیں گے اور بطن سادس میں جس میں اصل تقسیم مقصود ہے چونکہ اس میں تین بیٹے اور نو بیٹیاں ہیں اس لیے ہر بیٹے کو دو حصے اور ہر بیٹی کو ایک حصہ دیا جائے گا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے پہلے بطن اول سے حساب شروع ہوگا وہی نیچے آخر تک آئے گا. البتہ آپ کے نزدیک ہر بطن میں دیکھا جائے گا اگر ان میں بنین ہوں تو ان کا علیحدہ گروپ بنایا جائے گا اور بنات کا علیحدہ اس طرح بنین کے حصص ان کے فروع میں اور بنات کے حصص ان کے فروع میں منقسم ہوں گے. مثلاً صورت مذکورہ میں بطن اول میں تسع بنات اور تین بیٹے ہیں اگرچہ ابتداءً آپ کے نزدیک بھی حساب پندرہ سے صحیح ہے لیکن بطن ثالث میں نو حصے چھ بیٹیوں اور تین بیٹوں پر تقسیم نہیں ہو سکتے تھے کیوں کہ ان کے لئے بارہ حصے بنانے پڑتے لہٰذا نو اور بارہ میں توافق دیکھ کر چار سے ضرب دینی پڑی اس لئے اصل تصحیح پندرہ کو ابتداءً چار سے ضرب دے دیں حاصل ضرب ساٹھ ہوگا. ساٹھ میں سے بطن اول میں تین بیٹوں کے چوبیس حصے اور تسع بنات کے چھتیس حصے. بیٹوں کا علیحدہ گروپ ہے اور بیٹیوں کا علیحدہ لہٰذا پہلے بنین کے گروپ کو بطن سادس تک تقسیم کریں بطن ثانی میں تو تذکیر و تانیث کا کوئی اختلاف نہیں لہٰذا تین بیٹوں کے چوبیس حصے ان کی فروع تین بیٹیوں کو ملیں گے بطن ثالث میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے لہٰذا بیٹے کو بارہ حصے اور دو بیٹیوں کو مجموعی بارہ حصے ملیں گے. بطن رابع میں اور خامس اور سادس میں بیٹے کے بارہ حصے اس کی فروع میں درجہ بدرجہ منتقل ہوں گے کیونکہ سب میں تانیث ہی ہے. دو بیٹیوں کے بارہ حصے بطن رابع میں بھی بنتین پر اسی طرح تقسیم ہوں گے یعنے بارہ ہی بطن خامس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ابن کو آٹھ اور بنت کو چار اب بطن سادس میں بنت کے چار حصے اسکی بنت کو اور ابن کے آٹھ حصے اسکی بنت کو دیئے جائیں گے. اب بنات کے گروپ کی تقسیم اس طرح کریں کہ بطن اول میں نو بیٹیوں کے چھتیس حصے بطن ثانی میں بھی تذکیر و تانیث کا فرق نہ ہونے پر اسی طرح رہیں گے لیکن بطن ثالث میں تین بیٹوں کو اٹھارہ اور چھ بیٹیوں کو اٹھارہ دیں گے. اب بیٹوں کا علیحدہ گروپ ہو گیا اس کی تقسیم آخر تک کرتے ہیں. بطن رابع میں بنین کے اٹھارہ حصص میں سے ایک بیٹے کو نو اور دو بیٹیوں کو نو. بطن خامس میں اور بطن سادس میں بیٹے کو نو حصے ہی اس کی بیٹی پھر بیٹی کی بیٹی کی طرف منتقل ہوں گے لیکن بنتین کے نو حصے بطن خامس میں بھی اسی طرح تقسیم ہوں گے کیونکہ ان کی فروع بھی بنتین ہی ہیں لیکن بطن سادس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ابن کو چھ اور بنت کو تین. اب بطن ثالث میں چھ بیٹوں کے اٹھارہ حصوں کی تقسیم اسی طرح ہوگی کہ بطن رابع میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں لہٰذا تین بیٹوں کو چھ اور تین بیٹیوں کو بارہ حصے ملیں گے. اب بیٹوں کا علیحدہ گروپ ہے اسکی تقسیم نیچے تک کریں گے بطن خامس میں بنتین کو چھ اور ابن کو چھ. بطن سادس میں بنت کو باپ والے چھ حصے ملیں گے لیکن بنتین کے چھ حصے ایک بیٹے اور بیٹی میں اس طرح تقسیم ہوں گے کہ بیٹے کو چار اور بیٹی کو دو بطن رابع کی تین بنات کے بطن خامس میں بنتین کو تین اور ایک ابن کو تین. ابن کے تین حصے اس کی بنت کو بطن سادس میں دیئے جائیں گے اور بطن خامس کی بنتین کے تین حصے بطن سادس میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ابن کو دو اور بنت کو ایک حصہ دیا جائے گا.

ماصاب الاناث وهكذا العمل الى ینتهی بهذه الصورة .

(ای عدد البطون — یجمع و یقسم من اول الخلاف الذی وقع فی اولاد بین)

میت تصحیح ۱۵ بعد از ضرب مخرج ۶۰

بطن اول ۳۶ | بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت بنت بنت — ابن، ابن، ابن ۲۴

بطن ثانی ۳۶ | بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت — بنت، بنت، بنت ۲۴

بطن ثالث ۱۸ | بنت، بنت، بنت، بنت، بنت، بنت — ابن ابن ابن ۱۸ — بنت ۱۲ بنت — ابن ۱۲

بطن رابع ۶ | بنت بنت — ابن ابن ابن ۱۲ — بنت ۹ بنت — ابن ۹ — بنت ۱۲ بنت بنت ۱۲

بطن خامس | بنت، بنت — ابن ۳ — بنت بنت ۶ — ابن ۶ — بنت ۹ بنت — ابن ۹ بنت ۴ — ابن ۸ بنت ۱۲

بطن سادس ۳ | بنت ابن بنت ابن بنت بنت ابن بنت بنت بنت بنت ۱۲

۱ ۲ ۲ ۴ ۲ ۶ ۶ ۳ ۹ ۴ ۸

وكذالك محمد رحمه الله تعالی یاخذ الصفة من الاصل حال القسمة علیه والعدد من (ای علی الاصل — ای الذكورة والانوثة — یعنی العدد)

۵۱ اسی طرح امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صفت ذکورہ والوثۃ کو اصل سے لیتے ہیں لیکن تعداد فروع سے لیتے ہیں نیز جو ماقبل بیان ہو چکا ہے کہ جہاں ذکورۃ والوثۃ کا اختلاف شروع ہوگا وہاں بنات کا ایک گروپ اور بنین کا دوسرا گروپ، اسی طرح بنات کا ایک گروپ بناکر ان میں دو بطنوں میں پہلے برابر تقسیم ہوگا پھر ان کی تعداد کا اعتبار رہے گا لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اعتبار ابدان فروع کا ہوگا یعنی فروع کی تعداد کو دیکھ کر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق مال تقسیم ہوگا صورۃ مذکورہ میں بطن رابع میں مال تقسیم کرنا مقصود ہے جس میں دو بیٹے ایک بیٹی پھر دو بیٹیاں ہیں. لہذا تقسیم میں مال کے کل سات حصے ہوں گے دو بیٹوں کو چار یعنی ہر ایک کو دو دو اور تین بیٹیوں کو تین یعنی ہر ایک کو ایک ایک حصہ دیا جائے گا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مال کی تقسیم کا اعتبار وہاں سے کریں گے جہاں سب پہلے ذکورۃ والوثۃ کا اختلاف شروع ہوا ہے (یقسم المال علی اول الخلاف کا یہی مطلب ہے) یعنے بطن ثانی میں اختلاف شروع ہوا ہے کیونکہ بطن اول میں تو سب مؤنث ہیں لیکن بطن ثانی میں ایک مذکر دو مؤنث ہیں لیکن تعداد بطن رابع والی معتبر ہے لہذا بطن ثانی میں ابن کے تحت بطن رابع میں بنتین ہیں اس لیے بطن ثانی میں ایک ابن کو دو ابن کے برابر سمجھا جائے گا اس طرح بطن ثانی میں ایک بنت کے تحت بطن رابع میں بھی ایک بنت ہے اس لیے اس کو ایک ہی بنت سمجھا جائے گا لیکن بطن ثانی کی ایک بنت کے تحت ابنین ہیں اس لیے بطن ثانی کی اس ایک بنت کو جس کے تحت دو ابن ہیں دو بنت کے برابر سمجھا جائے گا لہذا بطن ثانی میں دو بنت اور ایک بنت اور دو ابن ہوگئے مسئلہ سات سے پورا ہوتا ہے لیکن تعداد کو دیکھ کر کل اٹھائیس حصے بنانے پڑیں گے اس طرح دو ابن بمنزل چار بنات کے ہوگئے گویا کہ کل تعداد سات بنات کے برابر ہوگئی ہر بنت کے حصے چار ہوں گے اس طرح بطن ثانی میں ایک ابن کو جو دو ابن کے برابر مانا تھا اس کے حصے سولہ ہوگئے وہی حصے بطن ثالث میں پھر رابع میں منتقل ہوں گے اس طرح بطن رابع میں بنتین کو سولہ حصے ملیں گے لیکن بنات کا چونکہ ایک گروپ ہوتا ہے اس لیے تین بنات کے بارہ حصوں کو جمع کرکے بطون کا لحاظ کرکے برابر چھ چھ حصے ایک ایک گروپ کو دیں گے اس طرح بطن ثانی میں ایک بنت کے تحت جو ایک بنت بطن رابع میں آرہی ہے اس کے حصے بھی چھ ہوں گے جیسے بطن ثانی کی ایک بنت کے تحت آنیوالے دو ابن کے حصے چھ ہیں کیونکہ مذکر کے حصے نیچے اسی طرح ہونگے خواہ نیچے مذکر ہو یا مؤنث اور مؤنث کے حصے نیچے اسی طرح ہونگے خواہ نیچے مذکر ہو یا مؤنث

الفروع کما اذا ترک اِبنَی بنت بنتِ بنتٍ وبنت ابن بنتِ بنتٍ وبنتَی بنتِ ابنِ بنتٍ بهٰذه الصورة ۔
المسئلة، وتصح من ۲۸

میـــــت ـــــــــ المسئلہ من سبعۃ وتصحیح من ثمانیۃ وعشرین

بنت	بنت	بنت	بطن اول
بنت	بنت	ابن	بطن ثانی
بنت	ابن	بنت	بطن ثالث
اِبنَیٰ	بنت	بِنتَیٰ	بطن رابع

عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال بین الفروع اَسباعاً باعتبار اَبدانهم و عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال علی اَعلی الخلافِ اعنی فی البطن الثانی اَسباعاً باعتبارِ عددِ الفروع فی الاصول اربعۃ اَسباعٍ لبنتی بنتِ ابن البنت نصیب جدّهما وثلثۃ اَسباعٍ وهو نصیب البنتین
(اللتین نزلت احدٰهما منزلۃ بنتین فی البطن الثانی)
یقسم علی ولدیهما اعنی فی البطن الثالث
(ای للابن الذی حصل فی البطن الثانی کابنین) (وهو الابن والبنت)
اَنصافاً فنصفُه لبنتِ ابن بنتٍ لبنتِ نصیب ابیها والنصفُ الاٰخرُ لابنَی بنتِ بنتِ البنتِ
(ای نصف المقسوم الذی هو ثلثۃ الاسباع)
نصیب اُمّهما وتصحّ المسئلۃ[۱] من ثمانیۃ وعشرین و قول محمد[۲] رحمہ اللہ تعالیٰ اَشهر

---

[۱] اصل مسئلہ سات سے تھا لیکن تصحیح اٹھائیس سے ہوگی کیونکہ بطن ثانی میں جب ایک ابن بمنزل دو ابن کے ہوا اس کے حصے دو لیکن تین بنات کا مجموعی گروپ بنا کر تین حصوں کی تقسیم بلا کسر درست نہیں تھی اس لئے تعداد کے مطابق پہلے دو سے ضرب دی چودہ ہو گئے پھر جب چودہ کو بھی بطن رابع میں تقسیم کرنا درست نہ ہو سکا کیونکہ بنتین کے آٹھ اور باقی چھ کو نصف نصف کیا ایک بنت کو تین اور دو ابن کو تین دیتے ہیں لیکن تین کی تقسیم دو پر درست نہیں تھی اس لیے تعداد دو سے پھر ضرب دی اس طرح چودہ کو دو سے ضرب دی اٹھائیس ہو گیا۔

[۲] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور روایت جو ذوالارحام کے جمیع احکام میں ہے اسی کے مطابق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس سے واضح ہوا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی درحقیقت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہی ہے البتہ غیر مشہور ہے لیکن بعض مشائخ بخارا نے حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مسائل ذوی الارحام اور حیض میں فتویٰ دیا ہے کیونکہ آپ کے مسلک کو ان دونوں مسئلوں میں سمجھنا آسان ہے۔

الروایتین عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فی جمیع ذوی الارحام وعلیہ الفتوی

فصل علمائنا رحمہم اللہ تعالیٰ یعتبرون الجہات فی التوریث غیر ان ابا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر الجہات فی ابدان الفروع ومحمد رحمہ اللہ تعالیٰ یعتبر الجہات فی الاصول کما اذا ترک بنتی بنت بنت وھما ایضا بنتا ابن بنت و ابن بنت بنت بہذہ الصورۃ

میت ــــــــ المسئلۃ عند ابی یوسف من ثلثۃ وعند محمد من سبعۃ وتصح من ثمانیۃ وعشرین ۔

بنت	بنت	بنت	
بنت	ابن	بنت	بطن اول
بنتی		ابن	بطن ثانی
			بطن ثالث

عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یکون المال بینہم اثلاثا وصار کانہ ترک اربع بنات

سلہ یہ فصل متن اول کا تتمہ ہی ہے ہمارے تمام علماء احناف رحمۃ اللہ علیہم تقسیم وراثت میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں تفصیل میں اختلاف کیونکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ابدان فروع میں جہات کا اعتبار کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک کیا ہے اس میں علماء عراق وخراسان اور ماوراء النہر کا اختلاف ہے۔ اہل عراق وخراسان کا کہنا ہے کہ اگر ... بی وارث ذو جہتین بھی کیوں نہ ہو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو وراثت ایک ہی جہت سے حاصل ہوگی جیسے جدہ میں آپ کا مذہب یہی ہے کہ اس کی دو جہتوں کا لحاظ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو ایک حصہ ایک فرد سمجھ کر دیا جائے گا لیکن ماوراء النہر کے نزدیک امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ذوالارحام میں مختلف جہات کا لحاظ کرتے ہیں لیکن جدہ میں نہیں کرتے کیونکہ وہ ذات فرض ہے اس کے فریضہ میں تعدد وتکثر نہیں بخلاف ذوالارحام کے ان میں عصوبۃ کا لحاظ کیا جاتا ہے لہٰذا جس طرح حقیقی عصوبۃ میں مختلف جہات کا اعتبار ہوتا ہے اس طرح حکمی عصوبۃ میں بھی لحاظ کیا جائے گا۔ اسی صورت مذکورہ میں جب میت کی تین بیٹیاں ہوں جن میں سے ایک بیٹی کے دو نواسیاں اور یہی دو جو اس کی نواسیاں ہیں دوسری کی وہ پوتیاں بھی ہیں اور تیسری بیٹی کا ایک نواسہ ہے ان میں اہل عراق وخراسان کے قول کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ابدان فروع میں ایک ایک جہت کا لحاظ کریں گے لہٰذا مال کے چار حصے ہوں گے دو حصے نواسے کے اور دو حصے نواسیوں کے جو دوسری بنت کی پوتیاں بھی ہیں لیکن علماء ماوراء النہر کے قول کے مطابق جو صاحب کتاب کا قول بھی ہے وہ یہ کہ ابدان فروع میں جہات کا لحاظ ہوگا لہٰذا بطن ثالث میں بنتین کو دونوں جانبوں سے حصہ ملے گا اس طرح وہ چار بنات کے حکم میں ہوں گی ان کے ساتھ اسی بطن ثالث میں ایک ابن بھی ہے گویا کہ چھ بنات ہوگئیں اس طرح کل مال کا ایک ثلث ابن کو اور دو ثلث بنتین کو ملیں گے۔

ولبناتہ ثلثاہ للبنتین وثلثہ للابن وعند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال بینہم علی ثمانیۃ وعشرین سہما للبنتین اثنان وعشرون سہما ستۃ عشر سہما من قبل ابیہما وستۃ اسہم من قبل امہما وللابن ستۃ اسہم من قبل امہ

فصل فی الصنف الثانی

اولٰہم بالمیراث اقربہم الی المیت من ای جہۃ کان وعند الاستواء فمن کان

۱ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بطن ثانی میں اختلاف ذکورۃ والانوثۃ کا شروع ہوا اس لیے ذکورۃ والانوثۃ کا اعتبار بطن ثانی سے شروع ہوگا لیکن تعداد بطن ثالث سے لیں گے اور مختلف جہات کا اعتبار ہوگا۔ اس طرح بطن ثانی میں دو بنت جس کی بنتین ہیں اس کو دو کی حیثیت ہوگئی اسی طرح بطن ثانی میں ابن کو بنتین کی وجہ سے دو کی حیثیت حاصل ہوگئی تیسری بنت ایک ہی رہے گی اب بطن ثانی میں ورثاء کی تعداد یہ ہوگئی بنتین + ابنین + بنت = سات بنات۔ کیونکہ ایک ابن بمنزل بنتین کے ہے لہذا مال کے کل حصے اٹھائیس ہوں گے ہر بنت کو چار حصے ملیں گے اس طرح بطن ثانی میں ابن کے سولہ حصے ہوں گے کیونکہ وہ ابنین کے درجہ میں ہے جو چار بنات کا مساوی ہے باقی بارہ حصے بنات کے مجموعی گروپ میں برابر تقسیم ہوں گے ایک گروپ ایک بنت بمنزل بنتین کے ہے اس کو بھی چھ حصے اور دوسرے گروپ میں ایک بنت ہے اس کو بھی چھ حصے ملیں گے اب بنتین کو سولہ حصے باپ سے اور چھ حصے ماں سے ملیں گے کل حصے ان کے بائیس ہوگئے اور ابن کو چھ حصے ملیں گے جو اس کی ماں کے تھے۔

۲ اصل مخرج سات تھا لیکن بطن ثانی میں ابن بمنزل ابنین کے اس کے چار حصے ایک بنت بمنزل بنتین کے اور ایک بنت منفردہ ان دونوں میں تین حصے بلاکسر تقسیم نہیں ہو سکتے تھے لہذا تعداد ورثاء سے ضرب دی سات ضرب دو چودہ ہوگئے پھر بطن ثالث میں اسی عمل کو دہرایا تو چودہ ضرب دو۔ حاصل ضرب اٹھائیس ہوگیا۔

۳ صنف ثانی سے مراد وہ ذوی الارحام جن کی طرف میت منسوب ہو وہ اجداد فاسدہ اور جدات فاسدہ ہیں۔

۴ صنف ثانی سے وراثت میں زیادہ حقدار وہ ہوگا جو میت کے قریب ہوگا اس کا قرب خواہ کسی جہت سے بھی ہو یعنے اقرب من جہۃ الاب ہو یا من جہۃ الام ہے۔ اولویت اقرب کی وجہ پہلے گذر چکی ہے کہ ذوی الارحام کا استحقاق بوجہ عصبہ حکمی ہونے کے ہے اور عصبہ حقیقی میں اقرب کو اولویت حاصل ہے تو حکمی کو بھی اسی طرح اولویت حاصل ہوگی۔ مثلاً اب الام اولیٰ ہے اب ام الام سے اسی طرح اب ام الاب اولیٰ ہے اب ام ام الاب سے اور اب ام اولیٰ ہے اب ام الاب سے۔ یہی حال ہوگا جدات فاسدہ میں یعنے ام اب الام اولیٰ ہے ام ام اب الام سے۔

۵ جب درجات قرب میں برابر ہوجائیں تو ابو سہیل فرائضی اور ابو فضل خفاف اور علی بن عیسےٰ بصری رحمہم اللہ کے نزدیک وہ اولیٰ ہوگا جو میت کی طرف وارث کی وجہ سے منسوب ہو بنسبت اس کے جو میت کی طرف وارث کی وجہ سے منسوب نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک اب ام الام اولیٰ بنسبت اب اب الام کے۔ اس لیے کہ منسوبۃ کے درجہ میں برابر ہیں لیکن ام الام جدہ صحیحہ ہے وہ وارثہ ہے یعنے ذات سہم ہے لہذا اب ام الام میت کی طرف منسوب بوجہ وارثہ ہے لیکن اب الام جد فاسد ہے اس لیے اب اب الام میت کی طرف بوجہ وارث منسوب نہیں خیال رہے کہ ام الام اقویٰ ہے بنسبت اب الام کے کیونکہ ام الام کے ہوتے ہوئے اب الام وارث نہیں۔ یہی وجہ ہے ان حضرات کے نزدیک ان کے واسطہ سے منسوب ہونے والوں میں قوت پائی جاتی ہے لیکن ابو سلیمان جوزجانی اور ابو علی بستی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک وارث کی وجہ سے منسوب ہونے والے کو غیر وارث کی وجہ سے منسوب ہونے والے کو کوئی فضیلت حاصل نہیں بلکہ ان کے نزدیک مال اثلاثا تقسیم ہوگا دو ثلث حاصل ہوں گے اب اب الام کو اور ایک ثلث حاصل ہوگا اب ام الام کو ان حضرات کے نزدیک عدم تفضیل کی وجہ یہ ہے کہ وارثہ

يُدلی بوارث فهو اَولیٰ کاَبِ امّ الامّ اَولیٰ مِن ابِ ابِ الامّ عند ابی سهل الفرائضی وابی فضل الخصاف وعلی بن عیسیٰ البصری ولا تفضیلَ له عند ابی سلیمان الجرجانی وابی علی البُستی وان استوت منازلهم[1] ولیس فیهم من یدلی بوارث او کان کلهم یدلون بوارث واتفقت صفة من یدلون بهم واتحدت قرابتهم فالقسمة حینئذ علی ابدانهم وان اختلفت صفة من یُدلون بهم[2] یُقسم المال علی اول بطن اختلفت کما فی الصنف الاول وان اختلفت قرابتهم[3] فالثلثان لقرابة الاب وهو نصیب الاب والثلث لقرابة الام وهو نصیب الامّ ثم ما اصاب لکلّ فریق یقسّم بینهم کما لو اتحدت قرابتهم

---

[1] اگر قرب و بعد کے لحاظ سے ان کے درجات میں مساوات ہو تو ان میں دو صورتیں ہوں گی یا تمام وارث کے واسطہ سے میت کی طرف منسوب ہوں گے یا کوئی بھی وارث کے واسطہ سے منسوب نہیں ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں جب منتسب بہ ہر ایک کا ذکورۃ والوثۃ میں متفق ہو۔ اور ان کی قرابت میں بھی اتحاد ہو یعنے تمام میت کے باپ کی جانب سے یا تمام میت کی ماں کی جانب سے منسوب ہوں، تو ان میں وراثت انکی ذوات کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم ہوگی یعنے للذکر مثل حظ الانثیین کا اعتبار ہوگا مثلاً دو ثلث اب اب ام الاب کو اور ایک ثلث ام اب ام الاب کو دیا جائے گا۔

[2] اگر درجات میں برابری ہو لیکن جن کی وجہ سے ان کو میت سے نسبت ہو ان میں صفۃ ذکورۃ والوثۃ کا اختلاف ہو تو اس صورت جہاں سب سے پہلے اختلاف شروع ہوا وہاں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کریں گے پھر مذکر کو ایک گروپ اور مؤنث کو دوسرا گروپ بنا کر مال کی تقسیم اسی طرح ہوگی جس طرح صنف اول میں بیان کیا جا چکا ہے

[3] اگر درجات کی برابری کے ساتھ ساتھ قرابت کا اختلاف ہو جیسے میت کے ورثاء ام اب ام اب الاب اور ام اب اب الام ہوں تو دو ثلث قرابۃ الاب کے لیے ہوں گے کیونکہ یہ ان کے باپ کا حصہ ہے اور ایک ثلث قرابۃ الام کے لیے ہوگا کیونکہ یہ ان کا ماں کا حصہ ہے تو اس طرح مال کی تقسیم اثلاثاً ہوگی باپ کی وجہ سے منسوب باپ کے قائم مقام ہوکر دو ثلث حاصل کریں گے اور ماں کی وجہ سے منسوب ماں کے قائم مقام ہو کر ایک ثلث حاصل کریں گے۔

ضابطہ :۔ درجہ قرابۃ میں برابری ہوگی یا نہیں اگر برابری نہ ہو تو جس کو قرب حاصل ہوگا وہ اولیٰ ہوگا اور اگر برابر ہوں تو دیکھا جائے گا کہ قرابت میں اتحاد ہے یا اختلاف، اگر اختلاف ہو تو مال اثلاثاً تقسیم ہوگا یعنے دو ثلث مذکر کا حصہ اور ایک ثلث مؤنث کا اور اگر قرابت میں اتحاد ہوا تو صفت اصول میں اتفاق ہوگا یا نہیں اگر اتفاق ہوا تو مال ابدان فروع پر تقسیم ہوگا اور اگر اتفاق نہ ہوا تو سب سے پہلے جہاں سے صفت ذکورۃ والوثۃ کا اختلاف شروع ہوا ہے وہاں سے مال کی تقسیم ذکورۃ کے لیے دو ثلث اور الوثۃ کے لیے ایک ثلث ہوگا۔ پھر ذکورۃ والوثۃ کو علیحدہ علیحدہ گروپ بنا کر مال ان کے نیچے بطون میں تقسیم ہوگا۔

فصل في الصنف الثالث

الحكم فيهم كالحكم في الصنف الاول اعني اولٰهم بالميراث اقربهم الى الميت وان استووا في القرب فولد العصبة اولٰى من ولد ذوي الارحام كبنت ابن الاخ وابن بنت الاخت كلاهما لاب وام او لاب او احدهما لاب وام والاخر لاب المال كله لبنت ابن الاخ لانها ولد العصبة ولو كانا لام المال بينهما للذكر مثل حظ الانثيين عند ابي يوسف رحمه الله تعالٰى باعتبار الابدان وعند محمد

سلہ صنف ثالث سے مراد وہ ذوالارحام ہیں جو میت کے ابوین کی طرف منسوب ہوں وہ اولاد اخوات ہے اور بنات اخوۃ مطلقاً یعنے عینی بھائی ہوں یا علاتی ہوں یا اخیافی، لیکن بنوالاخوۃ مقید ہیں لام سے صرف اخیافی بھائیوں کے بیٹے ذوالارحام ہیں لیکن عینی یا علاتی بھائیوں کے بیٹے عصبہ ہیں۔ سلہ صنف ثالث میں تقسیم وراثت کا حکم صنف اول کی طرح ہی ہے۔ ان میں وراثت میں اولٰی وہ ہیں جو اقرب الی المیت ہیں لہذا بنت الاخت اولٰی ہے ابن بنت الاخ سے اس لیے کہ بنت الاخت کو قرب حاصل ہے سلہ اگر درجہ قرب میں برابر ہوں تو ولد عصبہ اولٰی ہے ولد ذوی الارحام سے جیسے بنت ابن الاخ اولٰی ہے ابن بنت الاخت سے کیونکہ ابن الاخ عصبہ ہے لہذا اس کی اولاد کو فوقیت حاصل ہے بہ نسبت بنت الاخ کی اولاد کے۔ خیال رہے کہ اخ یا اخت جو یہاں مذکور ہیں اس سے مراد عام ہے دونوں عینی ہوں یا علاتی یا ایک عینی اور دوسرا علاتی ہو۔

تنبیہ: یہاں ولد العصبہ کہا ہے اور صنف اول میں ولد الوارث کہا ہے کیونکہ وہاں ولد الوارث سے مراد ولد ذات فرض لیا ہے کیونکہ صنف اول میں ممکن ہی نہیں کہ ذی رحم کا ولد عصبہ کے ولد کے مقابل ہو تو ترجیح ولد العصبہ کو دی جائے اس لیے کہ صنف اول یہ ہے کہ میت کی طرف منسوب ہوں اور وہ بطن اول میں بیٹے بلا واسطہ میت کی طرف منسوب ہوں تو ذات فرض ہوں گے یا عصبہ جیسے بنت اور ابن۔ اسی طرح بطن ثانی میں صاحب فرض ہوں گے یا ذات رحم جیسے بنت الابن اور بنت البنت اور بطن ثالث میں تمام ہی ذات رحم ہوں گے جیسے بنت بنت الابن اور ابن بنت الابن اسی طرح بنت بنت البنت

یہی حکم مابعد کے بطون کا ہے یعنی ان میں تمام ذوالارحام ہوں گے معلوم ہوا کہ صنف اول میں ذوالارحام اور عصبہ کا تقابل نہیں بلکہ یا دونوں طرف ذات فرض ہیں یا ایک طرف ذات فرض دوسری طرف ذات رحم ہیں اور یا دونوں طرف ذات رحم ہیں بخلاف صنف ثالث کے کہ اس میں ذات رحم اور ذات فرض کا تقابل ممکن نہیں بلکہ یہاں یہ ہی ہو سکتا ہے کہ ذات رحم ہو ایک طرف تو دوسری طرف عصبہ ہیں کیونکہ صنف ثالث میں کل صورتیں یہ ہیں کہ ایک طرف ذات فرض ہو اور دوسری طرف عصبہ ہو جیسے ایک طرف عینی یا علاتی یا اخیافی اخت ہو اور دوسری طرف عینی یا علاتی بھائی ہو یہ بطن اول ہے لیکن بطن ثانی میں یا اسکے بعد بطون میں تمام ذوالارحام ہی ہونگے جیسے بنت الاخت لاب او لام او لاب وام اور اسی طرح ابن الاخت یعنی تینوں صورتوں میں سے اخت کی کوئی صورت بھی ہو سلہ اگر اخیافی بھائی اور بہن کی اولاد اس طرح ہو بنت ابن الاخ لام اور ابن بنت الاخت لام تو ان میں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مال باعتبار ذوات کے تقسیم ہوگا یعنے مذکر کو دو ثلث اور مؤنث کو ایک ثلث اسلیے کہ اصل میں مطلقاً وراثت میں مذکر کو مؤنث پر فضیلت حاصل ہے سوائے اولاد ام کے ان میں خلاف قیاس نص فہم شرکاء فی الثلث سے برابری ثابت ہے یعنی مذکر و مؤنث میں کوئی فرق نہیں لیکن یہ سلسلہ اپنے مورد میں بند ہوگا انکی اولاد کی طرف منتقل نہیں ہوگا بلکہ ان میں قیاس کے مطابق للذکر مثل حظ الانثیین کا ضابطہ جاری ہوگا۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ذوالارحام میں وراثت کی تقسیم عصبہ حکمی کے طور پر ہے عصبہ حقیقی میں مذکر کا حصہ مؤنث سے دوگنا ہے تو عصبہ حکمی میں بھی وہی صورت ہوگی سلہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا جیسے ان کے اصل میں برابری تھی یعنی اولاد ام میں مذکر کو مؤنث پر جب فضیلت نہیں تو انکی اولاد میں بھی یہ ہی سلسلہ جاری ہوگا کیونکہ ان کا استحقاق قرابت ام کی وجہ سے ہے اور اس قرابت میں مذکر کو مؤنث پر فوقیت حاصل نہیں بلکہ بعض اوقات مؤنث کو مذکر پر ع ۵

رحمہ اللہ تعالیٰ المال بینہما انصافا باعتبار الاصول بہذہ الصورۃ ۔

لان باعتبار قرابۃ الام لا تفضیل للذکر علی الانثی

من ۳

مسئلہ عند ابی یوسف وعند محمد رحمہما اللہ من ۱۲

میت

الاخت لام	الاخ لام
بنت	ابن
ابن محمد	بنت محمد
ابو یوسف ۲	ابو یوسف

وانؔ استووا فی القرب ولیس فیہم ولد عصبۃ اوکان کلہم اولاد العصبات او

کبنتی ابن الاخ الاعیانی

کان بعضہم اولاد العصبات وبعضہم اولاد اصحاب الفرائض فابو یوسف رحمہ

اللہ تعالیٰ یعتبر الاقوی فی القرابۃ ومحمدؔ رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم المال علی الاخوۃ والاخوات

سلہ اگر قرب میں برابر ہوں اور ان میں کوئی ولد عصبہ نہ ہو جیسے بنت بنت الاخ اور ابن بنت الاخ ہو یا تمام ہی اولاد عصبہ ہوں جیسے عینی یا علاتی بھائی کے بیٹے کی بیٹی اور اسی طرح اس بھائی کے دوسرے بیٹے کی بیٹی ہو یا بعض اولاد عصبہ ہوں اور بعض اولاد اصحاب فرائض ہوں جیسے عینی بھائی کی بیٹی (یہ ولد العصبہ ہے) اور اخیافی بھائی کی بیٹی (یہ ولد صاحب الفرض ہے) ہو، ان تمام صورتوں میں اگر تذکیر و تانیث میں برابر ہوں اور قوت و ضعف میں بھی برابر ہوں تو مال برابر تقسیم ہوگا۔ اور اگر قوت و ضعف میں برابر ہوں لیکن کچھ مذکر اور کچھ مؤنث ہوں تو للذکر مثل حظ الانثیین کا اعتبار رہے گا اور اگر قوت و ضعف میں مختلف ہوں تو قوی کو فوقیت دی جائے گی یہ مذہب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یعنی آپ کے نزدیک جس کا اصل عینی ہو وہ اولیٰ ہے بنسبت اس کے جس کا اصل علاتی ہو یا اخیافی ہو۔ لہٰذا بنت بنت الاخت لاب و ام اولیٰ ہے بنت بنت الاخ لاب سے۔ اسی طرح آپ کے نزدیک جس کا اصل علاتی ہو وہ اولیٰ ہے اس سے جس کا اصل اخیافی ہو۔ سلہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور روایت کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ اخوۃ و اخوات میں مال کی تقسیم میں تعداد کا اعتبار فروع سے ہوگا اور جہات کا اعتبار اصول سے ہوگا لہٰذا جو مال ہر فریق حاصل کرے گا وہی ان کے فروع میں تقسیم ہوگا جیسا کہ صنف اول میں بیان ہو چکا ہے اس کی مثال دے کر دونوں مذاہب کا فرق بیان کرتے ہیں۔ مثال یہ ہے کہ ایک شخص کے ذوالارحام میں سے نو وارث ہیں عینی علاتی اور اخیافی بھائیوں کی ایک ایک بیٹی اور عینی، علاتی اور اخیافی بہنوں میں سے ہر ایک ایک کا ایک ایک بیٹا اور ایک ایک بیٹی ہوں

تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقوی کا اعتبار کرتے ہوئے مال بنی اعیان کے فروع میں تقسیم ہوگا اور باقی محروم رہیں گے اگر بنی اعیان کے فروع نہ ہوں تو بنی علات کو ورنہ بنی اخیاف کو مال دیا جائے گا صورۃ مذکورہ میں مال کے چار حصے ہونگے عینی بھائی کی بیٹی کو ایک اور عینی بہن کی بیٹی کو ایک اور اسکے بیٹے کو دو حصے دیئے جائیں گے اولاد بنی اعیان کے نہ ہونے پر بنی علات کے فروع میں اسی طرح چار حصوں میں اور ان کے نہ ہونے پر اولاد بنی اخیاف پر اسی طرح چار حصوں میں مال تقسیم ہوگا۔ صورۃ میں جو نمبر میں نے لگائے ہیں ان کے مطابق امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پہلے مال نمبر ۱ اور نمبر ۲ میں، پھر نمبر ۳ اور نمبر ۴ میں پھر نمبر ۵ اور نمبر ۶ میں تقسیم ہوگا۔ آپ کے مذہب کا نتیجہ یہ ہے کہ قوۃ و ضعف کا اعتبار اصول سے ہوگا اور تذکیر و تانیث اور تعداد کا اعتبار فروع سے ہوگا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صورۃ مذکورہ میں مال کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ بنی اخیاف ذوی فرض ہیں اور مذکر و مؤنث ثلث میں برابر شریک ہیں لہٰذا تعداد فروع سے لی جائے گی اس لیے اخیافی بھائی کی ایک بیٹی وہ تعداد میں ایک ہی متصور ہوگا اور اخیافی بہن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے لہٰذا وہ تعداد میں اختین کے برابر ہوگی مال کے تین حصوں میں دو اخیافی بہن کے اور ایک بھائی کا ہوگا پھر بھائی کا حصہ اسکی بیٹی کو اور بہن کے دو حصوں میں سے ایک اس کے بیٹے اور ایک بیٹی کو ملے گا۔ مال کے باقی دو حصے بنی اعیان کے فروع کو ملیں گے بنی علات محروم ہوں گے۔ عینی بھائی کی ایک بیٹی اور عینی بہن کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے لہٰذا تعداد میں ایک بھائی دو بہن ہوئیں مال للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ بھائی اور بہن کا حصہ برابر ہو جائے گا کیونکہ اخت بمنزلہ اختین کے ہے۔ بھائی کا حصہ اسکی بیٹی کو اور بہن کا حصہ اسکے بیٹے (باقی اگلے صفحہ پر)

مع اعتبار عدد الفروع والجهات فی الاصول فما اصاب کل فریق یقسم بین فروعهم کما فی الصنف الاول کما اذا ترک ثلاث بنات اخوة متفرقین وثلثة بنین و ثلث بنات اخوات متفرقات بهذه الصورة۔

میـــــــــــــــــــــ

۱. بنت الاخ لاب وام	۳ بنت الاخ لاب	۵ بنت الاخ لام
۲. الاخت لاب وام	۴ الاخت لاب	۶ الاخت لام
بنت ابن	بنت ابن	بنت ابن
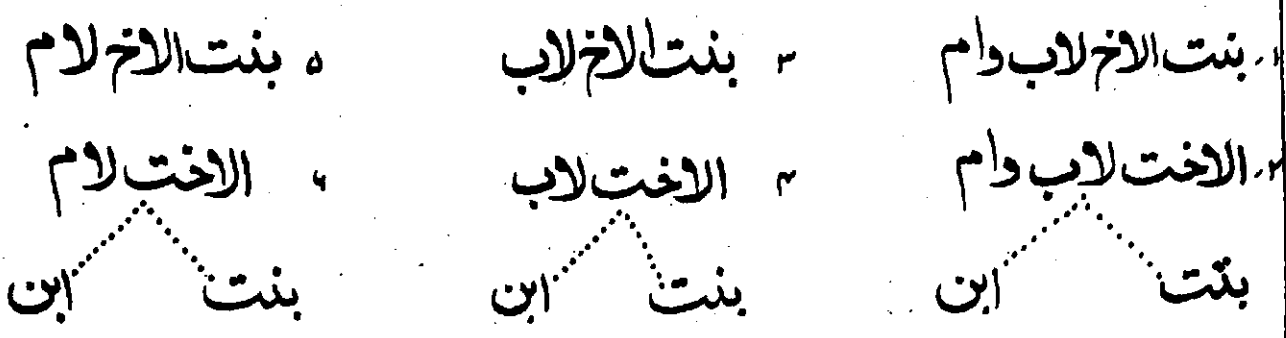
عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ یقسم کل المال بین فروع بنی الاعیان ثم بین فروع بنی العلات ثم بین فروع بنی الاخیاف للذکر مثل حظ الانثیین ارباعاً باعتبار الابدان وعند محمد رحمہ اللہ یقسم ثلث المال بین فروع بنی الاخیاف علی السویۃ اثلاثاً لاستواء اصولهم فی القسمۃ والباقی بین فروع بنی الاعیان انصافاً فالاعتبار عدد الفروع فی الاصول نصف لبنت الاخ نصیب ابیها والنصف الاخر بین ولدی الاخت للذکر مثل حظ الانثیین باعتبار الابدان وتصح من تسعۃ ولو ترک ثلث بنات بنی اخوة متفرقین بهذه الصورة۔

میـــــــــــــــــــــ

بنت ابن الاخ لاب وام	بنت ابن الاخ لاب	بنت ابن الاخ لام

(بقیہ صفحہ سابقہ) اور بیٹی میں مذکر و مؤنث کے فرق سے تسلیم ہوگا۔ مال کے کل نو حصے ہوں گے تین فروع بنی اخیاف کے۔ ایک ایک حصہ تینوں کا۔ بقیہ چھ حصے فروع بنی اعیان میں تین حصے عینی بھائی کی بیٹی کے اور دو حصے عینی بہن کے بیٹے کے اور ایک حصہ عینی بہن کی بیٹی کا ہوگا۔ بنی اعیان کے ہوتے ہوئے بنی علات محروم ہوں گے۔

۵۱ اگر میت کے متفرق بھائیوں (عینی، علاتی، اخیافی) میں سے ہر ایک کی ایک ایک پوتی ہو تو تمام مال عینی بھائی کی پوتی کو ملے گا کیوں کہ وہ ولد العصبہ ہے اس لیے کہ ابن الاخ لاب وام عصبہ ہے تو اس کی اولاد کو ذوی الارحام کی اولاد پر فوقیت حاصل ہوگی جیسے عصبہ کو ذوی رحم پر فوقیت حاصل ہے۔

المال کلّہ لبنتِ ابن الاخ لاب وامّ بالاتفاق لانہما ولد العصبۃ ولہما ایضا قوۃ القرابۃ

فصل[۵۲] فی الصنف الرابع

الحکم[۵۳] فیہم انہ اذا انفرد واحد منہم استحق المال کلّہ لعدم المزاحم وان اجتمعوا وکان حیز قرابتہم متحدًا کالعمات والاعمام لام او الاخوال والخالات فالاقوی منہم اولٰی بالاجماع اعنی مَن کان لاب وامّ اولٰی ممّن کان لاب ومن کان لاب اولٰی ممّن

۵۱ دوسری دلیل یہ ہے کہ عینی بھائی کو جانبین یعنے ماں اور باپ دونوں سے قرابت حاصل ہے اسلیے اسکی پوتی کو بوجہ قوۃ قرابت کے علاتی اور اخیافی بھائیوں کی پوتیوں پر فوقیت حاصل گی۔

تنبیہ:۔ بعض شارحین نے اعتبار جہات اور اصول میں تعداد فروع کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مثال دی ہے کہ اگر ایک میت کے ورثاء یہ ہوں، علاتی بھائی کا نواسہ اور اخیافی بہن کی پوتی اور ایک علاتی بہن کی دو پوتیاں جب کہ یہی دو عینی بہن کی نواسیاں بھی ہوں۔ ان کی صورت یہ ہوگی۔

میت

اخت لام	اخت لاب وام	اخت لاب	اخ لاب
ابن	بنت	ابن	بنت
بنت		بنتی	ابن

اس صورت مذکورہ میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کل مال عینی بہن کی دونوں نواسیوں کو بوجہ قوت قرابت کے حاصل ہو گا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی تقسیم اصول سے شروع ہوگی تذکیر وتانیث کا فرق اصول کو دیکھ کر کیا جائے گا اور تعداد فروع کو دیکھ کر اس لیے مال کے کل چوبیس حصے ہوں گے تقسیم اسطرح ہوگی کہ اخت لاب وام کا درجہ اختین کا ہوگا اور اسی طرح اخت لاب بھی اختین کے درجہ میں ہوگی کیونکہ ان کو تعداد فرع یعنے بنتین سے حاصل ہوگی، اب ورثاء کی اصول میں تعداد یہ ہوگئی، اخ لاب اختین لاب، اختین لاب وام اور اخت لام، عینی دو بہنوں کے دو ثلث اور اخیافی بہن کا سدس اور بقیہ مال علاتی بہن، بھائیوں کا اسلیے کہ عینی کو درجہ قربت میں فوقیت حاصل ہے اور اخیافی ذات فرض ہے اسی طرح عینی جب دو ہوں تو ذات فرض بھی ہیں لہٰذا چوبیس میں سے دو ثلث سولہ اور سدس چار، باقی چار حصے علاتی بھائی اور بہن میں برابر تقسیم ہوں گے کیونکہ اخت کو بمنزل اختین کے بتایا جا چکا ہے

ہر ایک کو دو دو حصے حاصل ہوں گے اس طرح یہ سلسلہ نیچے آئے گا، ابن بنت اخ لاب کو دو بنتی ابن اخت لاب کو دو اور ان بنتین کو ہی بحیثیت بنتی بنت اخت لاب وام کے سولہ۔ لہٰذا ان کے کل حصے اٹھارہ اور بنت ابن اخت لام کو چار حصے ملیں گے۔ خیال رہے کہ ابتدائی مخرج چھ ہے لیکن تقسیم کو بلا کسر صحیح کرنے کے لیے دو مرتبہ دو دو سے ضرب دیکر چوبیس بنایا جائے گا معمولی توجہ سے مسئلہ واضح ہو جائے گا۔

۵۲ صنف رابع یہ ہے کہ میت کے جدین یعنے اب الاب اور اب الام کی طرف منسوب ہوں یا میت کی جدتین کی طرف منسوب ہوں، جدتین سے مراد ام الاب اور ام الام ہیں، یہ ذوالارحام عمات ہیں مطلقاً خواہ وہ لاب وام ہوں یا لاب ہوں فقط یا لام ہوں فقط البتہ اعمام لام مراد ہیں اور اخوال وخالات مطلقاً مراد ہیں خواہ لاب وام ہوں خواہ لاب ہوں یا لام ہوں۔

۵۳ جب ان میں سے کوئی ایک منفرد ہو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو تو وہ جمیع مال کا مستحق ہوگا۔ خیال رہے کہ یہ حکم تمام اصناف میں مشترک ہے یہاں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اختصار ہو جائے کہ جب الصنف الرابع میں یہ حکم پایا گیا ہے تو دوسری اصناف میں بطریق اولیٰ پایا جائے گا۔

۵۴ اگر جمع ہوں اور حیز قرابۃ ان کا متحد ہو تو ان میں سے جو اقویٰ ہوگا وہ مستحق ہوگا جس کو نسبت اب اور ام دونوں جانب سے حاصل ہوگی وہ اقویٰ ہوگا۔ خواہ مذکر اقویٰ ہو یا مؤنث، عمۃ لاب وام اولیٰ ہے عمۃ لاب اور عمۃ لام اور عم لام سے اسی طرح عمۃ لاب اولیٰ ہے عمۃ اور عم لام سے اسی طرح خال اور خالۃ لاب وام اولیٰ ہیں خال اور خالۃ لاب اور لام سے اور خال وخالۃ لاب اولیٰ ہیں خال وخالۃ لام سے۔

۵۵ اعمام کے ساتھ لام کی قید لگائی ہے کیونکہ اعمام لاب وام اور اعمام لاب عصبہ ہیں۔ ذوالارحام میں صرف وہ چچا داخل ہیں جو باپ کے بھائی ہوں لیکن فقط دونوں کی ماں ایک ہو۔

اي كان لأم ذكوراً كانوا أو إناثاً وإن كانوا ذكوراً وإناثاً واستوت قرابتهم فللذكر مثل حظ الأنثيين كعم وعمة كلاهما لأم أو خال وخالة كلاهما لأب وأم أو لأب أو لأم وإن كان حيز قرابتهم مختلفاً فلا اعتبار لقوة القرابة كعمة لأب وأم وخالة لأم أو خالة لأب وأم وعمة لأم فالثلثان لقرابة الأب ونصيب الأم ثم ما أصاب كل فريق يقسم بينهم كما لو اتحد حيز قرابتهم

فصل في اولادهم

الحكم فيهم كالحكم في الصنف الأول اعني أولاهم بالميراث أقربهم إلى الميت من

سئلہ اگر حیز قرابت ان کا متحد ہو یعنے تمام کی نسبت لاب وام ہے یا تمام لاب ہیں یا تمام لام ہیں اور ان میں کوئی مذکر ہوں اور کوئی مؤنث ہوں تو ان کی تقسیم فللذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق ہوگی جیسے عم اور عمة دونوں ہی ماں کی جانب سے چچا ماموں اور خالہ دونوں ماں، باپ دونوں جانب سے ہوں یا دونوں فقط باپ کی جانب سے ہوں یا دونوں فقط ماں کی جانب سے ہوں تو مذکر کو دو ثلث اور مؤنث کو ایک ثلث مال ملے گا۔ سئلہ عم اور عمة کے ساتھ کلاہما لام کی قید لگائی ہے کیونکہ ان دونوں کا اجتماع بحیثیت ذوالارحام اسی صورت میں ہے۔ لاب وام اور لاب کی صورت میں اجتماع بحیثیت عصبہ ہوگا۔

تنبیہ:۔ اس مسئلہ میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کا اتفاق ہے اس لئے کہ جب اصل میں اتفاق ہو تو دونوں حضرات کے نزدیک فروع میں اعتبار ان کی ذوات کا ہوتا ہے چونکہ عم اور عمة ولد الاصل ہیں یعنے اولاد اب ہیں، اسی طرح خال اور خالہ بھی اولاد اصل ہیں یعنے اولاد ام ہیں۔ سئلہ اگر حیز قرابت مختلف ہو یعنے بعض کی قرابت اب کی جانب سے ہو جیسے عمة اور بعض کی قرابت ام کی جانب سے ہو جیسے خالہ تو اس صورت میں قوت قرابت کا لحاظ نہیں ہوگا کہ یہ لاب وام ہے اور یہ لاب ہے اور یہ لام ہے بلکہ اب کی جانب کی قرابت کے لیے ثلثان ہوں گے خواہ اس کو ضعف قرابت ہی حاصل ہو اور ایک ثلث ام کی جانب کی قرابت کو حاصل ہوگا خواہ اس کو قوت قرابت ہی کیوں نہ حاصل ہو یعنی عمة کے لیے ثلثان اور خالہ کے لیے ایک ثلث ہوگا کیونکہ عمة کو حصہ اب کی نسبت سے حاصل ہے اب کا اپنا حصہ ثلثان تھا لہٰذا عمة کو وہی حاصل ہوگا اور خالہ کو نسبت ام کی وجہ سے حاصل ہے اس لئے اس کو ام والا حصہ ایک ثلث حاصل ہوگا۔ عمة میں تعمیم ہے خواہ وہ لاب وام ہو خواہ لاب خواہ لام ہو اسی طرح خالہ میں بھی تعمیم ہے کہ وہ لاب وام ہو یا لاب ہو یا لام ہو۔ سئلہ اگر ایک عمة ہو تو ثلثان اور اگر زیادہ عمات ہوں تو پھر بھی ان کے لیے ثلثان ہوں گے اسی طرح ایک خالہ کے لیے بھی ایک ثلث اور زیادہ خالات کے لیے بھی ایک ثلث۔ زیادہ کی صورت میں تمام عمات برابر طور پر ثلثان کو تقسیم کریں گے اور خالات ایک ثلث کو برابر طور پر تقسیم کریں گی۔ سئلہ اولاد سے مراد صنف رابع کی اولاد ہے اس لیے کہ صنف اول میں اولاد البنات اور اولاد بنات الابن ذکر کیا ہے یہ عبارت مطلقاً شامل ہے تمام اولاد بنات کو خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ۔ زیادہ صراحت کی ضرورت ہو تو وان سفلوا ذکر کیا جائے اسی طرح صنف ثانی اجداد وجدات ساقطہ ہیں یہ بھی وان علوا سے اوپر والوں کو شامل ہیں صنف ثالث اولاد الاخوات وبنات الاخوة وبنو الاخوة لام ہے یہ بھی وان سفلوا سے ماتحت بالواسطہ یا بلا واسطہ کو شامل ہے لیکن صنف رابع عمات والاعمام لام والاخوال والخالات ہیں یہ الفاظ انکی اولاد کو شامل نہیں تھے نہ ہی وان سفلوا کے الفاظ ذکر کرنے سے یہ ماتحت کو شامل تھے اس لیے انکی اولاد کو علیحدہ صراحۃً ذکر کرنے کی ضرورت درپیش آئی۔ سئلہ ان کا حکم بھی صنف اول کی طرح ہی ہے کہ جو میت کے قریب زیادہ ہوگا وہ حق وراثت میں مقدم ہوگا۔ قرب کسی جہت سے بھی ہو خواہ وہ اقرب من جہۃ الاب ہو یا اقرب من غیر جہۃ الاب ہو اسی لیے بنت العمة یا ابن العمة اولیٰ ہیں بنت بنت العمة اور ابن بنت العمة اور بنت ابن العمة سے، اگرچہ جہت میں سب متحد ہیں یعنے تمام عمة کی اولاد ہیں لیکن جو کم واسطوں سے میت تک منسوب ہیں وہ اقرب ہیں اور اولیٰ ہیں اسی طرح بنت خالہ اور ابن خالہ اولیٰ ہیں بنت بنت خالہ سے اور ابن بنت خالہ سے۔ وجہ قرابت سب میں متحد ہے یعنے سب خالہ کی اولاد ہیں جو عمة

اي من يكون الكل من طرف الاب والام

اي جهة كان[۵۱] وان استووا في القرب وكان حيز قرابتهم[۵۱] متحدا فمن كانت له قوة القرابة

بسبب الدرجة[۵۲]

فهو اولى بالاجماع وان استووا في القرب والقرابة وكان حيز قرابتهم متحدا فولد العصبة

بنت العم لاب وام اولى من بنت العمة لاب او لام وبنت الخالة لاب وام اولى من ابن الخال او الخالة لاب او لام

اولى كبنت العم وابن العمة كلاهما لاب وام او لاب المال كله لبنت العم لانها ولد العصبة

المراد به العمة، انما قلنا ذلك لانطباق العبارة الآتية

وان كان[۵۳] احدهما لاب وام والآخر لاب المال كله لمن كان له قوة القرابة في ظاهر

بقوة القرابة وان كانت بنت العم ولد الوارث — وهو اب الام — بالارث

الرواية[۵۴] قياسا على خالة لاب مع كونها ولد ذي رحم هي اولى بقوة القرابة من الخالة

اي انها ذلك الترجيح والاولوية كان الخ — اي في مثالنا — اي ثابتة للخالة التي هي الاب

لام مع كونها ولد الوارثة لان الترجيح لمعنى فيه وهو قوة القرابة اولى من الترجيح

خبر ان

---

۵۱ اگر قرب وبعد کے لحاظ سے برابر ہوں اور جہت قرابت متحد ہو یعنے تمام عمۃ کی اولاد ہیں یا خالہ کی یا ماموں کی بعض عمۃ اور بعض خالہ کی نہیں تو قوۃ قرابۃ کا لحاظ کیا جائے اگر میت کی عینی اور علاتی اور اخیافی عمۃ کی اولاد ہو تو تمام مال عینی عمۃ کی اولاد کو بوجہ قوتِ قرابۃ دیا جائے گا پھر علاتی کی اولاد پھر اخیافی کی اولاد کو۔ یہی صورت خالہ اور ماموں کی اولاد میں بھی ہوگی یعنے جب تمام اولاد خالہ کی ہو تو عینی خالہ کی اولاد اولیٰ ہے علاتی کی اولاد سے اور علاتی کی اولاد اولیٰ ہے اخیافی سے۔ ماموں کی اولاد میں یہی اعتبار کر لیں، جب جہت میں اتحاد ہوگا تو قوتِ قرابۃ کو یقیناً وجہ اولویت بنایا جائے گا۔

۵۲ اگر قرب وبعد کے لحاظ سے برابر ہوں اور قوۃ قرابۃ کے لحاظ سے بھی برابر ہوں اور جہت قرابۃ بھی ان کی متحد ہو یعنے ہر ایک میت کے اب کی جانب سے ہو یا ہر ایک میت کی ام کی جانب سے ہو تو اس صورت میں ولد العصبۃ اولیٰ ہے بنسبت اس کے جو ولد العصبۃ نہیں، جیسے بنت العم اور ابن العمۃ ہوں جب کہ عم اور عمۃ دونوں عینی ہوں یا دونوں علاتی ہوں اس صورت میں مال کی حقدار بنت العم ہے کیونکہ عینی یا علاتی چچا عصبہ ہے اور عمۃ ہر صورت میں ذوی الارحام سے ہے اس لیے بنت العم لاب وام او لاب ولد العصبۃ ہے اس لیے اولیٰ ہے۔

۵۳ اگر ایک ان میں سے عینی ہو اور دوسری طرف علاتی ہو تو کل مال اس کو ملے گا جس کو قوۃ قرابت حاصل ہوگی یعنے عمۃ عینی ہو اور عم علاتی ہو تو تمام مال ابن العمۃ کو ملے گا کیونکہ اسے قوۃ قرابۃ حاصل ہے بنسبت بنت العم کے لیکن خیال رہے کہ اگر عم عینی ہو اور عمۃ علاتی ہو تو تمام مال بنت العم کو ملے گا ابن العمۃ کو نہیں اس لئے کہ وہ ولد العصبۃ بھی ہے اور اس کو قوۃ قرابۃ بھی حاصل ہے۔

۵۴ قوۃ قرابۃ کا اعتبار ظاہر روایۃ سے ثابت ہے اس کو قیاس کیا گیا ہے علاتی اور اخیافی خالہ پر۔ علاتی خالہ اولیٰ ہے اخیافی خالہ سے کیونکہ علاتی خالہ میت کی ماں کی اخت لاب ہے اس کو قوۃ قرابۃ حاصل ہے حالانکہ یہ ولد ذی رحم ہے اس لیے کہ اب الام ذوی الارحام سے ہے اور اخیافی خالہ کو مال حاصل نہیں کیونکہ اس کو قوۃ قرابۃ حاصل نہیں کیونکہ وہ میت کی ماں کی اخت لام ہے حالانکہ یہ ولد الوارث ہے کیونکہ ام الام وارث ہے لیکن لحاظ قوۃ قرابت کا کیا گیا ہے۔

اعتراض، جب ایک میں قوۃ قرابۃ پائی گئی ہے تو دوسری میں ادلاء یعنے انتساب بالوارث موجود ہے ہر ایک میں وجہ ترجیح موجود ہے تو قوۃ قرابۃ کو ہی ترجیح کیوں دی گئی ؟

جواب، اگرچہ ادلاء بوارث خالہ ثانیہ میں موجود ہے لیکن حقیقت میں ترجیح بوجہ وراثت ہوتی ہے اور وہ اُولیٰ میں موجود ہے۔

اعتراض، ابن العمۃ وبنت العم کو خالۃ لاب وخالۃ لام پر قیاس کرنا درست نہیں کیونکہ خالۃ لاب کی ذات میں قوۃ قرابۃ ہے لیکن ابن العمۃ لاب وام میں قوۃ قرابۃ وارث (ابن العمۃ) کی ماں میں ہے۔ گویا یہ قیاس مع الفارق ہو گیا ؟

جواب، قوۃ قرابۃ اصول سے فروع کی طرف سرایت کرتی ہے اسلیے اصول اور فروع میں اس کا ایک ہی اعتبار ہے۔ جیسے بنت العم لاب وام اولیٰ ہے بنت العم لاب سے، اس کی وجہ فقط اصول کی قوت قرابۃ ہے حالانکہ دونوں ولد العصبۃ ہیں۔ ع۵ قال استاذی المکرم شرف قادری۔ جب حیز قرابت متحد ہو تو تین صورتیں ہیں (۱) ان میں سے کوئی قوی القرابۃ ہے اور مقابل ولد عصبہ نہیں ہے (۲) ان میں ولد عصبہ ہے اور قوی القرابۃ مقابل نہیں ہے (۳) ایک قوی القرابۃ اور ایک ولد عصبہ ہے پہلی دو صورتوں میں اتفاق اور تیسری صورت میں اختلاف ہے۔

يعني في غيره وهو الادلاء بالوارث وقال بعضهم المال كله لبنت العم لاب لانها ولد العصبة وان استووا في القرب ولكن اختلف حيز قرابتهم فلا اعتبار لقوة القرابة ولا لولد العصبة في ظاهر الرواية قياسا على عمة لاب وام مع كونها ذات القرابتين وولد الوارث من الجهتين هي ليست باولى من الخالة لاب او ام لكن الثلثين لمن يدلي بقرابة الاب فيعتبر فيهم قوة القرابة ثم ولد العصبة والثلث لمن يدلي بقرابة الام ويعتبر فيهم قوة القرابة ثم عند ابي يوسف رحمة الله تعالى ما اصاب كل فريق تقسيم على ابدان فروعهم مع اعتبار عدد الجهات في الفروع وعند محمد رحمة الله تعالى تقسم المال على اول بطن اختلف مع

ـ۵۱ بعض شارحین نے روایۃ غیر ظاہرہ کے مطابق یہ قول کیا ہے کہ صورۃ مذکورہ میں تمام مال بنت عم لاب کے لیے ہے کیونکہ وہ ولد العصبۃ بخلاف ابن العمۃ کے وہ ولد ذی رحم ہے فائدہ. یہاں سے معلوم ہوا کہ ماقبل جس اجماع کا ذکر کیا ہے وہ ظاہر روایۃ کے مطابق ہے یہ قول غیر ظاہر روایۃ کے مطابق ہے ـ۵۲ اگر قرب و بعد کے لحاظ سے برابر ہوں لیکن حیز قرابۃ ان کا مختلف ہو یعنے جہات مختلف ہوں بعض جانب اب سے ہوں اور بعض جانب ام سے ہوں تو اس صورت قوۃ قرابۃ کا اور ولد العصبۃ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں. ظاہر روایۃ میں یہی قول ہے جیسے ولد العمۃ لاب وام اولیٰ نہیں بنسبت الخال او الخالۃ لاب او لام کے کیونکہ جہات کے مختلف ہونے کی وجہ سے ولد العمۃ میں قوۃ قرابت کا کوئی لحاظ نہیں اسی طرح بنت العم لاب وام کا بنت الخال او الخالۃ لاب وام پر ولد العصبۃ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں. ـ۵۳ صورۃ مذکورہ کو اس پر قیاس کیا گیا ہے کہ عمۃ لاب وام کو خالہ لاب او لام پر اولویت حاصل نہیں حالانکہ عمۃ لاب وام کو دو قرابتیں حاصل ہیں اور جہتین سے ولد الوارث بھی ہے کیونکہ عمۃ لاب وام کا باپ جد صحیح ہے اور عصبہ ہے اور اسکی ماں جدہ صحیحہ اور ذات فرض ہے. ـ۵۴ صورۃ مذکورہ میں تقسیم وراثت اس طرح ہوگی کہ جن ورثاء کا میت کی طرف انتساب باپ کی قرابت کی وجہ سے ہے ان کو دو ثلث دیئے جائیں گے کیونکہ درجہ میں فریقین برابر ہیں لیکن جس کو باپ کی طرف سے قرابۃ حاصل ہوگی اس کے دو ثلث اس قوۃ کی وجہ سے ہوں گے اور جن کا انتساب ماں کی وجہ سے ہوگا اس کو ایک ثلث. البتہ دونوں طرف کے ورثاء ایک جہت سے منسوب ہونے والے ہوں تو پہلے قوۃ قرابۃ پھر ولد العصبۃ کا لحاظ ہوگا. اسی لیے بنت العمۃ لاب وام اولیٰ ہے بنت العمۃ لاب او لام سے بوجہ قوۃ قرابۃ کے اور بنت العم لاب وام اولیٰ ہے ابن العمۃ لاب او لام سے بوجہ ولد العصبۃ ہونے کے یہی حال ماں کی طرف سے منسوب ہونے والوں کا ہے بنت الخالۃ لاب وام اولیٰ ہے بنت الخالۃ لاب او لام سے بوجہ قوۃ قرابت کے

ـ۵۵ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اب اور ام کی جانب سے ہر فریق کو مال اس طرح دیا جائیگا کہ تعداد اور تذکیر و تانیث کا اعتبار فروع ہی سے کیا جائیگا لیکن امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب جیسا کہ صنف اول میں بیان ہو چکا ہے کہ مال قرب سے پہلے وہاں تقسیم ہوگا جہاں تذکیر و تانیث کا اختلاف شروع ہوا پھر وہ نیچے آئے گا ان کے نزدیک جہات کا اعتبار اصول سے ہوتا ہے اور تعداد کا فروع سے۔ مثلاً میت کے ورثاء یہ ہوں۔

ابنی بنت عمۃ لاب اور بنتی ابن عمۃ لاب اور یہ دونوں بنتی بنت عم لاب بھی ہیں۔ اور بنتی بنت خالۃ لاب بھی ہوں اور ابنی ابن خالۃ لاب ہوں جبکہ یہ دونوں ابنا بنت خال لاب بھی ہوں۔ جس کی یہ صورت ہے۔

عمۃ لاب　عمۃ لاب　عم لاب　خالۃ لاب　خالۃ لاب　خال لاب

بنت　ابن　بنت　بنت　ابن　بنت

ابنی　بنتی　بنتی　ابنی

یہاں اصل مسئلہ تین سے ہے دو ثلث قرابۃ اب کیلئے اور ایک ثلث قرابۃ ام کیلئے لیکن امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تیس حصوں سے تقسیم درست ہوگی کیونکہ دو حصے قرابت اب پر یعنی دو بیٹوں اور چار بیٹیوں پر تقسیم ہوتے ہیں اس لیے کہ بنتین کو تعداد میں چار بنات کا بوجہ جہتین کے درجہ حاصل ہو گیا گویا کہ چار بیٹے اعتبار ہونگے تاکہ تقسیم مختصر ہو اسطرح ایک حصہ قرابت ام کا دو بنات اور چار بنتین پر تقسیم ہوتا ہے اسلیے کہ ابنین کو دو جہتوں سے تعلق کی وجہ سے تعداد چار بنین کی حاصل ہوگی یہ تقسیم کے لحاظ پر پانچ بیٹے متصور ہونگے اسلیئے دو سے پانچ کو ضرب دینگے حاصل ضرب دس پھر دس کا عمل مسئلہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

اعتبار عدد الفروع والجہات فی الاصول کما فی الصنف الاول ثم ینتقل ھذا الحکم الی جہۃ عمومۃ ابویہ وخؤلتھما ثم الی اولادھم ثم الی جہۃ عمومۃ ابوی ابویہ وخؤلتہم ثم الی اولادھم کما فی العصبات

فصل فی الخنثیٰ

شہ ای المشکل امرہ فلا یرد انہ لا مطابقۃ بین الموصوف لکون الاول لا تانیث دبین صفتہ

للخنثی المشکل اقل النصیبین اعنی اسوء الحالین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

من الذکورۃ والانوثۃ

یعنی تین سے ضرب دیں گے تیس ہو جائے گا تیس ہی سے دو ثلث قرابت اب پر فروع میں ہی تذکیر و تانیث کا اعتبار کرتے ہوئے تقسیم ہوں گے اسلیے دس حصے ابی بنت عمۃ لاب کے ہونگے اور دس حصے بنتی ابن عمۃ لاب کے ہونگے جو بنتی بنت عم لاب بھی ہیں۔ اور ایک ثلث یعنی تیس میں سے دس قرابت ام میں اسی طرح تقسیم ہونگے دو حصے بنتی بنت خالۃ لاب کے ہونگے اور آٹھ حصے ابنی ابن خالۃ لاب کے ہوں گے کیونکہ یہ دونوں ابی بنت خال لاب بھی ہیں۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ مسئلہ چھتیس سے درست ہوگا تصحیح کے مسائل کو غور کر کے چھتیس حصوں کی وجہ معلوم کی جا سکتی ہے۔ آسانی کے لیے یہاں ہی شروع کر رہا ہوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تعداد فروع سے جہات اصول سے لیں گے اسلیے عمۃ لاب کا درجہ عمتین لاب کا ہوگا دوسری عمۃ لاب بھی عمتین لاب کے درجہ ہیں عم لاب بھی عمین لاب کے درجہ میں ہے۔ یہی حال قرابۃ ام میں بھی ہے خالۃ لاب کا مقام خالتین لاب کا دوسری خالۃ لاب بھی خالتین لاب کے درجہ میں ہے اور خال الاب خالین لاب کے مقام میں ہے کل چھتیس حصص میں سے دو ثلث یعنی چوبیس قرابۃ اب کیلئے اور ایک ثلث یعنی بارہ قرابۃ ام کیلئے۔ قرابۃ اب میں گویا کہ چار عمات اور دو عم۔ اختصاراً چار اعمام کا درجہ ہوا۔ عم لاب بمنزل عمین لاب کے لیے بارہ اور ایک عمۃ لاب بمنزل عمتین لاب کے لیے چھ اور دوسری عمۃ لاب بمنزل عمتین لاب کے لیے چھ۔ اب عم لاب کے بارہ حصے اسکی بنت کو پھر وہی حصے بنتین کیطرف منتقل ہونگے لیکن ہر ایک عمۃ لاب کے حصے چھ چھ مجتمع ہو کر انکے بطن ثانی کی طرف منتقل ہونگے۔ بطن ثانی میں گویا ابنین اور بنتین ہیں اسلیے آٹھ حصے ابن کو اور چار حصے بنت کو پھر انکے آٹھ حصے اسکی بنتین کیطرف منتقل ہونگے اب بنتین کی مجموعی حصص بیس ہوگئے کیونکہ انکو بارہ پہلے نانا کی طرف سے مل چکے ہیں اور آٹھ اب دادی کی طرف سے اس طرح ہر ایک کو دس دس حصے ملینگے اور بنت کے چار حصے اسکے ابنین کیطرف منتقل ہونگے ہر ایک کو دو دو ملینگے خیال رہے کہ اس مقام پر شرح میں سہو ہوا ہے بطن اول میں مونث کا ایک گروپ بنایا گیا ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ حصے بطن ثانی اور بطن ثالث کی طرف منتقل کیے گئے ہیں اسی طرح بنتین کے کل اٹھارہ اور ہر ایک کے نو نو اور ابنین کے چھ اور ہر ایک کے تین تین حصے بنائے گئے ہیں لیکن شارح کی اپنی تقریر قرابت ام میں اسکے خلاف ہے قرابت ام کا ایک ثلث چھتیس میں سے بارہ ہے ورثا میں سے ہر ایک کو فروع کی تعداد کے دو دو کا مقام حاصل ہے

اسلیے ماموں کے حصے چھ اور دونوں خالہ کے چھ پھر بطن ثانی میں دونوں خالہ کے چھ حصوں میں سے ابن کو چار بنت کو دو اسطرح ابنین جو ابن خالۃ لاب کو بنت خال الاب کی فروع نہیں انکے حصے دس ہوگئے ہر ایک کے پانچ پانچ اور بنتی بنت خالۃ لاب کے دو حصے ہونگے ہر ایک کا ایک ایک حصہ ہوگیا۔ [۱۲] اگر میت کے عم، عمۃ، خال، خالۃ اور انکی اولاد نہ ہو تو یہ میت باپ کے عم لام اور عمۃ اور خال اور خالۃ اسی طرح میت کی ماں کے عم لام اور عمۃ اور خال اور خالہ کی طرف منتقل ہوگا تمام ترتیب ما قبل والی ہوگی کہ اگر ان میں سے کوئی منفرد ہو تو تمام مال لیگا اگر زیادہ ہوں تو قربۃ کا لحاظ ہوگا اسی طرح تمام ترتیب ما قبل والی جاری کرلی جائے۔

۵۵ خنثیٰ بروزن فعلیٰ خنث سے ماخوذ ہے جس کا معنے ہے نرم ہونا، مائل ہونا، ٹوٹنا جس طرح کہا جائے خنث الشیٔ فتخنث۔ اس نے شی کو مائل کیا وہ مائل ہوگئی ٹیڑھا کیا ٹیڑھی ہوگئی چونکہ خسرہ کے اعضاء میں بھی لینت پائی جاتی ہے اس لیے اسے خنثیٰ کہتے ہیں۔ ۵۶ اگر کسی ولد کا ذکر اور قبل نہ ہو بلکہ اس کی ناف سے پیشاب آتا ہو بعض نے اس کو بھی خنثیٰ کہا ہے لیکن شیخین نے کہا کہ معلوم نہیں اس کا نام کیا ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسکو حکم خنثیٰ میں رکھا ہے۔ اگر اس کا ذکر اور قبل دونوں ہوں اور پیشاب ذکر سے آتا ہو تو لڑکا متصور ہوگا اور اگر پیشاب قبل سے آتا ہو تو جس سے پہلے آتا ہو وہی متصور ہوگا البتہ پیشاب کی کثرت و قلت کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر دونوں سے ایک ساتھ آتا ہو تو خنثیٰ مشکل ہوگا یہ حکم قبل از بلوغ ہے لیکن بعد از بلوغ اگر اسکی ڈاڑھی نکل آئے یا وہ عورت سے وطی کر سکے یا اس کو مردوں کی طرح احتلام ہو سکے یعنے منی کا خروج ذکر سے ہو تو مرد متصور ہوگا۔ اور اگر اس کے پستان ظاہر ہو جائیں یا پستانوں سے عورتوں کی طرح دودھ آئے یا حاملہ ہو جائے یا عورتوں کی طرح اس سے وطی ہو سکے تو عورت متصور ہوگا۔ اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو یا علامات متعارض ہوں تو وہ خنثیٰ مشکل ہوگا۔

اصحابه وهو قول عامة الصحابة رضي الله تعالى عنهم وعليه الفتوى كما اذا ترك ابنا وبنتا وخنثى للخنثى نصيب بنت لانه متيقن وعند الشعبي رضي الله تعالى عنه وهو قول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما للخنثى نصف نصيبين بالمنازعة واختلفا في تخريج قول الشعبي قال ابو يوسف رحمه الله تعالى للابن سهم وللبنت نصف سهم وللخنثى ثلثة ارباع سهم لان الخنثى يستحق سهما ان كان ذكرا ونصف سهم ان كان انثى وهذا متيقن

ای ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ علیہما — فی المثال المذکور

سلہ خنثے مشکل کے لیے دونوں حصوں مذکر و مؤنث میں سے جو کم ہوگا وہ حصہ دیا جائے گا، علماء احناف کا یہی قول ہے یعنے حضرت امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا یہ مذہب ہے اور عام صحابہ کرام کا بھی یہ ہی قول ہے اسی پر فتویٰ ہے۔
اعتراض:۔ یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ مؤنث کا حصہ دیا جائے گا کیونکہ مؤنث کا حصہ کم ہوتا ہے۔
جواب:۔ مؤنث کا حصہ ہمیشہ کم نہیں ہوتا بلکہ کبھی زائد بھی ہوتا ہے اور کبھی برابر، اولاد ام میں مذکر اور مؤنث کا حصہ برابر ہوتا ہے اسی طرح زائد کی مثال یہ ہے کہ عورت فوت ہو جائے اس کا زوج اور ام اور اخت لام اور خنثے لاب ہوں تو مسئلہ چھ سے صحیح ہوگا جب خنثے کو مذکر تصور کیا جائے، زوج کے لیے نصف تین اور ماں کے لیے سدس وہ ایک ہے اور ولد الام کے لیے بھی سدس وہ بھی ایک ہے۔ اب چھ میں سے ایک باقی ہے وہ خنثے کو دیا جائے گا جب اس کو مذکر سمجھا جائے کیونکہ اس کو باقی بطور عصبہ دیا جائے گا لیکن مؤنث کی صورت میں مسئلہ آٹھ سے عول کی صورت میں صحیح ہوگا، زوج کے لیے نصف یعنے تین اور ام کے لیے سدس یعنے ایک اور اخت لام کے لیے سدس یعنے ایک اور خنثے کو مؤنث سمجھنے کی صورت میں وہ اخت لاب متصور ہوگا اس کے لیے نصف یعنے تین یقیناً آٹھ میں سے تین زائد ہیں بنسبت چھ میں سے ایک کے۔
اعتراض: اقل النصیبین کی تفسیر اسوا الحالین سے کیوں کی؟
جواب: اسوا الحالین سے اس لیے تفسیر کی تاکہ اس صورت کو بھی شامل ہو سکے جس میں خنثے محروم ہوتا ہے جیسے عورت فوت ہو اس کا زوج اور اخت لاب و ام اور خنثے لاب ہوں۔ اگر خنثے کو مؤنث متصور کیا جائے تو اس کو ایک حصہ ملے گا۔ اصل مسئلہ چھ سے ہوگا عول ہو کر سات ہو جائے گا۔ زوج کے لئے نصف یعنے تین اور اخت لاب و ام کے لیے نصف یعنے تین اور اخت لاب کے لیے سدس تاکہ دو ثلث کی تکمیل ہو جائے لیکن اگر اس صورت میں خنثیٰ کو مذکر تصور کیا جائے تو وہ عصبہ ہوگا اور محروم ہوگا کیونکہ عصبہ کو بقیہ مال ملتا ہے جب بقیہ نہیں تو عصبہ کے لیے عول نہیں ہوگا۔ لہٰذا اسوا الحالین کا لفظ اس کو بھی شامل ہے کیونکہ محرومیت بنسبت حقدار کے گھٹیا حال ہے لیکن فقط اقل النصیبین کا لفظ اس کو شامل نہیں تھا کیونکہ محروم کو تو کچھ بھی نہیں ملتا۔ سلہ اگر میت کے ابن اور بنت اور خنثیٰ ورثا ہوں تو خنثے کے لیے بنت کا حصہ ہوگا کیونکہ یہ یقینی ہے۔ اور اس سے زائد مشکوک ہے اور شک سے وراثت کا ثبوت نہیں۔ سلہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک خنثے کو مذکر اور مؤنث دونوں کے حصوں میں سے آدھا آدھا حصہ دیا جائے گا کیونکہ اس میں منازعت پائی گئی ہے اس لیے کہ خنثیٰ کہتا ہے کہ میں مذکر ہوں مجھے مذکر کا حصہ دیا جائے اور دیگر ورثا کہتے ہیں تو مؤنث ہے تجھے مؤنث کا حصہ دیا جائے گا۔ کسی ایک کو ترجیح نہیں دے سکتے لہٰذا دونوں کا نصف نصف حصہ دیا جائے گا لیکن اس قول کو رد کیا گیا ہے کہ اس طرح دو صفات متضادہ کا اجتماع لازم آئے گا یہ درست نہیں۔ سلہ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کا شعبی کے قول کی تخریج میں اختلاف ہے کہ آپ کے قول کا مطلب کیا ہے اگرچہ ان کا اپنا مذہب وہ ہے جو بیان کیا جا چکا ہے۔ مثال مذکور میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن کا ایک حصہ اور بنت کا نصف اور خنثے کے ایک سہم کے تین ربع یعنے $\frac{3}{4}$ کیونکہ خنثیٰ اگر مذکر متصور ہوتا تو اس کا ایک سہم ہوتا اور اگر بنت متصور ہوتا تو نصف سہم ہوتا۔ یہ دونوں صورتوں میں استحقاق اس کا یقینی ہوتا یعنے مذکر کی صورت میں ایک سہم اور سلہ

الثابت فی حالۃ الذکورۃ والانوثۃ
فیأخذ نصف النصیبین او النصف المتیقن[1] مع نصف النصف المتنازع
مقول بعبارۃ اخری یأخذ الخنثیٰ النصف
فیه فصارت له ثلثة ارباع سهم ومجموع الانصباء سهمان وربع سهم
ای ابویوسف — ای للخنثیٰ — رأسا المذکورۃ
لانه یعتبر السهام والعول وتصح من تسعة[2] اونقول لوکان الخنثی منفردا
ای البسط الی الکسر من جنس الکسر وقع فی القسمۃ — اشارالی تصحیح المسئلۃ بوجہ آخر علی تخریج ابی یوسف.
یستحق جمیع المال ان کان ذکرا ونصف المال ان کان انثی فله نصفهما
وهو ثلثة ارباع المال وللابن مال وللبنت نصف مال مجموعها مالان و
ربع مال عولا ومضاربة تصح من تسعة[3] اونقول للابن سهمان وللبنت سهم
ای نصیبی الابن والبنت — فی تخریج قول الشعبی فی المسئلۃ المذکورۃ
وللخنثیٰ نصف النصیبین وهو سهم ونصف سهم[4] وقال محمد رحمه الله تعالیٰ

---

[1] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج کے مطابق دوسری تقریر یہ ہے کہ خنثیٰ مشکل کو متیقن حصہ دے دیا جائے اور متنازع فیہ کا نصف النصف بھی دیا جائے۔ متیقن حصہ مؤنث کا ہے وہ نصف سہم ہے اور متنازع فیہ مذکر کا حصہ۔ خنثیٰ کے قول کے مطابق وہ مذکر ہے ورثا رکے قول کے مطابق وہ مؤنث ہے لہذا مذکر کے حصہ کا نصف النصف اور دے دیا جائے اس طرح اس کے ثلثۃ ارباع $\frac{۳}{۴}$ ہوں گے کیونکہ وہ نصف تو بحیثیت مؤنث کے لے چکا ہے اور نصف اور لینے کا اس کا مطالبہ ہے اور ورثار نصف اور دینے کے قائل ہیں لہذا نصف النصف اور دیا جائے اس طرح نصف + نصف النصف ثلثۃ ارباع ہوں گے $\frac{۱}{۲} + \frac{۱}{۴} = \frac{۲}{۴} + \frac{۱}{۴} = \frac{۳}{۴}$۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک سہام اور عول کا لحاظ ہوتا ہے یعنے کسور کو عول کرکے تصحیح کر لی جاتی ہے عول کا اصطلاحی معنے مراد نہیں۔ مثلاً ابن کا ایک سہم جسکی کسور چار اور بنت کے نصف کی کسور دو اور خنثیٰ کی تین ۳ + ۲ + ۴ = ۹۔ کل نو کسور ہوتیں۔ ہر کسر کو ایک مکمل سمجھا۔ اس طرح تصحیح نو سے ہوگی۔ چار ابن کے اور دو بنت کے اور تین خنثیٰ کے۔ اس طرح اس میں ضرب کا عمل بھی ہو سکتا ہے جسکو مضاربۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چار کو دو سے ضرب دیں اور مخرج کسر ربع کو یعنے ایک کو جمع کریں۔ [2] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے تخریج پر تیسری تقریر۔ خنثیٰ اگر بحیثیت مذکر منفرد ہوتا تو کل مال کا مستحق ہوتا اور اگر بحیثیت مؤنث منفرد ہوتا تو نصف مال کا مستحق ہوتا اس لئے ان دونوں کے اموال کا نصف تین ربع ہوں گے اور ابن کا کل مال اور بنت کا نصف مال ان تینوں کے اموال کا مجموعہ دو مال اور ربع مال

اس طرح عول اور مضاربۃ کے اعتبار کرتے ہوئے نو سے تصحیح ہوگی:۔ [3] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی تخریج پر چوتھی تقریر یہ ہے کہ پہلے گذر چکا ہے کہ ابن کے دو سہم ہوں گے اور بنت کا ایک سہم ہوگا اور خنثیٰ کو ان میں سے ہر ایک کا نصف نصف حاصل ہوگا اس طرح ابن کے سہمین کا نصف ایک سہم اور بنت کے ایک سہم کا نصف ہوگا نصف سہم۔ تو خنثیٰ کو ایک سہم اور نصف سہم حاصل ہوگا [4] امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتاب میں صورۃ مذکورہ کی شعبی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تخریج یہ ہے کہ خنثیٰ کو اگر مذکر تصور کیا جائے تو وہ اس صورت میں کل مال کے دو خمس حاصل کرے گا کیونکہ ابن کے دو حصے اور خنثیٰ کے بھی دو حصے کیونکہ اس کو مذکر تصور کیا ہے اور بنت کا ایک حصہ۔ اس طرح مال کے کل پانچ حصے بنائے جائیں گے جن میں سے خنثیٰ کو دو حصے دیئے جائیں گے جو کل مال کے دو خمس ہیں اور اگر خنثیٰ کو مؤنث مانا جائے تو اس کو کل مال کا ربع حاصل ہوگا کیونکہ ابن کے دو حصے بنت کا ایک حصہ۔ اور خنثیٰ کا بصورت مؤنث ایک حصہ۔ مال کے کل چار حصے جن میں سے خنثیٰ کو ایک حصہ حاصل ہوا۔ لہذا خنثیٰ مشکل دونوں حصوں کے نصف لے گا۔ دو خمس کا نصف ایک خمس اور ربع کا نصف ثمن جبکہ خمس کا مخرج پانچ اور ثمن کا آٹھ ہے تو پانچ اور آٹھ کو ضرب دینے سے چالیس حاصل ہوں گے۔ اب صورۃ مذکورہ کا مخرج تصحیح چالیس ہوگا تاہم مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے تکلف سے چالیس بنایا ہے کہ صورۃ مذکورہ میں حالۃ ذکورۃ میں پانچ کو چار سے ضرب دیں اور حالۃ الانوثۃ میں چار کو پانچ سے ضرب دیں دونوں حاصل ضرب کا مجموعہ چالیس ہے۔ اب چالیس میں سے خنثیٰ کو تیرہ حصے ملیں گے کیونکہ اس کو ایک خمس یعنے آٹھ حالۃ (باقی اگلے صفحہ پر)

یاخذ الخنثیٰ خُمسی المال اِن کان ذکرا و رُبع المالِ ان کان اُنثیٰ فیاخذ نصف النصیبین وذالک خُمسٌ وثُمن باعتبارِ الحالین وتصح من اربعین وهو المجتمع (فانہ نصف الربع) مِن ضرب اِحدی المسئلتین وهی الاربعۃ فی الاخری وهی الخمسۃ ثم فی الحالتین (ای الحالۃ المذکورۃ والانوثۃ) فمَن کان لہ شئی مِن الخمسۃ فمضروب فِی الاربعۃ ومَن کان لہ شئی مِن الاربعۃ فمضروب فِی الخمسۃ فصارت للخنثیٰ مِن الضربین ثلثۃ عشر سهمًا وللابن ثمانیۃ عشر سهمًا وللبنت تسعۃ اسهم (وهو صورۃ مجموع النصیبین)

فصل فی الحمل

اکثر مدّۃ الحمل[۵۲] سنتانِ عند ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ وعند لیث ابن سعد[۵۳] (یعنی والفہیم الوحی ذکرہ فی القاموس) ثلث سنین وعند الشافعی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ اربع سنین (وهو قول مالک رحمۃ اللہ علیہ) وعند الزهری

(بقیہ صفحہ سابقہ) ذکورۃ میں اور ایک ثمن حالۃ الوثۃ میں یعنے پانچ حصے ملتے ہیں جن کا مجموعہ تیرہ ہے، چالیس سے تیرہ خارج کئے گئے باقی رہ گئے ستائیس، اب ان ستائیس حصص کو ابن اور بنت پر للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم کریں گے تو اٹھارہ حصے ابن کو اور نو حصے بنت کو حاصل ہوں گے. یا اس طرح کہا جائے کہ خنثیٰ نے مذکر ہونے کی صورت میں دو خمس یعنے سولہ حصے حاصل کرنے تھے اور ابن نے بھی دو خمس یعنے سولہ اور بنت نے ایک خمس یعنے آٹھ حاصل کرنے تھے. جب خنثیٰ نے مشکل ہونے کی صورت میں نصف النصیبین حاصل کیا یعنے ایک خمس اور ثمن جن کا مجموعہ تیرا ہے. اس خنثیٰ کے تین حصے باقی رہے جو ابن اور بنت میں ان کے نسبتی مجموعہ کے مطابق تقسیم کر دیئے. ابن ۱۶، بنت ۸ = تناسب ۱۶ : ۸ ۲ : ۱ نسبتی مجموعہ ۳. خنثیٰ کے جو حصے باقی رہے ۳. ان میں سے ابن کو ۲، اور بنت کو ایک کیونکہ ان کے حصص میں نسبت ۲ : ۱ کی ہے.

---

۵۱ پہلے جو بیان تھا اس میں ورثار میں حمل کا ذکر نہیں تھا. اب یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اگر ورثار میں حمل بھی حقدار ہو تو اس کے لئے کتنا حصہ موقوف کیا جائے.

۵۲ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے یہ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب ہے اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو سنن بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے آپ فرماتی ہیں لا یبقی الولد فی رحم امہ اکثر من سنتین ولو بظل مغزل. بچہ اپنی ماں کے رحم میں دو سال سے زائد اتنی دیر بھی نہیں رہتا جتنی دیر تکلہ پر سوت کی گنجی بنانے میں اس کے دوران سے اس کا سایہ منتقل ہو. چونکہ ایک روایت میں ولو بفلکۃ المغزل ہے اس لئے بعض حضرات نے دونوں کو ملا کر ایک ہی معنے کیا ہے اور بعض نے معنے کیا ہے کہ جتنی دیر میں تکلہ کے سایہ کا دوران ہوتا ہے. یہ قیاس نہیں بلکہ یقیناً رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماع ہوگا.

۵۳ لیث ابن سعد کے نزدیک اکثر مدۃ حمل تین سال اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار سال اور امام زہری کے نزدیک سات سال ہے لیکن ان تمام کا رد ما قبل حدیث مبارکہ بیان کردہ سے ہے اگرچہ ان حضرات نے ضحاک اور عبد العزیز ماجشونی کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ چار چار سال رحم مادر میں رہے لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان واقعات کی صحت پر ہی کوئی اعتبار نہیں. بالفرض ان کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی احتمال ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے رحم کا منہ بند ہو گیا ہو. اس احتمال کی وجہ سے اس سے استدلال درست نہیں ہے.

سبع سنین واقلہا ستۃ اشہر ویوقف للحمل عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی نصیب اربعۃ بنین او اربع بنات ایہما اکثر ویعطی لبقیۃ الورثۃ اقل الانصباء وعند محمد رحمہ اللہ تعالٰی یوقف نصیب ثلثۃ بنین او ثلث بنات ایہما اکثر رواہ لیث بن سعد رحمہ اللہ تعالٰی وفی روایۃ اخری نصیب ابنین وھو قول الحسن رحمہ اللہ علیہ واحدی الروایتین عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی رواہ عنہ ھشام رحمۃ اللہ علیہ وروی الخصاف رحمہ اللہ علیہ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ یوقف نصیب ابن واحد او بنت واحدۃ وعلیہ الفتوٰی ویؤخذ

سلہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے بالاتفاق۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کی زوجہ نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنم دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر حد لگانے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ قرآن پاک کے دلائل سے مخاصمت کرتا ہوں کیونکہ قرآن پاک میں وحملہ وفصالہ ثلاثون شہرا جب بچہ کی دودھ چھڑانے کی اکثر مدت دو سال ہے تو حمل کی مدت چھ ماہ ہوگی۔ آپ کی اس دلیل کے بعد آپ نے حد لگانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔ اسی طرح ایک حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ان الولد بعد ما مضت علیہ اربعۃ اشہر ینفخ فیہ الروح وبعد ما ینفخ تتم خلقتہ فی شہرین۔ بچہ کے چار ماہ گذر جائیں تو اس میں نفخ روح ہوتا ہے اور بعد از نفخ اس کی خلقت دو ماہ میں مکمل ہوتی ہے اس طرح واضح ہوا کہ مدت حمل کم از کم چھ ماہ ہے **سلہ** حمل کے لیے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار بیٹوں یا چار بیٹیوں کا حصہ جو ان میں سے زائد ہوگا وہ موقوف ہوگا اور باقی ورثاء میں ان کے کم حصے تقسیم ہوں گے۔ یہ چار کا حصہ احتیاطاً موقوف کیا جاتا ہے کیونکہ شریک نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے کوفہ میں ایک شخص کے چار بیٹے ایک ہی بطن سے پیدا شدہ دیکھے ہیں چونکہ متقدمین میں کسی عورت کے چار بیٹوں سے زائد بیک وقت نہیں پیدا ہوئے اس لیے زیادہ سے زیادہ چار کا حصہ موقوف کیا جاتا ہے۔

سلہ دونوں حصوں میں سے جو زائد ہوگا وہ موقوف ہوگا جیسے ایک مرد فوت ہوگیا اس کے ماں، باپ اور حاملہ زوجہ ورثا رہوں تو اصل مسئلہ چوبیس ہوگا۔ زوجہ کے لیے ثمن یعنی تین اور والدین کے لیے ایک ایک سدس یعنی چار چار اس طرح ان کا مجموعہ گیارہ ہوا باقی تیرہ ... چار بیٹوں کو بطور عصبہ ملیں گے لیکن اگر یہاں حمل میں چار بیٹیاں تصور کی جائیں تو ان کے دو ثلث یعنی سولہ حصے ہوں گے اس طرح تمام کا مجموعہ عول ہو کر ستائیس ہو جائے۔ چونکہ بنات کا حصہ زائد ہو رہا ہے اس لیے حمل میں چار بنات کا اعتبار ہوگا **سلہ** امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین بیٹوں یا تین بیٹیوں کا حصہ موقوف کیا جائے گا یعنے دونوں کے حصوں میں سے جو زائد ہوگا وہ موقوف ہوگا۔ یہ روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے لیث بن سعد نے بیان کی ہے لیکن یہ روایت مبسوط میں موجود نہیں اور عام روایات میں بھی موجود نہیں ایک اور روایت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ ہے کہ دو بیٹوں یا دو بیٹیوں میں سے جن کا حصہ زائد ہوگا وہ موقوف رکھا جائے گا یہ ہی قول حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتوں میں سے بھی ایک یہ ہی ہے اور آپ سے ہشام نے بھی یہ ہی روایت بیان کی ہے کیونکہ چار بیٹوں کا ایک ہی بطن سے پیدا ہونا بہت نادر ہے، حکم کی دار و مدار عام طور پر واقع ہونے والی صورتوں پر ہوتی ہے **سلہ** خصاف رحمہ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا کہ آپ کے نزدیک ایک بیٹے یا ایک بیٹی کا حصہ جس کا بھی ان میں سے زائد ہوگا وہ موقوف کیا جائے گا اسی پر احناف کے نزدیک فتوٰی ہے جس طرح صدر الشہید رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے کیونکہ عادۃً غالب صورۃ یہ ہی ہے کہ عورت بطن واحد میں سے ایک بچہ جنتی ہے لہٰذا جب تک اس کے خلاف نہ ہو اسی پر حکم موقوف رہے گا۔ فتاوٰی سمرقندیہ میں ہے کہ اگر ولادت قریب ہو (یعنے ایک ماہ تک) تو حمل کے لیے اتنا حصہ موقوف کر لیا جائے جو ممکن ہو اور اگر بعید ہو تو موقوف نہ ...

تلک المرأة

الکفیل علی قول[1] فان کان[2] الحمل من المیت وجاءت بالولد لتمام اکثر مدة الحمل

عن بقیة الورثة — ابی یوسف بروایة الخصاف — بان خلف امرأة حاملا

او اقل منها ولم تکن اقرت بانقضاء العدة یرث ویورث عنه[3] وان جاءت بالولد

فی وقت یتصور فیه انقضاء العدة — مرأة مع ذٰلک

لاکثر من اکثر مدة الحمل[4] لا یرث ولا یورث[5] ان کان من غیره وجاءت بالولد لستة اشهر

لعلم بانه غیر موجود وقت الموت فلا نسب ولا میراث له

او اقل منها یرث وان جاءت به لاکثر من اقل مدة الحمل لا یرث فان خرج

ویورث عنه لعلم بوجوده فی البطن وقت موت ابیه مثلا — حیا

اقل الولد ثم مات لا یرث وان خرج اکثره ثم مات یرث[6] فان خرج الولد مستقیما

ای معظمه وظهر فیه بعض علامات الحیوة من صوت او بکاء او عطاس او تحریک عضو. — ضابطة یعرف بها خروج الاقل والاکثر

فالمعتبر صدره یعنی اذا خرج الصدر کله یرث وان خرج منکوسا فالمعتبر سرته

ای قد خرج اکثره وهو حی وان خرج اقل من ذٰلک لم یرث

---

[1] امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ورثاء میں سے کسی کو کفیل بنایا جائے گا کہ اگر موقوف حصہ سے زائد کا استحقاق ثابت ہوا تو وہ ورثاء ادا کریں گے البتہ ابتداءً ایک ابن یا ایک بنت کا ہی حصہ موقوف کیا جائے گا۔ [2] اگر حمل میت کا ہو یعنے ایک شخص فوت ہوا اس نے حاملہ عورت کا چھوڑا ہو اس عورت نے اکثر مدت حمل (دو سال) کی تکمیل پر بچہ جنا ہو یا اکثر مدت سے کم پر یعنے موت کے وقت سے لے کر پیدائش تک چھ ماہ گذرے ہوں یا زائد یا اقل اور اس عورت نے انقضاءِ عدت کا اقرار بھی نہ کیا ہو تو وہ بچہ اپنے باپ یا دیگر اقارب کا وارث ہوگا اور اس بچے کی وفات پر دیگر اس کے وارث ہوں گے کیونکہ بچے کا استحقاق وراثت اس وقت ثابت ہوگا جب وہ موت کے وقت بطن میں ہو جب عورت نے انقضاءِ عدت کا اقرار نہیں کیا تو بچہ بطن میں ہوگا اور اگر وہ انقضاءِ عدت کا اقرار کر چکی تھی تو اس نے گویا کہ حاملہ ہونے کا انکار کیا ہوگا پھر اس بچہ کا استحقاق وراثت ثابت نہیں ہوگا [3] اقل منہا سے مراد یہ ہے کہ اکثر مدت حمل یعنے دو سال سے کم۔ کل مدت حمل چھ ماہ سے کم نہ ہو البتہ موت کے بعد چھ ماہ سے کم پر جنا ہو تو کوئی حرج نہیں کیونکہ علوق پہلے کا تھا۔ [4] اگر عورت نے بچہ جنا جب کہ اکثر مدت حمل یعنے دو سال سے بھی زیادہ وقت گذر چکا ہو تو وہ وارث اور مورث نہیں ہوگا کیونکہ یہ علوق بعد کا ہے ایک شخص کی موت کے بعد علوق (قرار نطفہ) ثابت ہو تو اس سے نسب ثابت نہیں ہوتا اس لئے ہی وراثت کا استحقاق ثابت ہوگا۔ [5] اگر ایک شخص فوت ہوا اس کے پسماندگان میں ایک حاملہ عورت بھی ہے لیکن وہ اس کی زوجہ نہیں یعنے وہ اس کے غیر کی حاملہ ہے۔ مثلاً اس کے باپ یا دادا یا کسی اور وارث کی حاملہ ہے تو اس کا بچہ چھ ماہ یا اس سے کم پر پیدا ہو تو وہ وارث ہوگا کیونکہ اس شخص کی موت کے وقت اس کا بطن میں ہونا یقینی امر ہے لیکن اگر وہ اقل مدت حمل سے زائد وقت میں یعنے چھ ماہ سے زائد وقت میں پیدا ہوا ہو تو وارث نہیں ہوگا کیونکہ اس شخص کی موت کے وقت اس کا بطن میں یقینی امر نہیں۔ بخلاف اس کے کہ جب اس کا اپنا حمل ہوتا تو اکثر مدت کا اعتبار کرنا نسب ثابت کرنے کے لیے ضروری تھا لہٰذا استحقاق وراثت خود بخود ثابت ہو گیا لیکن جب وہ حمل غیر سے ہو تو نسب ثابت کرنے کے لیے تو اکثر مدت کا اعتبار کیا جائے گا لیکن وراثت ثابت کرنے کے لیے اقل مدت سے زائد ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔ [6] اگر بچے کا اقل حصہ خارج ہوا اور آثارِ زندگی پائے جائیں مثلاً صوت، چھینک، رونا، ہنسا اور تحریکِ عضو، لیکن وہ فوت ہو گیا اور اس کے جسم کا اکثر حصہ مردہ حالت میں خارج ہو تو وہ وارث نہیں ہوگا کیونکہ جسم کے اکثر حصہ کا مردہ حالت میں کل حصہ کے مردہ ہونے کے مترادف ہے اور اگر جسم کا اکثر حصہ حالتِ حیوٰۃ میں خارج ہو پھر موت واقع ہو اس کے بعد اقل حصہ خارج ہوا ہو تو وارث ہوگا یعنے موت و حیوٰۃ میں اکثر کو حکم کل کا دیا جائے گا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث شریف ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا استهل الصبی ورث وصلی علیہ، نبی کریم رؤف الرحیم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بچہ رو دے تو وہ وارث ہوگا اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ [7] اگر بچہ مستقیم طور پر پیدا ہو یعنے اس کا سر پہلے خارج ہو تو سینہ کا اعتبار ہوگا اگر کل سینہ کے خارج ہونے تک زندہ تھا تو کل زندہ متصور ہوگا اور وارث ہوگا اور اگر منکوس طور پر خارج ہو تو ناف کا اعتبار ہوگا اگر ناف کے خارج ہونے تک زندہ تھا تو کل زندہ متصور ہوگا اور وارث ہوگا ورنہ نہیں۔

الاصل فی تصحیح مسائل الحمل ان تصحح المسئلۃ علی تقدیرین اعنی علی تقدیر ان الحمل ذکر و علی تقدیر انہ انثی ثم ینظر بین تصحیحی المسئلتین فان توافقا بجزء فاضرب وفق احدھما فی جمیع الاٰخر وان تباینا فاضرب کل واحد منھما فی جمیع الاٰخر فالحاصل تصحیح المسئلۃ (ای امد التصحیحین) ثم اضرب نصیب من کان لہ شیٔ من مسئلۃ ذکورتہ فی مسئلۃ انوثتہ او فی وفقھا (ای مسئلۃ الحمل) ومن کان لہ شیٔ من مسئلۃ انوثتہ فی مسئلۃ ذکورتہ او فی وفقھا (علی تقدیر التباین) کما فی الخنثی[۵۱] (ای واضرب ایضا نصیب) ثم انظر فی الحاصلین من الضرب ایھما اقل یعطی (ای بین الحاصلین) لذلک الوارث والفضل الذی بینھما موقوف من نصیب ذلک الوارث (لان استحقاق الاقل متیقن) فاذا ظہر الحمل فان کان مستحقا لجمیع الموقوف فبھا وان کان مستحقا للبعض فیاخذ ذلک والباقی مقسوم بین الورثۃ (وزال الاشتباہ) فیعطی لکل واحد من الورثۃ ما کان موقوفا من نصیبہ کما[۵۲]

[۵۱] حمل کی تصحیح میں ضابطہ یہ ہے کہ حمل کو مذکر تصور کرکے دیکھا جائے کہ اس کا مخرج تصحیح کیاہے. پھر مؤنث تصور کرکے اس کے مخرج کو دیکھا جائے پھر دونوں مخرج تصحیح کو دیکھا جائے ان میں توافق ہے یا تباین اگر توافق ہو تو توافق کے مطابق ایک طرف کی جزء کو دوسرے کل سے ضرب دیں اور اگر تباین ہو تو ایک تصحیح کے کل کو دوسری تصحیح کے کل سے ضرب دیں، حاصل ضرب اب مخرج تصحیح ہوگا پھر ہر وارث کا حصہ نکالنے کے لیے حالت ذکورہ میں اس کے حصے کا اعتبار کریں اور حالت انوثۃ میں اس کے حصہ کا اعتبار کریں. ذکورۃ کی صورت میں حصص کو انوثۃ کی تصحیح سے اور انوثۃ کی صورت میں ذکورۃ کی تصحیح سے ضرب دیں، یہ عمل ذکورۃ و انوثۃ دونوں کا لحاظ کرنا اس کا طریقہ باب خنثیٰ میں بھی بیان کیا جا چکا ہے آنے والی مثال سے مسئلہ زیادہ واضح ہو جائے گا[۵۲] پھر دیکھیں کہ دونوں مخارج میں سے کسی صورت میں وارث کو اقل حصہ ملتاہے اور کسی میں اکثر یعنی حمل کو مذکر تصور کرکے باقی ورثاء کو دیکھیں کہ مخرج تصحیح کیاہے اس مخرج کے لحاظ سے ہر وارث کا کتنا کتنا حصہ ہے پھر حمل کو مؤنث تصور کرکے دیکھیں کہ اب مخرج تصحیح کیاہے، اس مخرج تصحیح سے ورثاء کے حصے کتنے کتنے ہیں دونوں میں سے کسی صورت میں ورثاء کا اقل حصہ ہے وہ اقل حصہ دے دیں زیادہ کو موقوف رکھیں. جب ولد پیدا ہو جائے دیکھیں وہ مذکر پیدا ہواہے یا مؤنث. اس نے موقوف حصہ تمام ہی لیناہے یا نہیں اگر اس نے موقوف حصہ تمام ہی لینا ہو تو وہ اپنا حصہ لے گا باقی نہیں رہے گا اس لئے ورثاء کو وہی مال حاصل رہے گا جو ان کو مل چکا ہے. لیکن اگر موقوف حصہ زائد ہو اور ولد نے اس میں سے کچھ حصہ لینا ہو تو اس کو اس کے استحقاق کے مطابق حصہ دیا جائے گا اور جو باقی رہے گا وہ ورثاء میں تقسیم کر دیا جائے گا. یعنے ہر وارث کا جتنا جتنا حصہ موقوف تھا وہ اسکو مل جائے گا. [۵۳] اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص فوت ہو جائے اس کے ورثاء یہ ہوں ایک بیٹی اور باپ اور ماں اور ایک زوجہ حاملہ. اگر حمل کو مذکر تصور کیا جائے تو مخرج چوبیس ہوگا کیونکہ اس صورت میں دو سدس اور ایک ثمن اور ما بقی ہیں. زوجہ کے لیے ثمن یعنے تین اور ماں کے لیے سدس یعنے چار اور باپ کے لیے سدس یعنے چار، ان کا مجموعہ گیارہ ہوا اور باقی تیرہ یہ بیٹی اور بیٹے میں للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوں گے اور اگر حمل کو مؤنث تصور کیا جائے تو اس صورت میں بھی اگرچہ اصل مخرج چوبیس ہی ہوتاہے لیکن عول ہو کر ستائیس ہو جائے گا کیونکہ زوجہ کا ثمن والدین کے سدسان اور بنتین کے ثلثان. اس طرح ثمن، تین، سدس، چار، سدس، چار، ثلثان، سولہ. ۳ + ۴ + ۴ + ۱۶ = ۲۷ .

اذا ترک بنتًا وابوین وامرأۃً حاملاً فالمسئلۃ من اربعۃ وعشرین علی تقدیر ان الحمل ذکرٌ ومن سبعۃ وعشرین علی تقدیر انہ انثی فاذا ضُرِب وفق احدھما فی جمیع الآخر صار الحاصل مائتین وستۃ عشر اذ علی تقدیر ذکورتہ للمرأۃ سبعۃ وعشرون وللابوین لکل واحد ستۃ وعشرون وعلی تقدیر انوثتہ للمرأۃ اربعۃ وعشرون ولکل واحد من الابوین اثنان وثلثون فتعطی للمرأۃ اربعۃ وعشرون وتوقف من نصیبہا ثلاثۃ

(ای من المائتین والستۃ عشر)

۵۱ چوبیس اور ستائیس میں توافق ہے کیونکہ دونوں تین پر تقسیم ہوتے ہیں، چوبیس کو تین پر تقسیم کریں تو آٹھ، اب آٹھ سے ستائیس کو ضرب دیں تو دو سو سولہ ہوگا، اسی طرح ستائیس کو تین سے تقسیم کریں تو نو ہوگا، اب چوبیس کو نو سے ضرب دیں تو پھر بھی دو سو سولہ ہوگا۔

آسان طریقہ یہ ہے کہ ذو اضعاف اقل نکالا جائے۔

۳ | ۲۷ - ۲۴
---
۹ - ۸

۸ × ۹ × ۳ = ۲۱۶

۵۲ پیش کردہ مثال کی وضاحت اس طرح ہے۔

حالۃ ذکورۃ میں کل حصے ۲۴

زوجہ کا ثمن = ۳، اب کا سدس = ۴، ام کا سدس = ۴

۳ + ۴ + ۴ = ۱۱ - ۲۴ - ۱۱ = ۱۳ باقی۔

حالۃ الانوثۃ میں کل حصص ۲۷

زوجہ ثمن = ۳، ام سدس = ۴، اب سدس = ۴ بنت اور بنت متعصبہ ثلثان ۱۶، ۳ + ۴ + ۴ + ۱۶ = ۲۷

تصحیح بالتوافق ۲۴ × ۹، اور ۲۷ × ۸ ہر دو صورت میں حاصل ضرب = ۲۱۶۔ زوجہ کے اقل حصے ۳ × ۸ = ۲۴، اور اکثر ۳ × ۹ = ۲۷، زوجہ کو دیئے جائیں گے ۲۴، اور موقوف رکھے جائیں گے ۳، ماں اور باپ کے اقل حصے ۴ × ۸ = ۳۲ اور اکثر ۴ × ۹ = ۳۶ ہر ایک ماں اور باپ کو دیئے جائیں گے ۳۲، اور موقوف ۴، تینوں ورثا کو دیئے گئے حصص کا مجموعہ ۲۴ + ۳۲ + ۳۲ = ۸۸، اور تینوں کے موقوف حصوں کا مجموعہ ۳ + ۴ + ۴ = ۱۱، عطا کردہ اور موقوف کا مجموعہ۔

۸۸ + ۱۱ = ۹۹، کل حصص سے بقایا۔ ۲۱۶ - ۹۹ = ۱۱۷

اب بنت کو حصص دیئے جائیں گے ۱۳، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار بیٹوں کے حصص موقوف ہوں جب کہ چار بیٹے

آٹھ بیٹیوں کے قائم مقام ہیں اس طرح گویا کل نو بیٹیاں ہوئیں۔

۱۱۷ ÷ ۹ = ۱۳، یہ ہر بیٹی کا حصہ ہوگا۔

کل حصص جو اب تک تقسیم ہو چکے ہیں (سوائے موقوف کے)

۲۴ + ۳۲ + ۳۲ + ۱۳ = ۱۰۱

کل موقوف حصے ۲۱۶ - ۱۰۱ = ۱۱۵۔

اگر اس حاملہ عورت نے ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیوں کو جنا تو تمام موقوف حصے بیٹیوں کے ہوں گے کیونکہ ان کو ۲۷ سے ۱۶ دو ثلث ملنے تھے ان کا اصل حق ہونا تھا ۱۶ × ۸ = ۱۲۸، جب ایک بنت کو دیئے گئے ۱۳ موقوف ۱۱۵، ان کا مجموعہ ہوا ۱۳ + ۱۱۵ = ۱۲۸، اگر ایک یا ایک سے زائد بیٹے پیدا ہوں تو زوجہ اور ابوین کے موقوف حصص ان کو دے دیئے جائیں گے ان کے موقوف حصے تھے ۱۱، ان کو دیئے جا چکے ہیں ۸۸، کل مجموعہ ۸۸ + ۱۱ = ۹۹ باقی ۲۱۶ - ۹۹ = ۱۱۷، یہ حصص اولاد میں للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطے کے مطابق تقسیم ہوں گے۔ اگر ولد مردہ حالت میں پیدا ہوا تو زوجہ اور ابوین کو ان کے موقوف حصے دے دیئے جائیں مجموعہ ان کا ۹۹ ہوگا جو بیان ہو چکا ہے۔ ایک بنت کو مال کا نصف ملتا ہے، ۱۳ حصے اس کو پہلے مل چکے ہیں اور دیں گے ۹۵ تاکہ کل مال کا نصف پورا ہو جائے۔ ۹۵ + ۱۳ = ۱۰۸ یہ نصف ہے ۲۱۶ کا۔ زوجہ اور ابوین اور بنت کو دیئے گئے حصص کا مجموعہ ۲۷ + ۳۶ + ۳۶ + ۱۰۸ = ۲۰۷

باقی = ۲۱۶ - ۲۰۷ = ۹

یہ بقیہ ۹ حصے اب کو بطور عصبہ دے دیئے جائیں گے۔

اب باپ کے مجموعی حصے

۳۶ + ۹ = ۴۵

زوجہ + اب + ام + بنت

۲۷ + ۴۵ + ۳۶ + ۱۰۸ = ۲۱۶

اسہم ومن نصیب کل واحد من الابوین اربعۃ اسہم وتعطی للبنت ثلثۃ عشر سہما لان الموقوف فی حقہا نصیب اربعۃ بنین عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی واذا کان البنون اربعۃ فنصیبہا سہم واربعۃ اتساع سہم من اربعۃ وعشرین مضروب فی تسعۃ فصار ثلثۃ عشر سہما وھی لہا والباقی موقوف ومائۃ وخمسۃ عشر سہما فان ولدت بنتا واحدۃ او اکثر فجمیع الموقوف للبنات وان ولدت ابنا واحدا او اکثر فیعطی للمرأۃ والابوین ما کان موقوفا من نصیبہم فما بقی تضم الیہ ثلثۃ عشر ویقسم بین الاولاد وان ولدت ولدا میتا فیعطی للمرأۃ والابوین ما کان موقوفا من نصیبہم وللبنت الی تمام النصف وھو خمسۃ وتسعون سہما والباقی للاب وھو تسعۃ اسہم لانہ عصبۃ

فصل فی المفقود[1]

المفقود حی فی مال[2] حتی لا یرث منہ احد ومیت فی مال غیرہ[3] حتی لا یرث من احد ویوقف ماله[4] حتی یصح موتہ او تمضی علیہ مدۃ واختلف الروایات فی تلک

[1] مفقود سے مراد جو شخص اپنے گھر سے نکل گیا لیکن اسکے متعلق کسی کو معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے کس طرف ہے، زندہ ہے یا فوت ہو چکا ہے یا اسی طرح اس کو دشمنوں نے غائب کر دیا ہو اب اس کے متعلق کوئی علم نہیں کہ اس کو قتل کر دیا گیا یا زندہ یا خود اپنی موت مر چکا ہے۔

[2] مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ متصور ہوگا یعنے اس کا مال ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جائے گا کسی ایک کو بھی اسکا وارث نہیں بنایا جائے گا کیوں کہ اس کی حیات استصحاب حال سے ثابت ہے یعنے ایک چیز کو اپنی اصل حالت پر رکھنا استصحاب حال کہلاتا ہے اس کا اعتبار ابقاء ما کان علی ما کان (جس طرح تھا اسی طرح رہنے دیا جائے) میں ہوتا ہے لیکن اثبات مالم یکن میں نہیں ہوتا یعنے جو چیز پہلے نہ ثابت ہو وہ ثابت نہیں ہوتی۔

[3] غیر کے مال میں مردہ تصور ہوتا ہے کیونکہ یہ کسی کا وارث نہیں بنتا

[4] اس کا مال موقوف ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا یقینی طور پر علم حاصل ہو جائے یا اتنی مدت گذر جائے کہ اس پر احکام موت جاری کئے جا سکیں۔ کتنی مدت گذر جائے اس میں اختلاف ہے ظاہر روایت میں اس مدت کا اعتبار اس طرح کیا گیا ہے کہ اس کے ہم عمر تمام فوت ہو جائیں تو اس کو بھی مردہ تصور کر لیا جائے۔ البتہ اس کے ہم عمر صرف اس کے اپنے علاقہ کے معتبر ہیں یا تمام علاقوں کے اس میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن اول قول زیادہ صحیح ہے کیونکہ فرائض امام تمرتاشی میں مذکور ہے ان یعتبر اقرانہ فی بلدہ لان الاعمار مما تتفاوت باختلاف الاقالیم والبلدان۔
اس کے اپنے علاقہ کے ہم عمر معتبر ہیں کیونکہ مختلف علاقوں میں عمریں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ تمام اسی کے ہم عمر ہر علاقہ کے تلاش کرنا حرج عظیم کو مستلزم ہے۔

المدة ففي ظاهر الرواية انه اذا لم يبق احد من اقرانه حكم بموته [ط] وروى الحسن بن زياد
عن ابي حنيفة رحمهما الله تعالى ان تلك المدة مائة وعشرون سنة من يوم ولد فيه
المفقود وقال محمد رحمه الله تعالى مائة وعشر سنين وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى
مائة وخمس سنين وقال بعضهم تسعون سنة وعليه الفتوى وقال بعضهم [ط] مال المفقود
موقوف الى اجتهاد الامام وموقوف الحكم في حق غيره [ط] حتى يوقف نصيبه من مال مورثه
كما في الحمل فاذا مضت المدة فماله لورثته الموجودين عند الحكم بموته وما كان

۱ف حسن ابن زیاد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے کہ اس شخص کی پیدائش سے لیکر اب تک ایک سو بیس سال گذر جائیں تو اس پر موت کے احکام جاری کریں گے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو دس سال کا قول کیا ہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سو پانچ سال کا قول کیا ہے۔ تاہم یہ دونوں روایات معتبر کتب میں مذکور نہیں۔ بعض حضرات نے ننانوے سال کا قول کیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس سے زیادہ زندگی بہت نادر ہے احکام کی دارومدار اکثر الوقوع پر ہوتی ہے نوادر پر نہیں، اسی پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اصحاب نے اسی پر جزم کیا ہے اور صاحب کنز نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔

۲ف بعض حضرات نے کہا کہ مفقود کا مال امام کی رائے پر موقوف رہے گا یعنی امام اس کے اقران و زمان و مکان میں اجتہاد کرے جب غالب گمان ہو کہ وہ فوت ہو چکا ہوگا اس پر احکام مردگی جاری کر دیئے جائیں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی یہ ہی ہے کہ قاضی جب دیکھے کہ اس جیسا شخص اس سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا تو اس کو مردہ سمجھ کر اس کا مال اس وقت جو ورثاء موجود ہوں گے ان میں تقسیم ہوگا۔ لیکن احناف کے نزدیک مقادیر میں قیاس کو دخل نہیں اور نص بھی نہیں اس لیے اولیٰ یہ ہی ہے کہ اس کے اقران کا لحاظ کیا جائے۔

۳ف غیر کے حق میں یہ موقوف الحکم ہوگا اس کے مورث کے مال سے اس کا حصہ حمل کی طرح موقوف کر دیا جائے گا۔ اگر پہلے اس کی موت کا علم ہو جائے تو موت والے اور زندگی کا پتہ چل جائے تو زندگی والے احکام جاری کر دیئے جائیں گے ورنہ جب مدت مکمل ہو جائے تو احکام موت جاری کئے جائیں گے، اس وقت اس کے جو ورثاء موجود ہوں گے وہ اسکی وراثت کے مستحق ہوں گے جو پہلے فوت ہو چکے ہیں وہ نہیں کیونکہ یہ شرط ہے کہ وارث مورث کی موت کے وقت زندہ ہو۔ اس مفقود کے مورث کے موت کے وقت جن ورثاء کے لیے یہ حجاب حرمان ہونا تھا ان کا حصہ موقوف ہوگا اور جن کے لیے یہ حجاب نقصان ہوتا ہے ان کو اقل حصہ دیا جائے گا اور ان کا باقی حصہ موقوف کر دیا جائے گا۔ اگر اس کی زندگی کا علم ہو جائے تو جن کے لئے حجاب حرمان تھا وہ مکمل محروم ہو جائیں گے اور جن کے لیے حجاب نقصان تھا ان کا اسی طرح وہ کم حصہ ہی ہوگا اور زیادہ نہیں لوٹا یا جائے گا۔ اگر معلوم ہو جائے کہ وہ مورث کی موت سے پہلے مر چکا تھا تو اس کو نکال کر باقی ورثاء کے حقوق ان کو دے دیئے جائیں گے، اگر نہ معلوم ہو سکا تو مدت کی تکمیل پر اس کو مردہ تصور کریں گے جن کے حصے موقوف تھے وہ ان کو لوٹا دیئے جائیں گے اس کا مال اس کے اس وقت جو ورثاء موجود ہوں گے ان میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

موقوفاً الى الأجل يرد الى وارث مورثه الذي وقف ماله[۵۱] والأصل في تصحيح مسائل المفقود ان تصحح المسئلة على تقدير حياته ثم تصحح على تقدير وفاته وباقي العمل ما ذكرنا في الحمل

(اى وقف ذالك الموقوف من ماله — من مال مورثه — اى مسئلة مورثه)

فصل في المرتد[۵۲]

(هو لغة الراجع مطلقا وشرعا الراجع عن دين الاسلام)

اذا مات المرتد[۵۳] على ارتداده او قتل او لحق بدار الحرب وحكم القاضي بلحاقه فما

(على الارتداد — بشهادة عدلين على لحاقه بدار الحرب — فان رجع الينا قبل الحكم فكانه لم يرتد من الدار)

[۵۱] مفقود کے مسائل میں تصحیح کا ضابطہ یہ ہے کہ پہلے مفقود کو زندہ تصور کر کے مسئلہ تصحیح نکالا جائے پھر مردہ تصور کر کے مسئلہ تصحیح نکال کر دیکھا جائے بین التصحیحین توافق ہے یا تباین. توافق کی صورت میں ایک کے مختصر شدہ عدد سے دوسرے کل عدد سے ضرب دیں. پھر دوسرے مختصر سے اس کے کل عدد کو ضرب دیں جو حصے کم ہوں وہ ورثاء کو دے دیں باقی موقوف رکھیں. تباین کی صورت میں ایک تصحیح کے کل عدد کو دوسری تصحیح کے کل عدد سے ضرب دیں. تباین کی صورت میں مثال اس طرح ہوگی عورت فوت ہوگئی اس کا زوج اور اختین لاب وام موجود ہوں اور ایک اخ لاب وام (عینی بھائی) مفقود ہو. اس صورت میں جب مفقود کو مردہ تصور کیا جائے تو زوج کے لیے نصف اور اختین کے لیے دو ثلث ہوں مسئلہ چھ سے ہو گا لیکن عول ہو کر سات ہو جائے گا. نصف ۳ + دو ثلث ۴ = ۷. اگر مفقود کو زندہ تصور کیا جائے تو مسئلہ چار سے ہوگا نصف زوج کے لئے اور نصف یعنی دو حصوں سے ایک بھائی کا اور ایک حصہ دو بہنوں کا. لیکن ایک حصہ کی تقسیم دو پر بلا کسر درست نہیں لہٰذا اصل مخرج کو تعداد رؤس سے (جن پر تقسیم درست نہیں) ضرب دیں. ۴ × ۲ = ۸. موت کی صورت میں تصحیح ۷. اور حیات کی صورت میں ۸. ان دونوں میں تباین ہے لہٰذا ان کو ضرب دیں ۸ × ۷ = ۵۶ خیال رہے کہ مفقود کی موت اختین کے لئے بہتر ہے ان کا زیادہ حصہ ہے اور حیات زوج کے لئے بہتر ہے کہ اس کو چھ سے تین حصے ملتے ہیں لیکن موت کی صورت میں سات سے تین. اس لئے معاملہ بالعکس کریں گے کیونکہ حصص کم دینے ہیں. لہٰذا اختین کو حصص مفقود کی حیات کا اعتبار کر کے اور زوج کو مفقود کی موت کا اعتبار کر کے حصص دیے جائیں گے. اختین کے حصص مفقود کی حیات کی صورت میں ۲ لہٰذا ۲ × ۷ = ۱۴. موت کی صورت میں اختین ۴. لہٰذا ۴ × ۸ = ۳۲. اختین کو دیں گے ۱۴. موقوف رکھیں گے ۳۲ − ۱۴ = ۱۸. زوج کے حصص مفقود کی حیات کی صورت میں آٹھ سے چار لہٰذا ۴ × ۷ = ۲۸. اور موت کی صورت میں سات سے تین لہٰذا ۳ × ۸ = ۲۴. اس لئے زوج کو کم دیں گے زوج کو دیئے گئے حصص = ۲۴. اور موقوف ۲۸ − ۲۴ = ۴. کل دیئے گئے حصص ۲۴ + ۱۴ = ۳۸. باقی حصص ۵۶ − ۳۸ = ۱۸. مفقود اگر زندہ ہو تو زوج کے موقوف حصص اس کو دے دیں. لہٰذا زوج کے حصص کل مال کے نصف ہو جائیں گے. پہلے دیئے تھے ۲۴. اب دیں گے ۴ : کل ۲۴ + ۴ = ۲۸ یہ نصف ہے ۵۶ کا باقی حصے ۱۴ بھائی کو دیئے جائیں گے کیونکہ اختین ۱۴ حصص لے چکی ہیں اس طرح للذکر مثل حظ الانثیین پر عمل ہو گیا. ان کے مجموعی حصص ۱۴ + ۱۴ = ۲۸ زوج ۲۸ + اخ واختین ۱۴ + ۱۴ = ۲۸ = ۵۶. اگر مفقود کے متعلق معلوم ہو کہ وہ زندہ ہے تو اب اختین کو موقوف حصص ۱۸ دے دیئے جائیں. پہلے دیئے تھے ۱۴. اب دیئے ۱۸. کل ۱۴ + ۱۸ = ۳۲. زندہ کی صورت میں زوج کو سات سے تین اور اختین کو سات سے چار حصے حاصل ہونے تھے وہ حاصل ہو گئے کیونکہ زوج کو دیئے گئے ۲۴، اختین کو ۳۲. ان میں نسبت ۳ : ۴ کی ہے ۲۴ : ۳۲ = ۳ : ۴.

[۵۲] مرتد کا لغوی معنے پھر جانے والا. اصطلاحاً وہ مسلمان جو العیاذ باللہ اسلام سے پھر جائے. حاکم اس پر اسلام پیش کرے اس کے شبہات کو زائل کرے اس کے مہلت طلب کرنے پر تین دن کی مہلت دے لیکن محبوس رکھے اسلام لے آئے تو بہتر ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے.

[۵۳] مرتد جب مر جائے یا حالت ارتداد میں قتل کر دیا جائے یا دار حرب میں لاحق ہو جائے اور قاضی نے بھی اس کے دار حرب میں لاحق ہونے کا حکم نافذ کر دیا تو اس کا وہ مال جو حالت اسلام میں کسب کیا گیا تھا وہ مسلمان ورثاء کو دیا جائے گا اور حالت ارتداد میں کسب شدہ بیت المال میں رکھا جائے گا یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے لیکن صاحبین کے نزدیک دونوں مال مسلمان ورثاء کو دیئے جائیں گے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونوں مال ہی بیت المال میں رکھے جائیں گے. صاحبین کے نزدیک جب مرتد کو جبراً اسلام پر لایا جانا ہے تو ورثاء کے حق میں اس پر حکم جاری کیا جائے گا اس لئے ہی تو اس کے قرضے اس کے دونوں مالوں سے ادا کئے جاتے ہیں. لہٰذا دونوں کسب اسی کی ملکیت ہوں گے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مرتد ہونے کی صورت میں اس کے مال کو ورثاء کے حق میں عــه

اكتسبه في حالِ اسلامه فهو لورثته المسلمين وما اكتسبه في حال ردّته يوضع في بيتِ المال عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى وعندهما الكسبان جميعاً لورثته المسلمين وعند الشافعي رحمه الله تعالى الكسبان جميعاً يوضعان في بيت المال وما اكتسبه بعد اللحوق بدارِ الحرب فهو فيٌ بالاجماع وكسبُ المرتدة جميعاً لورثتها المسلمين بلا خلاف بين اصحابنا واما المرتد فلا يرث من احد لا من مسلم ولا من مرتد مثله وكذلك المرتدة الا اذا ارتد اهلُ ناحية باجمعهم فحينئذٍ يتوارثون اي بعضهم بعضا لان دارهم صارت

سلہ مرتد نے جو مال دارِ حرب میں لاحق ہونے کے بعد کسب کیا ہو وہ بالاجماع مالِ فیٔ ہے کیونکہ وہ مال اس نے اہلِ حرب سے حاصل کیا ہے مسلمان حربی کے مال کا وارث نہیں، مالِ فیٔ وہ مال ہے جو کفار سے بغیر جنگ کرنے کے حاصل ہو جیسے جزیہ وغیرہ۔ اس مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، بخلاف مالِ غنیمت کے، اس مال کے غانمین مالک ہوتے ہیں یعنے ان میں وہ مال بمطابق ارشادِ باری تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شئ الخ خمس ادا کرنے کے بعد چار حصے ان میں تقسیم ہوتے ہیں۔

سلہ مرتدہ کا جمیع مال خواہ اس نے حالتِ اسلام میں کسب کیا ہو یا دارِ حرب میں لاحق ہونے سے پہلے حالتِ ارتداد میں اس کے مسلمان ورثاء کے لئے ہے اس میں احناف کا کوئی اختلاف نہیں، اس وجہ سے کہ مرتدہ کو قتل نہیں کیا جاتا بلکہ اس کو قید کر لیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئے یا مر جائے اس لیے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عقوبۃ میں دارِ جزاء تک تاخیر ہو لیکن مرد کو دنیا میں ہی جلدی سزا دینے کی وجہ اس کے شر کو مندفع کرنا مقصود ہوتا ہے کیونکہ تاخیر سے اس کی طرف سے لڑائی متوقع ہے، بخلاف عورت کے، اس سے شر کا خطرہ نہیں، البتہ اگر عورت ملکہ ہو یا ذات رائے ہو تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ عصمتِ مال تابع ہے عصمتِ نفس کے ردۃ کی وجہ سے عورت کے نفس کی عصمت میں زوال نہیں ہوتا لہٰذا اس کے مال کی عصمت میں بھی زوال نہیں ہوگا، جب اس کے مال کی عصمت برقرار ہوتی ہے تو تمام مال حالتِ اسلام و ارتداد میں کسب کردہ اس کے مسلمان ورثاء کا ہوگا لیکن [وار]ث نہیں ہوگا کیونکہ وہ فقط

ارتداد سے بائن ہو چکی ہے لہٰذا زوج کا حق زوجیت جب باطل ہو گیا تو بالاَولیٰ حق وراثت بھی ختم ہو گیا، البتہ جب وہ دارِ حرب میں لاحق ہو گئی اس وقت اس کے نفس کی عصمت باطل ہو گئی کیونکہ اب مسلمانوں کا حق ہے کہ اس کو غلام بنا لیں جب رقیۃ کا حق مل گیا تو حکماً اس کو مردہ سمجھا جائے گا، لہٰذا اس کا وہ مال جو اس نے دارِ حرب میں لاحق ہونے کے بعد کسب کیا ہے فیٔ ہوگا۔

فائدہ: ذمی جب دارِ حرب میں لاحق ہو گیا تو اس کا وہی حکم ہوگا جو مرتد کا ہے کیونکہ ہمارے دار میں ذمی پر تمام احکام مسلمانوں والے جاری ہوتے ہیں، لہٰذا مسلمان العیاذ باللہ مرتد ہو کر دارِ حرب میں جائے یا ذمی دارِ حرب میں لاحق ہو جائے دونوں کا حکم ایک ہی ہوگا۔

سلہ مرتد وارث نہیں ہوگا مسلمان کا اور نہ ہی اپنے جیسے کسی مرتد یا مرتدہ کا۔ اسی طرح مرتدہ بھی کسی کی وارث نہیں ہوگی اس لئے کہ ارتداد جنایہ ہے جانی صلہ شرعیہ کا مستحق نہیں ہو سکتا وراثت بھی صلہ شرعیہ ہی ہے اسی وجہ سے مورث کو ناحق قتل کرنے والے قاتل کو عقوبۃً حق وراثت سے محروم کر دیا جاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ مرتد کی کوئی ملت نہیں کیونکہ اس کو قتل کر دیا جائے گا اور مرتدہ کو ہمیشہ قید رکھا جائے گا، وراثت کا تعلق ملت سے ہے یہی وجہ ہے کہ مرتد کسی مسلمان عورت یا مرتدہ سے نکاح نہیں کر سکے گا کیونکہ نکاح کے لئے بھی ملت کا اعتبار ضروری ہے البتہ ایک ہی علاقہ کے تمام لوگ العیاذ باللہ مرتد ہو جائیں تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہو جائیں گے کیونکہ ان کا علاقہ دارِ حرب ہوگا ان پر مسلمانوں کی ولایت نہیں ہوگی، اسی وجہ سے ان سے لڑائی کرنی ان کو غلام بنانا جائز ہوگا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بنو حنیفہ تمام مرتد ہو گئے تھے ان سے لڑائی کی گئی ان سے ہی ایک عورت بحیثیت غلامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی جس کے بیٹے محمد بن الحنفیہ ہیں۔ تنبیہ: امام محمد رحمہ اللہ ع[...]

فصل فی الاسیر [۱]

ای الذی اخذہ الکفار قہرا او سرقۃ

حکمُ الاسیرِ کحکم سائرِ المسلمین فِی المیراثِ مالم یفارق دِینہ [۲] فاِن فارق دِینہ فحکمہ حکم المرتدّ فاِن لّم تعلم [۳] رِدّتہ ولاحیاتہ ولاموتہ فحکمہ حکم المفقود [۴]

فصل فی الغرقیٰ والحرقیٰ والہدمیٰ

ای جمع الغریق بالنار — ای الطائفۃ التی ہدم علیہم الجدار — بالفتح جمع غریق بمعنی فاعل ای الجماعۃ الغریقۃ فی البحر

اِذا ماتت جماعۃ [۵] ولایدریٰ ایّہم مات اوّلا جعلوا کانّہم ماتوا معاً فمالُ کلِ واحد

[۱] اس مقام پر اسیر سے مراد وہ مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں میں قید ہو اگرچہ مطلقاً اسیر کا اطلاق عام ہے خواہ مسلمانوں نے اسے ظلماً قید کیا ہو یا کفار نے [۲] اسیر کا حکم عام مسلمانوں کا حکم ہی ہے جب تک وہ دین اسلام پر قائم رہے گا وارث ہوگا اور دوسرے مسلمان اس کے وارث ہوں گے کیونکہ وہ مسلمان ہے اور دار اسلام سے ہے اسی وجہ سے اس کی زوجہ جو دار اسلام میں ہے بائن نہیں ہوتی، جب اس کا قیدی ہونا عصمتِ نکاح کے انقطاع میں مؤثر نہیں تو وراثت میں بھی حق کو منقطع نہیں کرے گا [۳] اگر العیاذ باللہ اسیر دین سے ہی پھر جائے تو اس کا حکم عام مرتد والا ہوگا کیونکہ دار اسلام میں مرتد ہوکر دار حرب میں چلا جائے یا دار حرب میں مرتد ہوکر وہاں ہی مقیم ہو جائے دونوں صورتوں میں وہ حربی ہوگا [۴] اگر اس کے مرتد ہونے اور موت وحیات کا علم نہ ہو تو وہ حکم مفقود میں ہوگا اس کا مال نہیں تقسیم ہوگا اور اس کی زوجہ کسی سے نکاح نہیں کر سکے گی یہاں تک کہ اس سے متعلق صحیح صورت حال کا علم ہو جائے، اگر اس کے ورثاء اس کے مرتد ہوکر دار حرب میں لاحق ہونے کا دعوٰے کریں تو اس کو نہیں قبول کیا جائے گا، ہاں البتہ اگر دو مسلمان عادل مردوں نے گواہی دی ہو تو قاضی اس کی زوجہ اور اس کے درمیان تفریق کر دے گا اور اس کا مال ورثاء میں منقسم کر دے گا کیونکہ قاضی کے نزدیک وہ حکا میت ہے اگر قاضی کی قضاء کے بعد وہ آئے اور مرتد ہونے کا انکار کرے تو پھر قاضی کا فیصلہ نہیں ٹوٹے گا اس کی عورت اور اس کا مال نہیں لوٹایا جائے گا ہاں البتہ جو مال بعینہ وارث کے پاس موجود ہو وہ لوٹایا جائے گا جس طرح معروف مرتد تائب ہوکر آ جائے تو اس کا مال جو بعینہ موجود ہو وہ اس کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ اگر قاضی نے دو عادل آدمیوں کی گواہی کو سنا اور اسیر کے مرتد ہونے کا فیصلہ گواہی دی اور قاضی نے فیصلہ اس وقت کیا جب وہ تائب ہوکر آ چکا ہے اور اپنے مرتد ہونے کا انکار کر رہا ہے، اس صورت میں قاضی گواہی سے متعلق پھر تفتیش کرے اگر وہ عادل ہو تو اس کا مال تو اپنے حال پر رہے گا خواہ مرتد ہوا تھا یا نہیں لیکن اس کی زوجہ بائن ہو جائے گی کیونکہ قاضی کے نزدیک اس کا مرتد ہونا یقینی ہو گیا، زوجہ صرف ارتداد سے بائن ہو جاتی ہے لیکن اس کی مدبرہ اور ام ولد آزاد نہیں ہوں گی کیونکہ وہ موت پر آزاد ہوتی ہیں وہ تائب ہوکر آ گیا اس لیے وہ مردہ نہیں متصور ہوگا نہ حقیقۃً نہ حکماً۔

[۵] جب ایک جماعت اقرباء کی ایک ساتھ ہی پانی میں غرق ہو جائے معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے پہلے کون غرق ہوا بعد میں کون یا اسی طرح ایک جماعت جن میں قرابت پائی جائے وہ سب اجتماعی صورت میں آگ میں جل جائیں معلوم نہ ہو سکے کہ پہلے کون جل کر مرا ہے بعد میں کون یا اسی طرح ایک دیوار یا چھت وغیرہ کے گرنے کی وجہ سے اقرباء کی ایک جماعت اس کے نیچے آکر مر گئی پتہ نہ چل سکا کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی بعد میں کس کی تو ان تمام صورتوں میں یہی تصور کیا جائے گا کہ سب کی موت ایک ساتھ ہی واقع ہوئی ہے ان میں سے ہر ایک کا مال اس کے زندہ ورثاء کا ہوگا وہ مرنے والے خود آپس میں ایک دوسرے کے ورثاء نہیں ہوں گے، ہاں البتہ اگر مثلاً یہ معلوم ہوتا کہ بیٹا بعد میں فوت ہوا ہے اور باپ پہلے اور پھر بیٹے کے بعد پوتا فوت ہوا ہے تو بیٹا باپ کا وارث ہوکر فوت ہوا ہے اسی طرح پوتا اپنے باپ کا وارث ہوکر فوت ہوا۔

منہم یورّثہ الاحیاء ولا یرث بعض الاموات من بعض ھو المختار وقال علیؓ وابن مسعودؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یرث بعضہم (ای بعض ہؤلاء الاموات) عن بعض (علیٰ حسب استحقاقہم) الّا فی ماورث کل واحد منہم من صاحبہ (فی احد الروایتین عنہما) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

تمت بالخیر

سے ۱ تمام کا ایک ساتھ فوت ہونا اور ان کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا یہ ہمارا مختار ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی موطأ میں اسی پر صراحت فرمائی ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ ہی قول ہے اور ابوبکر اور عمر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے بھی یہ ہی مروی ہے۔

سے ۲ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی دو روایتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بعض بعض کے وارث ہوں گے ہاں البتہ ایک وارث ہو دوسرے کا اور وہ وارث ہو اس کا تو اس صورت میں ان کو ایک دوسرے کا وارث نہیں بنایا جائے گا ورنہ ہر ایک کا اپنا ہی وارث ہونا لازم آئے گا اور یہ باطل ہے ان حضرات کی دلیل یہ ہے. ایک شخص دوسرے کا اس وقت وارث ہوتا ہے جب اس کی موت اور اس کی موت کے وقت اس کی حیات یقینی ہو اور حرمان اس وقت ثابت ہوتا ہے جب ایک شخص کی موت پر دوسرے کی موت کا بھی یقین ہو لیکن یہاں موت مشکوک ہے اس لیے شک پر عمل کرتے ہوئے کسی کو وراثت سے محروم نہیں کیا جاسکتا لہٰذا استصحاب حال پر عمل ہوگا جب اصل حیات ہے تو حیات کو موت پر ترجیح دی جائے گی. یقین شک سے زائل نہیں ہوتا یہ قاعدہ مختلف جگہ جاری ہوتا ہے جس طرح طہارت میں یقین ہو اور حدث میں شک ہو یا اس کا عکس ہو تو ہر دو صورت میں عمل یقین پر ہوگا شک کو چھوڑ دیا جائے گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ وراثت کا استحقاق اس وقت ہوگا جب یہ یقین ہو کہ مورث کی موت کے وقت وارث کو حیات حاصل تھی جب سبب میں یقین نہیں تو استحقاق کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا یہاں زیادہ سے زیادہ وارث کی حیات مورث کی موت کے بعد ظاہر حال اور استصحاب حال سے ثابت کی جارہی ہے جو یقین کے درجہ میں نہیں پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ استصحاب حال بقاء ماکان علیٰ ماکان کا نام ہے اثبات مالم یکن کا نہیں. یہاں تو حیات اس لیے ثابت کی جارہی ہے کہ مزیل حیات پر کوئی دلیل نہیں گویا یہاں استصحاب حال البقاء لانعدام الدلیل المزیل کا نام ہوا حالانکہ یہ درست نہیں کیونکہ انعدام دلیلِ مزیل کسی چیز کو بالیقین ثابت نہیں کرسکتی البتہ وجودِ دلیل نافی یعنے ایسی دلیل جو غیر کے احتمال کی نفی کردے جب وہ قطعی درجہ کی دلیل ہو تو مدلول کا ثبوت یقینی ہوگا. نیز ظاہر حال بھی زیادہ طور پر تائید اسی کی کرتا ہے کہ کسی ایک کی حیات کو ترجیح نہ دی جائے اس لیے کہ جب دونوں موتیں یا زیادہ اموات معاً واقع ہوئی ہیں تو ان کا ایک ساتھ ہی وقوع سمجھ کر کسی ایک کو بھی دوسرے کا وارث متصور نہ کیا جائے بلکہ ان کی وراثت ان کے زندہ ورثاء میں تقسیم کردی جائے۔

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ اکرم الاولین والاٰخرین وعلیٰ آلہٖ واصحابہ اجمعین۔

عرضِ دُعا: معزز طلباء کرام! کتاب کے اختتام پر مصنف کے لیے دعا کرتے ہوئے محشی اور کاتب صاحب کو بھی اپنی دعاؤں میں شامل فرمائیں. امید واثق ہے کہ آپ سلف صالحین کی طرح اپنی دعاؤں کو وسیع کرتے ہوئے ضرور ہی شامل فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزاءِ خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

(بروز پیر بعد از نماز فجر ۱۱ جولائی ۱۹۹۴ء ۳۰ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ)

عبدالرزاق بھترالوی حطاروی ابن قاضی عبدالعزیز
ابن قاضی فیض احمد ابن قاضی غلام نبی رحمۃ اللہ علیہم

کاتب: منظور احمد شاہد سیالوی
ولد مولوی ولی محمد صاحب
گھنیاں، تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

خیالاتِ محشی

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

سلف صالحین علوم شرعیہ نقلیہ میں جہاں بلند و بالا مقام رکھتے تھے وہاں علوم عقلیہ میں بھی ان کو مہارت تامہ حاصل تھی منطق، فلسفہ ہیئت، ریاضی وغیرہ علوم میں ان کی تصنیفات کو دیکھنے سے ان کے جواہر علمی کا پتہ چلتا ہے. لیکن یہ خیال رکھنا بھی ضروری ہے کہ فلسفی علمی ابحاث کی ضرورت کیوں درپیش آئی؟ اس لیے کہ جب فلاسفہ بخت واتفاق کے قائل ہوئے، دہریے ہوئے مالک الملک کا تصور چھوڑ بیٹھے تو سلف صالحین، علمائے ربانیین نے ان کا رد بلیغ فرمایا، حضرت علامہ مولانا فضل حق خیرآبادی، رحمۃ اللہ علیہ کا "ہدیہ سعیدیہ" اس پر شاہد ہے. غرضیکہ فلسفی بحثوں میں عرق ریزی صرف وقتی تقاضا کے پیش نظر تھی. سلف صالحین کی طرح ہر زمانہ میں علمائے کرام وقتی تقاضہ کو پیش نظر رکھیں، پیمانہ بدلنے سے ذہن کا بدلنا ضروری ہے. فقہائے کرام نے مقدار سفر اڑتالیس میل بیان کی ہے لیکن اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساڑھے ستاون میل بیان کی ہے. وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کو علمی کمالات کے ساتھ ذہنی فراست بھی حاصل تھی حقیقت یہ ہے کہ ایک حصہ علم کے ساتھ نو حصہ عقل کی ضرورت ہے.

فقہاء کرام کے بیان کردہ میل اور ہمارے مروجہ میل کی مقدار میں فرق ہے. اس فرق کو سمجھا جائے تو کوئی صاحب عقل اب بھی اڑتالیس میل کا فتویٰ نہ دے. لیکن کچھ لکیر کے فقیر اب بھی اڑتالیس میل کا راگ الاپتے رہتے ہیں. وہ فرق میں نے " ذریعۃ النجاح حاشیہ نور الایضاح (عربی) میں واضح کیا ہے. اب میل کی جگہ کلو میٹر جاری ہیں اس لیے اب مقدار سفر بانوے کلو میٹر پانچ سو سینتیس میٹر ہے (۵۳۷ : ۹۲)

اسی طرح مقدار صاع چار سیر سات چھٹانک کا حساب کیا گیا ہے. نصف صاع احتیاطاً سوا دو سیر بیان کیا گیا ہے اب سیر ختم ہو چکا ہے کلو آچکا ہے. دو کلو جب نصف صاع ہے لیکن ابھی تک سوا دو کلو کا حساب کیا جا رہا ہے. اس کی وجہ صرف یہ ہے ذہنوں میں جمود ہے ایک طرف دیکھتے رہنا دائیں بائیں دیکھنے کو شجرۂ ممنوعہ سمجھنا ہی ان غلطیوں کا موجب ہے. اس لئے میرے خیال میں موجودہ دور کے تقاضا کے مطابق علمائے کرام مقصد عظیم مطمح نظر علوم دینیہ کو ہی سمجھیں لیکن جدید علوم انگلش، سائنس، ریاضی، اکنامکس جیسے مضامین بھی پڑھیں. یہ حقائق روز روشن کی طرح واضح ہیں کہ انگریز کی سازش سے علوم دینیہ کو العوام کالانعام کی نظر میں حقیر کر کے دکھایا گیا. آج کل بھی کئی لوگوں کو کہتے سنا گیا کہ یہ لوگ دینی مدارس میں ایک دو کتابیں پڑھا دیتے ہیں، احمقوں کی جنت میں بسنے والے ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ دینی مدارس میں بیس، بائیس مضامین پڑھائے جاتے ہیں یہ فقط دینی مدارس کا خاصہ ہے کہ ان کے مدرسین صرف اللہ کی رضا کی خاطر بغیر کسی وقفہ کے پانچ، چھ گھنٹے پے در پے پڑھاتے ہیں، ہڑتالیں، سہولیات کے مطالبات کا یہاں نام و نشان نہیں، سال کی دو ماہ کی چھٹیاں اور جمعات کی چھٹیاں نکال کر آپ حساب کریں تو یقیناً آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سال میں تقریباً ۲۴۰ دن تک پڑھائی کا جاری رہنا صرف دینی مدارس کا خاصہ ہے ورنہ دنیاوی مدارس ۱۵۰ دن بھی مکمل نہیں کر پاتے. جن حضرات نے دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ دنیاوی تعلیم حاصل کی اور سکولوں، کالجوں سے منسلک ہوگئے وہ تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقت میں پڑھائی دینی مدارس میں ہے جہاں علوم کو علوم کر کے پڑھایا جاتا ہے. خلاصے یاد کرا کے امتحانات پاس کرانا ان کا شیوہ نہیں.

اب صرف اس پر کف دست ملنا اور اظہار تاسف کرتے رہنا کہ " انگریز نے علوم دینیہ کی وقعت کو کم کر دیا" کافی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہے اس لیے عزیز طلباء کرام! جور و جفا کی آندھیوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مستقبل کو درخشاں کرنے کے لئے علوم دینیہ میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ کو حاصل کرنے کے لیے قدم بڑھاؤ، بڑھتے چلے جاؤ انشاء اللہ برتری علوم دینیہ کو ہی حاصل رہے گی لیکن علوم جدیدہ کی وجہ سے کوئی کند ذہن شخص دین کا باغی تمہیں جاہل کہنے کی جرأت نہیں کر سکے گا. بڑے بڑے ڈاکٹر اپنی ڈاکٹریٹ کی ڈگری پر ناز کرنے والے بھی اپنے علوم کو تمہارے علوم سے کم ترین سمجھیں گے.

یہ میں اپنی ایمانداری اور دیانتداری سے طلباء کرام کو مشورہ دے رہا ہوں کیونکہ میں تمام دینی طلباء کرام کے لیے بالعموم اور اپنے تلامذہ کرام کے لیے بالخصوص وہی سوچ رکھتا ہوں جو اپنی اولاد کے لیے رکھتا ہوں بفضلہ تعالیٰ طلباء کرام سے اولاد کی طرح ہی شفقت کرتا ہوں. ان کی اغلاط پر اسی حد تک تنبیہ کو روا سمجھتا ہوں جس حد تک اولاد کو متنبہ کرتا ہوں، ناروا طور پر لفظ لفظ پر گالیاں دینا، آدم خور کی حیثیت اختیار کر کے بیٹھنا میری طبیعت سے کوسوں دور ہے یہی وجہ ہے کہ میں اپنی اولاد کو علوم جدیدہ پڑھانے پر خوش رہوں، طلباء کرام کو کوستا رہوں، ایسے

نزدیک یہ منافقت ہے میرا بڑا بچہ عزیزم عبدالماجد بفضلہ تعالیٰ حافظ قرآن ہے اور اصول شاشی، قدوری، مجموعہ رسائل منطق پڑھ رہا ہے۔ یہ تمام اسباق اس کے قریب الاختتام ہیں اور وہ بی، ایس ایڈ (بی ایس سی، بی ایڈ) کا سٹوڈنٹ بھی ہے۔ اس سے چھوٹا بچہ عبدالباسط سترہ پارے حفظ کر چکا ہے اور اس سال میٹرک کا امتحان دے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اور اس سے چھوٹا بچہ عبدالواسع سولہ پارے حفظ کر چکا ہے اور آٹھویں کلاس میں ہے یہ دونوں بچے ابواب الصرف، علم الصیغہ، گلستان پڑھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ اگر بچوں نے ہمت سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی رہی تو میرا ارادہ یہ بھی ہے کہ یہ اعلیٰ تعلیم کے حامل ہوں میری یہ ہی سوچ اور مسرت ہر عزیز طالب علم کے لیے ہے۔

طلباء کرام علوم کو علوم سمجھ کر حاصل کریں خواہ علوم شرعیہ ہوں یا علوم جدیدہ، صرف امتحان پاس کرنا کوئی کمال نہیں اور فارغ ہونے کے بعد بھی وسیع مطالعہ جاری رکھنا ہی ترقی علم کا سبب ہے۔ اساتذہ کرام کا ادب و احترام شعار بنائیں۔ اسی میں کامیابی ہے۔ میں اگر بہتر مدرس شمار ہوتا ہوں تو فقط اساتذہ کرام کی دعاؤں کے واسطے سے ورنہ من دانم کہ من آنم۔

میرے اساتذہ کرام جن کی دعاؤں نے مجھے برتر کیا وہ یہ ہیں۔

حافظ غلام مصطفیٰ صاحب، حافظ احمد رضا صاحب، مولانا غلام یوسف صاحب، مولانا محمد عرفان نوری صاحب، مولانا عبدالاحد صاحب، قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ، استاذ المدرسین شفیق اعظم مولانا محب النبی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا گل اکرام رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد امین صاحب، مولانا عبدالقدوس صاحب، رئیس المدرسین والواعظین قاضی اسرار الحق صاحب، رئیس المحققین والمدققین مولانا مفتی محمد حسین نعیمی، عمدۃ الاذکیاء، رئیس الاساتذہ، استاذ المحققین والمدققین مہربان و مربی شفیق و رحیم حضرت علامہ ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی دامت برکاتہم العالیہ، مؤخر الذکر استاذی المکرم کے ان گنت انعامات ہیں تا حیات بھول نہیں سکتا جزاہ اللہ خیر الجزاء۔

علوم جدیدہ کا مطلقاً انکار آفتاب و ماہتاب کے انوار کے انکار کے مترادف ہے۔ اگرچہ بزرگان دین علماء کرام نے ریاضی کے تقسیم و ضرب کے ضوابط وہ بیان کئے ہیں جن سے ان کے علمی جواہر درخشاں ہیں لیکن جدید ریاضی نے الجبرا اور سائنس کے ساتھ منسلک ریاضی سے مختصر ضوابط عطا کر کے طلباء کے لیے کافی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان کی سہولت سے فائدہ نہ اٹھانا قدیم لمبی ضربوں میں طلباء کو الجھانا تضیع اوقات کے بغیر کچھ نہیں۔ ہمارے طلباء کرام اکثر تعداد میں جنرل سائنس اور جنرل ریاضی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں وہ وہ جنرل ریاضی سے بھی فوائد حاصل کرتے ہوئے میراث کے مسائل کو مختصر کر کے حل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ نفس کتاب سمجھانے کے لئے قدیم طرز عمل بھی اختیار کرنا اساتذہ کی مجبوری ہے لیکن ساتھ ساتھ طلباء کرام کو جدید قوانین کی طرف فقط اشارہ ہی کر دیا جائے تو یقیناً وہ مسائل آسانی سے سمجھ سکیں گے اور دوسرے حضرات کو سمجھانا ان کے لیے آسان ہوگا۔

مثلاً ایک شخص کے ورثاء چار زوجہ، اٹھارہ بنات، پندرہ جدات اور چھ اعمام ہوں تو اس صورت میں قدیم طرز عمل پر اصل چوبیس حصے بنا کر پھر مضروب در مضروب سے چار ہزار تین سو بیس حصے بنا کر ہر وارث کا حصہ تقسیم سے ثابت کریں گے جس طرح باب التصحیح میں اس کا ذکر موجود ہے اب بالفرض کل مال چھ سو روپے ہیں اب تقسیم کے لیے چار ہزار تین سو بیس حصہ بنانا آسان ہے یا صرف اس طرح تقسیم کرنا آسان ہے لیکن جب طلباء کرام کو سمجھا دیا جائے کہ یہاں تقسیم چوبیس سے ہوگی ثمن زوجات کا، سدس جدات کا، دو ثلث بنات کے، بقیہ اعمام کا۔

زوجات : ۶۰۰ ÷ ۸ = ۷۵ ، ہر زوجہ (تعداد چار) ۷۵ ÷ ۴ = ۱۸٫۷۵

بنات : ۶۰۰ ÷ ۳ × ۲ = ۴۰۰ ، ہر بنت (تعداد اٹھارہ) ۴۰۰ ÷ ۱۸ = ۲۲٫۲۲

جدات : ۶۰۰ ÷ ۶ = ۱۰۰ ہر جدہ (تعداد پندرہ) ۱۰۰ ÷ ۱۵ = ۶٫۶۶

اعمام کے لیے بقیہ : مجموعہ تقسیم شدہ ۷۵ + ۴۰۰ + ۱۰۰ = ۵۷۵ ، کل مال ۶۰۰ − ۵۷۵ = ۲۵

ہر عم کا حصہ (تعداد چھ) ۲۵ ÷ ۶ = ۴٫۱۶

اس طرح طلباء کرام کو سمجھایا جائے تو یقیناً انشاء اللہ وہ آسانی سے سمجھیں گے۔ اس لئے اب اساتذہ کرام جدید ریاضی کی مخالفت میں تقریر کر کے طلباء کا وقت ضائع نہ کریں قدیم طرز پر لمبی ضربوں میں نہ الجھائیں ان کو آسان طریقوں سے سمجھائیں، یہ سب باتیں ان حضرات کو سمجھ آئیں گی جو طلباء کرام کا فائدہ چاہتے ہیں جو یہ خیال کریں کہ طلباء کرام کو سمجھ آئے یا سمجھ نہ آئے بلکہ ان کو نہ سمجھ آئے تو استاذ کی علمیت کے ترانے گائیں وہ حضرات قدیم طرز میں طلباء کو الجھائے رکھیں گے، طلباء بھی اتنے نااہل نہیں کہ وہ یہ فرق نہ سمجھ سکیں۔ میرے محسن دوست مولانا ابوالفضل اللہ دتہ سیالوی شیخ الحدیث بھابڑا ضلع سرگودھا نے میری توجہ علوم جدیدہ کی طرف دلائی اور میں نے بھی شوق و محبت سے استفادہ کیا تو سمجھا کہ ہر علم علم ہی ہے، کوئی علم فائدہ سے خالی نہیں ویسے بھی میں علوم جدیدہ اور علوم شرعیہ کے ماہرین کے درمیان بُعد کا قائل نہیں بلکہ علماء کرام کو چاہیئے کہ [illegible] ہوں۔ ———— (عبدالرزاق بھترآکوی، حطاروی)

توضیح السیجان عن مکاید الشیطان
سبز عمامہ کی برکتوں سے
کذاب دولہا
از قلم
محقق اہل سنت حضرت علامہ مولانا عبدالرزاق چشتی بھترالوی
مکتبہ امام احمد رضا